0.5
98

रोग, स्नान-माला

سفرنامۂ روم و مصر و شام

مولانا شبلی نعمانی پروفیسر عربی لٹریچر مدرسۃ العلوم علی گڈھ
نے روم۔ مصر و شام کے سفر سے واپس آکر ترکون کی تمدنی
حالت اور حسن معاشرت سے عوام کو آگاہ کرنے کے
لئے مرتب کیا

باہتمام سید ظہور الحسن مہتمم احسن التجارت دہلی۔ چھتہ لال میان
۱۳۲۵ھ

مطبع تحفۂ جنت دہلی مین چھپا

مختصر فہرست کتب قومی پریس - دہلی چھتہ لال میان مطبوعہ خود

بزم آخر

یعنی دہلی کے دو اخیر بادشاہون کا طریق معاشرت
اور سوانح عمری - اجڑنے والی دلی شہر کی آخری بہار جس نے
دیکھی اسکے کلیجے پر بس سانپ لوٹتا ہی مسلمانون اور مغل
امپائر کا چراغ جس آنکھ نے آخری وقت جھلملاتا دیکھا
ہو اور پھر اسکا گل ہونا بھی نظر سے گذرا ہو - وہی اصلی رنج
والم سے بے اختیاری کے دو آنسو بہا سکتا ہی منشی
فیض الدین صاحب مرحوم (مولف) کتاب ان
لوگون مین سے تھے جنہون نے دہلی کے لال قلعہ کی آخری
گھڑیاں دیکھین اور پھر غدر ۵۷ء کی بربادی بھی آنکھون
سے گذری پس انکا کچھ لکھنا اور پھر قلعہ کی بیگمات کی زبان
مین لکھنا ظاہر ہی کہ کس قیامت کا ہوگا جس مین مغلون
کے آخری دو بادشا یعنی اکبر ثانی اور بہادر شاہ کے ایام کی
ہو بہو تصویر دکھائی گئی ہے اور انکی تمام خانگی وظاہری
زندگی کو اصلی شان سے دکھایا ہی کتاب نہایت دلچسپ
اور عبرت خیز ہے ہر شخص اسکے مطالعہ سے لطف
حاصل کر سکتا ہی قیمت فی جلد مجلد عہ

ازواج النبی صلعم

جسمین جناب سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے ازواج مطہرات کی پوری حالات وسوانح درج ہین حضرت
خدیجہ رض حضرت سودہ رض حضرت عائشہ رض حضرت حفصہ رض
حضرت زینب رض حضرت ام سلمہ رض حضرت زینب بنت
جحش رض حضرت ام حبیبہ رض حضرت جویریہ رض حضرت میمونہ رض
حضرت صفیہ رض سب کے جدا جدا حالات درج کئے گئے ہین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں پر عیسائی
اور دیگر معاندین اسلام اعتراض کیا کرتے ہین اس کتاب
مین ان اعتراضون کا قطعی جواب دیا گیا ہی اور ثابت کر دیا
ہی کہ آپ کے ہر نکاح کیسی خاص ضرورت ومصلحت پر مبنی
اور ان نکاحون کی غرض صرف مذہبی یکجہتی و ترقی اسلام
تھی نہ (معاذ اللہ) نفسانی خواہشین بہر تقدیر یہ نہایت
ضروری کتاب ہی جسے ہر مسلمان زنان خاص کر و رہنا چاہیے

مخدرات مشاہیر عالم

مولفہ مولانا عبد الحلیم صاحب شرر جسمین حسب ذیل سوانح
درج ہین - سمی رامس ملکہ بابل - ہند بنت نعمان لیلائے
اخیلیہ - شہدہ کاتبہ - زلیخا - ملکہ سجاح ام سلمہ زوجہ سفاح
قطر الندی - بلقیس - اولغا - علیہ بنت مہدی خدیجہ
بنت النقیم - ملکہ ایستیر - کتھرائن - زبیدہ خاتون - ام
ہانی مریم - قلوپٹرا - میڈم ڈی ہشائل رابعہ بصریہ - رابعہ
شامیہ فاطمہ فقیہہ ملکہ زبا ام ابان فاطمہ نیشاپوریہ ملکہ زنو
نوار زوجہ فرزدق - ہلینا - مضغہ - محمہ ندبدہ - قیمت عہ

سفرنامہ روم و مصر و شام

جس مین علاوہ اُن جزئی واقعات کے جو سلسلہ بیان مین آگئے ہین۔ قسطنطنیہ
بیروت۔ بیت المقدس۔ قاہرہ وغیرہ کے متعلق واقعات ذیل یعنی شہر کی عام
اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات۔ مشہور عمارات۔ سررشتۂ تعلیم۔ دار العلوم اور
مدارس۔ بورڈنگ اور طلبا کی تربیت تعلیم نسوان۔ مصنفین اور تصنیفات
کتبخانے۔ اخبارات اور رسالے۔ مشہور پاشاؤن اور ارباب کمال کی ملاقاتین اور ترکون
اور عربون کے اخلاق و عادات کو تفصیل کیساتھ لکھا ہے آخر مین اُن الفاظ مولدہ کی
مختصر سی فرہنگ ہے جو آجکل مصر و شام مین مستعمل ہو گئے ہین اور جنکے نہ جاننے
کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے

مرتبہ

شبلی نعمانی

حسب اجازت مصنف۔ باہتمام سید ظہور الحسن۔ قومی پریس۔ دہلی
مطبع تحفۂ جنت دہلی مین چھپا

فہرست مضامین

سفرنامہ روم
و
مصر و شام

جس میں علاوہ اُن جزئی دلچسپ واقعات کے جو سلسلۂ بیان میں آگئے ہیں
قسطنطنیہ۔ بیروت۔ بیت المقدس۔ قاہرہ۔ وغیرہ کے متعلق واقعات ذیل
یعنی شہر کی عام اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات۔ مشہور عمارات۔ سررشتۂ تعلیم
دارالعلوم اور مدارس بورڈنگ اور طلبا کی ترتیب۔ تعلیم نسواں۔ مصنفین اور تصنیفات
کتب خانے۔ اخبارات۔ اور رسالے۔ مشہور پاشاؤں اور ارباب کمال کی ملاقات
ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اخیر میں اُن
الفاظ مولدہ کی مختصر سی فرہنگ جو آجکل مصر و شام میں مستعمل ہو گئے ہیں۔ اور
جنکے نہ جاننے کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

مرتبہ

شبلی نعمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

در موسم گل گر بگلستان نرسیدیم
از دست ندادیم تماشائے خزان را

رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ میں میں نے قسطنطنیہ وغیرہ کا جو سفر کیا وہ محض ایک طالب علمانہ سفر تھا۔ اور چونکہ نہ یہ کوئی غیر معمولی امر تھا۔ نہ واقعات سفر میں چنداں ندرت تھی سفرنامہ لکھنے کا مطلق ارادہ نہ تھا۔ لیکن وہاں سے واپس آکر جن بزرگوں اور دوستوں سے ملنے کا اتفاق ہوا سب سفرنامہ کے متقاضی تھے۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ ایک مدت سے ہماری جماعت میں سیر و سیاحت کا طریقہ بند ہے۔ اور اس وجہ سے اسلامی ممالک کے صحیح حالات سے بالکل اطلاع نہیں حاصل ہوتی لوگوں کا یہ تقاضا کچھ بیجا نہیں۔ مجکو خود اپنی حالت یاد آئی کہ سفر سے پہلے قسطنطنیہ وغیرہ کا کوئی سیاح ملجاتا تو میں گھنٹوں وہاں کے حالات پوچھا کرتا۔

یہ اسباب تھے جنھوں نے مجکو ان اوراق پریشان کی ترتیب پر آمادہ کیا ورنہ ایسے عاجلانہ اور معمولی سفر کے حالات قلمبند کرنے اور انکو سفرنامہ یا کتاب الرحلۃ کا لقب دینا تنگ ظرفی سے خالی نہ تھا سفرنامہ میں جس قسم کی اطلاعیں لازمی اور ضروری ہیں۔ یعنی ملک کی حالت۔ انتظام کا طریقہ۔ عدالت کے اصول تجارت کی کیفیت۔ عمارتوں کے نقشے۔ ان میں سے ایک چیز بھی اس سفرنامہ میں نہیں البتہ معاشرت اور علمی حالت کے متعلق معتدبہ واقعات ہیں۔ اگرچہ وہ بھی اس تفصیل کیساتھ نہیں ہیں جسقدر ہونے چاہییں۔ غرض جو شخص سفرنامہ کو سفرنامہ کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہی وہ اس کتاب سے پورا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ البتہ جن لوگوں کو اسلامی ممالک کے معمولی واقعات میں بھی مزہ آتا ہی انکی دعوت میں ماحضر پیش کیا جاسکتا ہے کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔

میں نے اگرچہ اس کتاب میں ترکوں کی تمدنی یا ملکی حالت سے کچھ بحث نہیں کی ہی اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب و حالت کے لحاظ سے مناسب تھی تاہم اس کتاب کو پڑھکر ناظرین کے دل میں

ترکون کی تہذیب وشایستگی کا جو درجہ قائم ہوگا وہ اُس سے مختلف ہوگا جو یورپ کے عام لٹریچر سے ظاہر
ہوتا ہی۔ یورپ نے کسی زمانہ میں مسلمانوں کے خلاف جو خیالات قائم کر لئے تھے ایک مدت تک وہ علانیہ
اِس طریقہ سے ظاہر کئے جاتے تھے کہ مذہبی تعصب کا رنگ صاف نظر آتا تھا اور اُس وقت قبول عام کا یہی
بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ لیکن جب یورپ میں مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی تڑ نے بالکل بے اثر ہوگئے
تو اِس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چنداں مفید نہیں سمجھا جاتا کہ مسلمانوں کی نسبت صاف
صاف متعصبانہ الفاظ لکھے جائیں۔ بلکہ بجائے اِسکے یہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہی کہ اسلامی
حکومتوں اسلامی قوموں۔ اسلامی معاشرت کے عیوب۔ تاریخی پیرایہ میں ظاہر کئے جاتے ہیں اور
عام تصنیفات قصوں ناولوں۔ ضرب المثلوں کے ذریعہ سے وہ لٹریچر میں اسطرح جذب ہو جاتے ہیں
کہ تحلیل کیمیاوی سے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی قوموں سے برتا جاتا ہی لیکن افسوس ہمیں
خاص ترکوں سے بحث ہی یورپین لٹریچر پڑھکر ترکوں کی نسبت تحقیر کے خیالات نہ پیدا ہونے تعجب ایسا ہی عجیب
خواب آور دوا کھا کر نیند کا نہ آنا۔ یورپ میں مصنفین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور اِس وجہ سے انمیں متعصب
نیک دل ظاہر بیں دقیق النظر ہر درجہ اور ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ لیکن ترکوں کے ذکر میں وہ اختلاف ایج
بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ہر ساز سے وہی ایک آواز نکلتی ہے۔

مثلاً آجکل کے سچے سے سچے یورپین مصنف کی راست بیانی یہ ہی کہ وہ ترکی حکومت کے ذکر میں
قرضہ کی گرانباری۔ صنائع وفنون کا بقدر کافی موجود نہ ہونا۔ اضلاع میں تعلیم کی عدم وسعت آلاتِ
اسلحہ میں یورپ کی احتیاج۔ ان تمام امور کو بالکل راست راست لکھتا ہی۔ لیکن جو اصلاحیں حال میں
ہوئی ہیں اُنکے ذکر سے اِس طرح دامن بچاتا ہے کہ گویا اصلاح کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ خزانہ کا انتظام تمام
اضلاع میں زراعتی بنکوں کا قائم ہونا۔ اور مدارس رشیدیہ کی تعداد کا ۹۶ سے ۵۰۰ تک ترقی کر جانا بڑے
بڑے کالجوں کا جاری ہونا۔ ریلوے کی وسعت ادائے قرضہ کے انتظامات۔ فوجی قوت کی ترقی ان واقعات[1]
کو بھولکر نہیں لکھتا۔ کسی قوم یا کسی شخص کے قابل مدح یا ذم ثابت کرنیکا یہ نہایت آسان طریقہ ہی کہ اُسکے حالات
اور واقعات کی یک رخی تصویر کھینچی جائے اور انصاف یہ ہی کہ یورپ نے اِس فریب آمیز طریقے کو دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ

[1] سلطان حال کے عہد میں جو علمی اور عملی ترقیاں ہوئی ہیں اُسکی تفصیل میں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہی جو قسطنطنیہ میں
شائع ہوئی ہی اور خاص بحری ترقیوں کے ذکر میں باسم بک آفندی کا رسالہ حال میں شائع ہوا ہی جس کا نام دور ترقی ہی

بے شبہہ یورپ میں ایسے فیاض دل بھی ہیں جنکو تعصب سے کچھ واسطہ نہیں۔ لیکن بچپن سے جس قسم کے خیالات میں انھوں نے پرورش پائی ہو اُنکے گرد و پیش معلومات کا جو سرمایہ ہو۔ جو آوازیں ہر طرف سے اُنکے کانوں میں آئی ہیں۔ اُن چیزوں کے مقابلے میں اُنکی بے تعصبی بھی کچھ کام نہیں دیتی۔ ایک صاحب جو نہایت بے تعصب اور عام شخص ہیں اور مجکو اُنکی خدمت میں نیاز حاصل ہے۔ قسطنطنیہ و مصر وغیرہ کا سفر کرکے واپس آئے تو میں نے اُنسے بر سبیل تذکرہ پوچھا کہ آپ نے قاہرہ میں جامع ازہر کی سیر بھی کی؟ بولے مجکو اُسکی سیر کا بہت شوق تھا۔ لیکن میرے رہنما نے کہا کہ عیسائیوں کو وہاں جانیکی اجازت نہیں ہے اگرچہ واقعہ محض غلط ہی۔ میں خود جامع ازہر میں ایک مہینے سے زیادہ مقیم رہا اور میرے عیسائی احباب بے تکلف مسجد میں مجھ سے ملنے آتے تھے۔ لیکن چونکہ یورپ میں مسلمانوں کا تعصب اور تنگ خیالی علوم متعارفہ کے قریب ہے اُن صاحب کو اپنے رہنما کی بات کے یقین کرنے میں کیونکر تامل ہو سکتا تھا؟۔

طرہ یہ ہو کہ اگر کسی شخص نے عام شاہ راہ سے الگ ہو کر کچھ کہا یا لکھا تو یورپ کے نقار خانے میں اُسکی آواز طوطی کی آواز سمجھی جاتی ہو ایک انگلش شہزادی نے پندرہ سولہ برس قسطنطنیہ میں رہ کر دوازدہ سالہ حکومت عبد الحمید ثانی کے نام سے جو کتاب لکھی ہو۔ اگرچہ اُسکے اعتبار کے لئے مصنفہ کی علمی لیاقت پندرہ سولہ برس کا تجربہ دریافت حالات کے صحیح وسائل یہ تمام قرائن موجود تھے۔ لیکن چونکہ ترکوں کی عیب گوئی میں یورپ کی ہم زبان نہ تھی۔ اُسکو استناد اور اعتماد کا درجہ نہ حاصل ہو سکا ہم نے تعلیم یافتہ اشخاص کو اُسکی نسبت یہ کہتے سنا ہو کہ عجب نہیں یہ کتاب فرضی مصنف کے نام سے خود ترکوں نے لکھی ہو یا اُس انگلش شہزادی کو سلطانی انعامات نے ایسی کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہو۔ لیکن یہ کتاب اگر ترکوں کے معائب میں ہوتی تو اُن اشخاص کے نزدیک اُس کا ہر حرف قطعی و یقینی ہوتا۔ پروفیسر ویمبری نے اپنے محققانہ تجربے سے ترکوں کی تہذیب و شائستگی پر جو مضامین لکھے وہ بھی اسی وجہ سے بے اثر رہے کہ پروفیسر مذکور نے ترکوں کی موجودہ علمی ترقی کا اعتراف کیا تھا۔

ترکوں کی نسبت اگرچہ یورپ کے عام لٹریچر کی یہ حالت ہی لیکن ہمکو موقع کے لحاظ سے ترکی کے سفرناموں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہیے۔ کیونکہ یورپ کی تاریخی تصنیفات کا سرمایہ بھی بہت کچھ انہیں سفرناموں سے لیا گیا ہے۔ سفرنامہ اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ ہے لیکن جس قدر دلچسپ ہے اسی قدر

غلطیوں کے احتمالات سے مملو ہے۔

ایک بڑی غلطی جسکو اکثر سفرنامہ لکھنے والوں کو واقع ہوتی ہے جزئیات سے کلیات کا قائم کرنا ہے سفر میں انسان کو جن اشخاص سے سابقہ پڑتا ہے وہ اُنکے اخلاق عادات خیالات سے تمام قوم کی نسبت عام رائے قائم کرلیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ وہ امور انہیں چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہوں اسیطرح ہر واقعہ سے وہ ایک عام نتیجہ نکالنا چاہتا ہے اور واقعہ کے خاص اسباب کی جستجو میں نہ وہ اپنا وقت صرف کرنا چاہتا ہے نہ اُسکو اس قدر فرصت ملتی ہے۔

غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو شخص کسی ملک کا سفر کرتا ہے اُسکی نسبت پہلے سے اُسکے خیالات دوستانہ یا مخالفانہ ہوتے ہیں۔ وہاں پہنچکر اول اول جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے وہ محض سرسری ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسی اجمالی واقفیت۔ استنباط نتائج کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اور وہ نتیجہ کے قائم کرنے میں دیر تک انتظار نہیں کرسکتا۔ اسلئے وہ ہر واقعہ کے ساتھ قیاسات کو دخل دیتا جاتا ہے ان قیاسات کے وقت وہ حسن ظن یا سوء ظن جو پہلے سے اُسکے دل میں موجود تھا چپکے چپکے اپنا کام کرتا ہے اور اُسکو خبر تک نہیں ہوتی۔ اس قسم کی غلطی کا احتمال اگرچہ دنیا کی تمام قوموں سے تعلق ہے لیکن یورپ والوں کو اس میں خاص ترجیح حاصل ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ استنباط نتائج میں یورپ والوں کو جو بے صبری ہے اور کسی قوم کو نہیں ہے اسی کا اثر ہے کہ یورپ کا ایک عام سیاح یا پولیٹیشن اتفاق سے ہندوستان میں آنکلتا ہے تو صرف ہفتہ دو ہفتہ کے تجربے کی بنا پر یورپ کے اخباروں اور میگزینوں میں اس دعوے کے ساتھ بڑے بڑے آرٹکل شائع کرتا ہے کہ گویا ہندوستان کی معاشرت و تمدن کے تمام راز اُسپر کھل گئے ہیں۔

ایک اور بڑا سبب یہ ہے کہ سیاح کو چونکہ حالات کے دریافت کا نہایت شوق ہوتا ہے اسلئے وہ ہر شخص سے جو اُسکو ملجاتا ہے کچھ نہ کچھ معلومات کا سرمایہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس تعمیم میں وہ ان تحقیقات کی کہ وہ شخص ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ روشن ضمیر ہے یا متعصب دقیق النظر ہے یا ظاہر بین۔ کچھ پرواہ نہیں کرتا اور کرنا بھی چاہے تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یورپ کے سیاح اس باب میں اور بھی بے احتیاط ہیں اکثر یورپین سیاح جو قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہیں معمولاً بیوعلی اور غلطہ کے ہوٹلوں میں اُنکو ٹھہرنے کا اتفاق ہوتا ہے وہ جہاں کہیں جانا چاہتے ہیں ایک گائڈ (رہنما) اُنکے ساتھ ہوتا ہے جو نہ صرف اُنکو عمارات اور مقامات کی سیر کراتا ہے بلکہ اُنکے تمام سوالات کا جو موقع بموقع وہ پوچھتے جاتے ہیں جواب دیتا جاتا ہے یہ گائڈ

عموماً عیسائی ہوتے ہیں اور روپیہ دو روپیہ روزانہ اُنکی اُجرت ہوتی ہی۔ ان گائڈوں کی معلومات جس قسم کی ہوسکتی ہے ہر شخص خود اسکا اندازہ کرسکتا ہے۔

فاطمہ خانم نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہی کہ یورپ کی معزز خاتونیں جن سے مجکو ملنے کا اتفاق ہوا جب ترکی خاتونوں کے متعلق واقعات کے طور پر کچھ بیان کرتی تھیں تو مجکو گمان ہوتا تھا کہ یہ کسی اور قوم کا تذکرہ ہی یا ناول کے قصے ہیں،، فاطمہ خانم نے اسپر رائے دی ہی کہ ان بیچاروں کا کچھ قصور نہیں۔ گائڈ جو کچھ سیاحوں سے کہدیتے ہیں اُنکو یقین کرنا پڑتا ہی،، ہمارے دوست جو جامع ازہر کی سیر سے محروم رہ گئے تھے اُنکو بھی گائڈ ہی نے دھوکا دیا تھا۔

غرض یورپ کی تحریروں اور سفرناموں سے میرے سفرنامہ کا مختلف ہونا لازمی بات تھی اگرچہ اِس اختلاف کے اسباب بیان کرنیمیں اِس قدر اطناب کہ بجائے خود ایک مستقل مضمون بنجائے موزوں تھا ترکی کے سفر سے جو اثر میرے دل پر ہوا اُسکا یہاں ظاہر کرنا چنداں ضرور نہیں۔ اِس سفرنامہ کے پڑھنے سے خود اسکا پتہ لگ سکتا ہی۔ البتہ اِس قدر کہنا ضرور ہی کہ سلطنت کی حیثیت سے اگر قطع نظر کیجائے تو مسلمانوں کی حالت وہاں بھی کچھ زیادہ مسرت اور اطمینان کے قابل نہیں ہی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بہت سی باتوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کے قریب قریب ہی صنعت سے اُنکو کچھ واسطہ نہیں تجارت میں انکا بہت کم حصہ ہی معمولی دوکاندار تک یہودی یا عیسائی ہیں۔ پُرانی تعلیم نہایت ابتر ہی اور ہوتی جاتی ہی نئی تعلیم کے متعلق جو شکایت یہاں ہی وہاں بھی ہی پرانی تہذیب اور نئی تہذیب میں ابھی تک رقابت ہی اور دونوں سے ملکر کوئی مرکب مزاج پیدا نہیں ہوا ہے پرانے خیال والے ابھی تک زمانہ کی رفتار سے بے خبر ہیں نئے مذاق کے لوگ جسقدر کہتے ہیں کرتے نہیں۔ ہمت غیرت جوش۔ عزم استقلال کے بجائے کل قوم پر (من حیث الاغلب) افسردگی سی چھائی ہوئی ہے جو شخص جس حال میں ہے اُسی پر قانع ہے۔ موجودہ حالت تو یہ ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

لہ یہ ایک نہایت معزز اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں عربی فارسی و ترکی کے علاوہ (جو انکی مادری زبان ہی) فرنچ زبان نہایت عمدہ جانتی ہیں یورپ کو ترکی خاتونوں کی نسبت جس قسم کی غلط معلومات حاصل ہیں اُنکی اصلاح کیلئے اُنھوں نے ناول کے طور پر ایک کتاب لکھی ہی جسکا نام نساء المسلمین ہی یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہو گئی ہی اور امریکہ کی خاتونیں پیش ہوکر وہاں کے اہتمام سے انگریزی میں بھی اسکا ترجمہ ہوگیا ہی اردو میں بھی اسکا ترجمہ ہوگیا۔ اور محمڈن پریس علی گڈھ میں چھپا ہی قیمت ۸ مجلد ہی

سفر کا ارادہ اور آغاز

سفر کے ارادہ کا سبب

جس زمانہ میں مجکو ہیروز آف اسلام کا خیال پیدا ہوا اُسی وقت یہ خیال بھی آیا کہ ہمارے ملک میں جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہی وہ اس مقصد کے لئے کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا یہی خیال تھا جسنے اول اول اس سفر کی تحریک دل میں پیدا کی کیونکہ یہ یقین تھا کہ مصر و روم میں اسلامی تصنیفات کا جو بقیہ رہ گیا ہی اُنسے ایک ایسا سلسلہ تالیف ضرور تیار ہو سکتا ہے ۔

اگرچہ یہ عزم مستقل ہو چکا تھا لیکن چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی ۔ یہانتک کہ بظاہر اسباب نا امیدی سی پیدا ہو گئی اور وہ عزم ایک ضعیف سا خیال رہ گیا ۔ گذشتہ سال عجیب اتفاقی طور پر اس ارادہ کو تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی پچھلے سال میں اکثر بیمار رہا یہانتک کہ علاج سے تنگ آکر تبدیل آب و ہوا کا ارادہ کیا ۔ چنانچہ مکان وغیرہ کے بندوبست کیلئے الموڑہ اور کشمیر میں دوستوں کو خط لکھے اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ جو مدرسۃ العلوم کے پروفیسر فلاسفی اور میرے اوستاد ہیں (میں نے اُنسے فرنچ زبان سیکھی ہے) آج ہی کل ولایت جانیوالے ہیں ۔ دفعۃً خیال آیا کہ مصر و روم کا سفر آب و ہوا کی تبدیل مسٹر آرنلڈ کا ساتھ ۔ اتفاق سے یہ سامان جمع ہو گئے ہیں ۔ اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے چنانچہ اُسی وقت صاحب موصوف کے پاس گیا کہ میں بھی آپکے ساتھ چلتا ہوں اُنھوں نے نہایت خوشی ظاہر کی اور فرمایا کہ جہانتک ممکن ہی سفر کے ضروری کاموں میں تمکو کافی مدد دونگا ۔

اُسوقت جہاز کی روانگی میں صرف تین چار روز باقی تھے ۔ احباب و اعزہ نے سُنا تو سخت متعجب ہوئے اور اکثروں نے سمجھایا کہ اس جلدی اور بے سروسامانی کے ساتھ اتنا بڑا لمبا سفر کونسی دانشمندی کی بات ہے ۔ میں نے کہا ع ہرچہ بادا باد من کشتی در آب انداختم ۔

کالج میں گرمیوں کی تعطیل معمولاً تین مہینے کی ہوا کرتی ہی ۔ مدت ملازمت کے لحاظ سے مجکو تین مہینے کی پریولج رخصت کا حق تھا اس طرح دونوں کو ملا کر چھ مہینے کی رخصت ملگئی ۔ اور ۲۶ اپریل ۱۸۹۲ء کو میں علی گڈھ سے چل کھڑا ہوا ۔ مسٹر آرنلڈ اپنے ایک دوست سے ملنے کیلئے ایک دو دن پہلے جھانسی روانہ ہو گئے تھے ۔ جھانسی کے اسٹیشن سے اُنکا ساتھ ہوا اور تمام راہ بڑی لطف و مسرت سے کٹی ۔ مسٹر آرنلڈ نے حاجی رحمت اللہ ابن داؤد کو جو بمبئی کے ایک معزز اور روشن ضمیر تاجر ہیں خط

ذریعہ سے اپنے آنیکی اطلاع دیدی تھی جسمیں میری معیت کا بھی ذکر تھا چونکہ اتفاقاً ہمارے پہلے انتظام
میں کسی قدر تبدیلی ہو گئی۔ ہم لوگ تاریخ معینہ کے دو دن بعد بمبئی پہونچے مسٹر آرنلڈ بیمار اور اپنا اسباب
لیکروسٹن ہوٹل کو گئے۔ میں بازار میں پھر رہا تھا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُس سے پوچھا
کہ تم حاجی رحمت اللہ کو جانتے ہو۔ بولا کہ آپ مولوی شبلی تو نہیں ہیں میں اُسکے اس تفرس پر جو
کشف سے کم نہ تھا حیرت زدہ ہو گیا۔ اُسنے کہا کہ ہم دو دن سے آپکے لئے حیران ہوتے ہیں چلئے
حاجی صاحب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے مسٹر آرنلڈ کو بھی ہوٹل سے بلا لیا اور ہم
دونوں اُنکے باغ میں ٹھہرے۔

جس روز ہم بمبئی پہونچے اُسکے دوسرے دن ہمارا جہاز روانہ ہونے کو تھا۔ اسلئے ہم نے اپنا تمام
وقت سفر کے ضروری کاموں میں صرف کیا اور بمبئی میں جو اسلامی مدرسے اور انجمنیں ہیں اُن کی سیر
نکر سکے کک کمپنی کی معرفت جہاز کا ٹکٹ لیا جس جہاز پر ہم جانیوالے تھے اُسکا کرایہ بمبئی سے پورٹ
سعید تک سکنڈ کلاس کا [illegible] تھا میں نے یہ سخت غلطی کی کہ ریٹرن ٹکٹ نہیں لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ واپسی کیوقت پورٹ سعید سے بمبئی تک کے [illegible] پونڈ یعنی [illegible] دینے پڑے۔ پہلی ہی کو صبح
۹ بجے ہم جہاز پر سوار ہوئے۔ قریباً بارہ بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا اور ہم نے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا پڑھکر
ہندوستان کو خدا حافظ کہا۔ سیکنڈ کلاس میں صرف پانچ مسافر تھے اور یہ عجیب اتفاق کہ سب کے سب
مختلف نسل سے تھے۔ یعنی ایک مسلمان ایک انگریز۔ ایک پارسی ایک اسپینیر ایک سیامی۔

جہاز کی حرکت اول اول تو چنداں ناگوار نہیں معلوم ہوئی۔ لیکن شام کے قریب طبیعت متغیر
ہونی شروع ہوئی رات کا کھانا کھا کر سو رہے۔ صبح کو آنکھ کھلی تو عجیب کیفیت تھی۔ دوران سر
اور متلی کی ایسی سخت تکلیف تھی جو کسی طرح بیان میں نہیں آسکتی۔ دو دن تک غشی کی سی حالت رہی جہاز
کا ملازم کبھی کبھی چار بسکٹ۔ نارنگیاں لاتا تھا کہ کچھ کھاؤ۔ لیکن ان چیزوں کے دیکھنے سے اُبکائی آتی تھی
مسٹر آرنلڈ چائے پی لیا کرتے تھے۔ اگرچہ ہضم نہیں ہوتی تھی لیکن قے کرنے سے طبیعت ہلکی ہو جاتی
تھی انکے اصرار سے میں نے بھی دو ایک بار چائے پیکر قے کی اور فائدہ محسوس ہوا۔ تیسرے دن ہم سب اُٹھ بیٹھے

سمندر کی ہوا

ہم سنا کرتے تھے کہ سمندر کی ہوا تندرستی کیلئے نہایت مفید ہے۔ درحقیقت جہاز کا سفر سو علاجوں کا
ایک علاج ہے۔ میں جہاز پر سوار ہونے کے وقت تک ضعیف اور مضمحل تھا۔ لیکن روز بروز چاق و

دچسپ ہوتا گیا۔ طبیعت کو ہر وقت نشاط رہتا تھا اور بھوک خوب لگتی تھی ہم لوگوں کو پانچ وقت کھانا ملتا تھا یعنی صبح کو آٹھ بجے چائے۔ دودھ بسکٹ۔ گیارہ بجے معمولی کھانا جس میں متعدد قسم کے سالن ہوتے تھے ایک بجے ٹفن۔ پانچ بجے ڈنر جس میں معمولی گوشت کے علاوہ مرغ۔ بط۔ کبوتر۔ ہر قسم کی پڈنگ ساتر اور خشک میوے ہوتے تھے کبھی کبھی برف کی قفلیاں بھی ہوتی تھیں رات کو ۹ بجے چائے اور مکھن ہر وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور سب ہضم ہو جاتا تھا۔

میں تمام دن دریا کے سیر و تماشے میں مشغول رہتا تھا مسٹر آرنلڈ نے عربی پڑھنی شروع کر دی تھی ہمارے ساتھ جو اسپین کا عیسائی تھا مسٹر آرنلڈ کے عربی پڑھنے سے جلتا تھا۔ اکثر ان کے پاس آتا اور تحقیر کے عربی حرفوں کو نہایت برے لہجہ سے ادا کرتا اور کہتا کہ یہ زبان اونٹوں کی زبان ہے اگرچہ مجکو اسکی ان حرکتوں سے رنج ہوتا تھا لیکن جو قوم ایک مدت تک ذلت کے ساتھ عرب کے زیر دست رہ چکی تھی عرب اور عربی زبان کے ساتھ اسکا یہ سلوک بیجا نہ تھا۔

چونکہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جہاز پر پرند جانور ذبح نہیں کیے جاتے اور مولوی سمیع اللہ خانصاحب نے اپنے سفرنامے میں تجربہ سے اسکی تصدیق بھی کی ہے میں نے دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا۔ مسٹر آرنلڈ نے مجھسے اسکا سبب دریافت کیا میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں منخنقہ حرام ہے بولے کہ اس جہاز پر پرند جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ گردن مروڑ کر مارے نہیں جاتے۔ چونکہ شرعاً ان کی تنہا شہادت کافی نہ تھی میں خود گیا اور اسکی تصدیق کی ذبح کرنے والا عیسائی تھا۔ وہ ذبح کرنے کے وقت کچھ پڑھتا نہ تھا۔ صرف گردن پر چھری پھیر دیتا تھا۔ اگرچہ حنفیوں کے یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں لیکن اس مسئلہ میں چند دنوں کیلئے میں شافعی بن گیا تھا جنکے یہاں ہر طرح کا ذبیحہ جائز ہے۔

پرند جانور ذبح کیے جاتے تھے

جہاز پر مسٹر آرنلڈ وہ آرنلڈ نہیں رہے تھے جو علی گڈہ میں تھے۔ نہ وہ متانت تھی نہ وہ کم آمیزی اکثر ہنسی مذاق کیا کرتے۔ بچوں سے کھیلتے اور جہاز کی چھت پر اچھلتے کودتے چلتے۔ میں نے حالات سفر کے متعلق ایک قصیدہ لکھنا شروع کر دیا تھا اور درحقیقت سمندر کی فضا کچھ ایسی دلچسپ اور نشاط انگیز ہے کہ موزوں طبع آدمی جہاز کے سفر میں خواہ مخواہ گنگنا اٹھتا ہے۔

۱۸۹۲ء مئی کو جہاز عدن پہنچا اور کنارے سے کسی قدر فاصلہ پر لنگر انداز ہوا عدن میں بڑی دلچسپی یہ ہے کہ سمالی قوم کے بہت سے لڑکے ڈونگیوں پر سوار جہاز کے قریب آتے ہیں اور جہاز والوں

سے انعام لینے کیلئے عجیب عجیب متبذل حرکتیں کرتے ہیں۔ کچھ ناچتے ہیں گاتے ہیں کچھ آپسمیں ملکر چند بے معنی الفاظ کہتے ہیں اور بغلیں بجاتے ہیں بڑا کمال یہ ہی کہ لوگ دوانی۔ چونی پیسے۔ جو کچھ اُنکو انعام دینا چاہتے ہیں سمندر میں پھینکدیتے ہیں۔ اور وہ غوطہ مار کر نکال لاتے ہیں اکثر انگریز اِس تماشے میں مشغول تھے اور آرنلڈ کو بھی اِس میں مزہ آتا تھا۔ لیکن میری کچھ اور حالت تھی چونکہ غلطی سے میرا یہ خیال تھا کہ یہاں عموماً عرب آباد ہیں اِس لئے یہ طبعی بات تھی کہ میں اُن کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا لیکن وہ انعام لینے کے لئے ایسی متبذل و ناموزوں اور حقیر حرکات کرتے تھے کہ کسی طرح طبیعت کو گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ عبرت ہوتی تھی کہ عرب کی یہ حالت ہے کہ غیروں کے سامنے اِس قسم کی حرکات سے اُنکو شرم نہیں آتی۔ ان خیالات سے بے اختیار میرا دل بھر آتا تھا یہانتک کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بے اختیار زبان سے نکلا کہ قم یا عمم آرنلڈ پاس تھے۔ میری تغیر حالت پر اُنکو خیال ہوا۔ میں نے دلکی کیفیت اور اِس کا سبب بیان کیا۔ ایک بار آنکھ اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور چپ ہو رہے شہر میں جا کر جب میں نے تحقیق کی اور تمام باتوں سے ثابت ہو گیا کہ سمالی قوم عرب نہیں ہے تو مجکو کسی قدر تسکین ہوئی۔ یہی غصہ اور رنج تھا جسکی وجہ سے میں نے قصیدہ سفریہ میں اِس کمبخت قوم کی سخت ہجو کی ہے اور درحقیقت وہ اِسکے مستحق ہیں۔

سمالی قوم کے متبذل حرکات

چونکہ وقت کم تھا اسلیئے میں شہر کے اندرونی حصے کو نہ دیکھ سکا۔ ہندوستان کو خط روانہ کئے ایک خط کے سرنامہ پر یہ اشعار لکھے جو اُسی وقت موزوں ہوئے تھے ؎

چون کمر بستم بعزم این سفر از روی عزم ہر کسی را لبس شگفت آمد کہ حاصل چیست زین	دشمن و ہم دوست را در پیچ و تاب انداختم تا جرا خود را بدین ساں در عذاب انداختم
ہر یکے پندم ہمی داد و ہمے گفتے کہ ہین + چوں بجاجت را زحد بردند گفتم بس کنید	زین سخن از عارض معنی نقاب انداختم ہر چہ بادا باد من کشتی در آب انداختم

عدن کی زبان

عدن کی زبان عموماً عربی ہی اور پارسی۔ ہندو۔ بنگالی۔ جو تجارت یا نوکری کے ذریعہ سے یہاں رہتے ہیں بے تکلف عربی بولتے ہیں۔ چونکہ میں نے کبھی کسی ہندو کی زبان سے اِس مقدس زبان کے الفاظ نہیں سُنے تھے۔ بنیوں اور بقالوں کو این تروح ماتبغی بولتے دیکھکر عجب مزہ آتا تھا۔

یہاں کی زبان گو عربی ہی لیکن نہایت بیہودہ اور غیر فصیح ہے۔ اگرچہ آجکل تمام اُن ملکوں میں

جہاں عربی بولی جاتی ہے قدیم عربی نہیں۔ لیکن عدن کی زبان سب سے نرالی ہے دو چار معمولی الفاظ کے سوا میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔ غالباً یہاں کی زبان ایک مدت سے اجنبیوں کے اختلاط سے خراب ہوتے ہوتے اس حالت کو پہونچی ہے علامہ مقدسی جو عرب کا ایک نامور سیاح گزرا ہے۔ اور جس نے چوتھی صدی کے آغاز میں دنیا کا سفر کیا تھا اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے کہ عدن میں جو قومیں بستی ہیں انمیں زیادہ اہل فارس ہیں،، علامہ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں عموماً جیم کے بجائے کاف بولتے ہیں۔ اور جلیبہ کے بجائے رجلبینہ وعلی ہذا،، جب علامۂ موصوف کے عہد میں یہ حال تھا تو مرہٹوں اور گجراتیوں کے اختلاط کے بعد یہاں کی زبان کی نسبت کیا شکایت ہو سکتی ہے۔

عدن میں ایک جرمنی ہمارے جہاز پر سوار ہوا جو جرمن کے مشہور عجائب خانہ کا ملازم ہے اور مدت تک ان اطراف میں رہ کر یورپ کو واپس جا رہا ہے۔ سیاحی و تجارت کی بدولت وہ متعدد زبانوں میں بے تکلف بات چیت کر سکتا ہے جب وہ جہاز کے افسروں سے اٹالیں میں آرنلڈ سے انگریزی میں۔ مجھ سے عربی میں گفتگو کرتا تھا تو مجکو سخت تعجب اور رشک ہوتا تھا کھانے کی میز پر جب ہم سب جمع ہوتے تھے تو یہی ایک شخص تھا جو سب کا ترجمان بنتا تھا۔ اس نے عرب افریقہ کے جنگلوں سے بہت سے عجیب غریب جانور بہم پہونچائے ہیں ایک بڑے پنجرے میں افریقہ کے بندر تھے جنکی ہیئت معمولی بندروں سے کچھ الگ تھی ان میں زیادہ تر تعجب انگیز بات یہ تھی کہ جب وہ کسی کو اپنی طرف آتا دیکھکر غل مچاتے تھے تو انکی آواز سے بعض حروف مفہوم ہوتے تھے میں نے اولاً خیال کیا کہ ہم لوگ جس طرح مثلاً بلی کی آواز کو میاؤں سے تعبیر کرتے ہیں یہ بھی اسی قسم کے فرضی الفاظ ہیں۔ لیکن چند بار میں نے غور سے سنا تو صاف صاف ل اور یا کی آواز محسوس ہوتی تھی۔ یہانتک کہ اگر کوئی شخص پردے سے سنتا تو ہرگز خیال نہ کر سکتا کہ بندر کی آواز ہے میں نے مسٹر آرنلڈ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے بھی تصدیق کی غالباً اسی قسم کی مثالوں سے یورپ میں بعض لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ بندر بھی بول سکتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک صاحب نے مدت کی تجربے اور تحقیق کے بعد اس زبان کے چند حروف دریافت کئے ہیں۔

عجیب و غریب بندر

عدن سے چونکہ دلچسپی کے نئے سامان پیدا ہو گئے تھے اس لئے ہم بڑے لطف سے سفر کر رہے تھے۔ لیکن دوسرے ہی دن ایک پرخطر واقعہ پیش آیا جس نے تھوڑی دیر تک مجکو سخت پریشان رکھا

ایک ناگوار واقعہ

۱۰ مئی کی صبح کو میں سوتے سے اُٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا میں نے دیکھا تو قمتی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھرتے ہیں اور اُسکی درستی کی تدبیریں کر رہے ہیں انجن بالکل بیکار ہوگیا تھا - اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا میں سخت گھبرایا اور نہایت ناگوار خیالات دل میں آنے لگے اس اضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا وہ اُس وقت نہایت اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے - بولے ہاں انجن ٹوٹ گیا ہے - میں نے کہا کہ آپ کو کچھ اضطراب نہیں ؟ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا کیا موقع ہے ؟ فرمایا کہ جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے اور ایسے قابل قدر وقت کو رائگاں کرنا بالکل بے عقلی ہے اُنکے استقلال اور جرات سے مجکو بھی اطمینان ہوا - آٹھ گھنٹے کے بعد انجن درست ہوا اور بدستور چلنے لگا -

مسٹر آرنلڈ کا استقلال

۱۳ مئی کو جہاز سویز پہونچا اور تین چار گھنٹے کے لئے ٹھہرا - مصری عرب - پنیر - کھجور روٹیاں بیچنے کے لئے لائے ان میں سے ایک نے مجکو ہندوستانی خیال کر کے اردو میں باتیں کرنی شروع کیں مجکو تعجب ہوا اور جب دریافت سے معلوم ہوا کہ اسنے کبھی ہندوستان کی صورت نہیں دیکھی تو اردو کی عالمگیری پر مجکو اور بھی تعجب ہوا - ۱۴ مئی کو ہم پورٹ سعید پہونچے اور نہایت افسوس کے ساتھ مجکو مسٹر آرنلڈ سے جدا ہونا پڑا - بمبئی سے میں نے برنڈزی تک کا ٹکٹ لیا تھا - پورٹ سعید پہونچکر یہ خیال ہوا کہ برنڈزی تک آرنلڈ کا ساتھ ہے لیکن وہاں سے قسطنطنیہ تک ایک ہفتہ کا سفر ہے اتنی مدت تک محض اجنبیوں سے سابقہ اور زبان اور ملک کی اجنبیت کی وجہ سے ہر کام میں دقت ہوگی اس خیال کی بنا پر میں نے پہلی اسکیم بالکل بدل دی اور ارادہ کر لیا کہ شام کے راستہ سے قسطنطنیہ جاؤں گا -

جہاز نے جس وقت لنگر کیا - کک کمپنی کا ایک ملازم اپنے مسافروں کی خبر گیری کیلئے جہاز پر آیا جہاز کنارہ سے ذرا فاصلہ پر کھڑا ہوتا ہے - اس لئے مسافروں کے اتارنے کے لئے کک کمپنی کی طرف سے ایک چھوٹی سی کشتی ہمیشہ تیار رہتی ہے ان بندرگاہوں میں جہاز سے اترنے کے وقت ناتجربہ کار آدمی کو سخت مصیبت پیش آتی ہے - جہاز کے لنگر کرنے کے ساتھ قلی اور ملاح ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں اور مسافروں کو سخت پریشان کرتے ہیں انکے ہجوم - شور و غل اور اسباب کی چھینا جھپٹی میں مسافر

بالکل بدحواس ہوجاتا ہی۔ بہرا روقت کنارے پر پہونچا تو گھنٹوں کرایہ کی بحث اور تکرار رہتی ہی ان بلاؤں سے محفوظ رہنے کا عمدہ طریقہ یہ ہی کہ کاک کمپنی کے ملازموں کے سوا۔ اور کسی سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔

ہم کنارے پر پہونچے تو شیموبل نے جو پہلے سے ہمارے انتظار میں کھڑا تھا بڑھکر ہم سے شیک ہنڈ کی یہ شخص قوم کا یہودی ہے اور کک کمپنی کی طرف سے مسافرونکی خبر گیری اور ہر قسم کی مدد دینے کے لئے متعین ہی وہ متعدد زبانیں جانتا ہی اور بالخصوص عربی۔ انگریزی۔ فرنچ نہایت بے تکلفی سے بول سکتا ہی۔ لطف یہ ہی کہ اُردو میں بھی نہایت آسانی سے بات چیت کرسکتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہ چکا ہے۔ ہم اُسکے ساتھ اُسکے دفتر میں گئے۔ دفتر کا مکان لب دریا ہے اور میز کرسی سے اچھی طرح آراستہ ہے۔ میز پر ہمیشہ بہت سے اخبارات موجود رہتی ہیں جن میں زیادہ تر جہازوں کے متعلق خبریں اور اشتہارات ہوتے ہیں سب سے پہلے ہم نے اُس سی ٹکٹ بدلوانے کی بابت گفتگو کی یعنی یہ کہ اگر ہم یہاں اُتر جائیں اور قسطنطنیہ کا نیا ٹکٹ لیں تو جو زائد کرایہ ہم برنڈزی تک کا دے چکے ہیں وہ مجرا ہل سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ وہ خود اسکا جواب نہیں دیسکتا تھا کمپنی کے بڑے دفتر میں گیا اور وہاں سے واپس آکر کہا کہ تم اسی ٹکٹ سے قسطنطنیہ تک جاسکتے ہو صرف دو پونڈ یعنی ۳۲ روپے اور دینے ہونگے۔ میں بہت خوش ہوا اور اس کارگزاری کے صلے میں آٹھ روپے اُسکے نذر کئے یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ قسطنطنیہ جانے والا جہاز اُسوقت تیار تھا ورنہ پندرہ دن تک پورٹ سعید میں ٹھہرنا پڑتا۔

پورٹ سعید ایک چھوٹا سا خوبصورت بندرگاہ ہی۔ آبادی کے دو حصے ہیں جو حصہ دریا سے متصل ہے اُس میں عموماً یورپین سوداگر رہتے ہیں۔ اور بہت بڑے بڑے ہوٹل۔ قہوہ خانے اور تھیئٹر وغیرہ ہیں ایک قہوہ خانہ عین دریا کے کنارے پر ہے اور بہت ہی پرفضا ہے۔ نہایت ترتیب کے ساتھ سنگ مرمر کے تختے کی چھوٹی چھوٹی میزیں اور اُنکے گرد کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ قہوہ چائے توس۔ مکھن ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس حصے میں کثرت سے دکانیں ہیں اور نہایت شاندار اور آراستہ ہیں دوسرے حصہ میں زیادہ تر یہاں کے اصلی باشندے سکونت رکھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ تمام چیزیں نہایت پست حالت میں ہیں۔ ہوٹل کے بجائے باورچیوں کی کثیف دکانیں ہیں۔

اول اول جب میں اس شہر کی سیر کو نکلا تو ہر چیز کو بڑے شوق اور استغراق کی نگاہ سے دیکھتا تھا

کیونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے سلطنت اسلام کی آبادی دیکھی ۔ حرمین شریفین کی زیارت سے گو اس سے پہلے مشرف ہو چکا تھا لیکن وہ خدا کا ملک ہے اور میں دنیوی سلطنت اور حکومت کا ذکر کر رہا ہوں جب کوئی بلند اور شاندار عمارت دیکھتا تو اس خیال سے خوش ہوتا کہ الحمد اللہ ان ملکوں میں مسلمان خوشحال اور دولتمند ہیں لیکن دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوتا کہ کسی یورپین سوداگر کا مکان ہے سارے شہر میں ایک بھی عمدہ دکان یا بلند عمارت کسی مسلمان کی نہ تھی ۔ افسوس ۶ بہر زمین کہ رسیدیم آسماں پیداست ۔ البتہ یورپین آبادی کے خاتمے پر ایک شاہی مسجد ہے اور وہ بہت پر رفعت اور شاندار ہے

تھوڑی دیر بازار میں پھر پھرا کر قسطنطنیہ جانے والے جہاز پر سوار ہوا ۔ شیمویل اور مسٹر آرنلڈ ساتھ تھے ۔ چونکہ یہ بیت المقدس کے حج کا زمانہ تھا ۔ اسلئے فرسٹ اور سکنڈ دونوں درجے عیسائی حاجیوں سے بھرے ہوئے تھے ۔ مسٹر آرنلڈ نے کہا مجکو ڈر ہے کہ تمکو تکلیف نہ پہونچے یہ لوگ مذہب کے سخت پابند ہیں اور اس لئے ضرور ہے کہ ان میں تعصب ہو ۔ تم غیر مذہب ہو غیر قوم ہو تمہاری معیت انکو کیونکر گوارا ہوگی ۔ لیکن مجکو تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ کا خیال صحیح نہ تھا وہ لوگ پابند مذہب تھے لیکن فریخ اور اٹالین تھے انگریز نہ تھے اس لئے کم آمیزی اور فاتح مفتوح کا امتیاز جو فاتح قوم کی مخصوص صفتیں ہیں آئین بالکل نہ تھیں ۔ مسٹر آرنلڈ تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئے میں نے انکو خدا حافظ کہا ۔ اور ساتھ ہی یہ فکر پیدا ہوئی کہ دیکھئے تنہائی میں اب کیونکر گذرتی ہے

۱۵ مئی کو جہاز یافہ پہونچا ہمارے اکثر یورپین ہمسفر یہاں اتر گئے ۔ بیت المقدس یہاں سے صرف رات بھر کا راستہ ہے ۔ چونکہ وقت کم تھا اس لئے میں یہاں اتر نہ سکا ۔

۱۶ مئی کو بیروت پہونچے ۔ یہاں جہاز عموماً دوپہر سے کم نہیں ٹھرتا ۔ چونکہ یہ ایک تاریخی مقام اور نہایت قدیم شہر ہے اسلئے میں اسکے دیکھنے کا بہت شائق تھا کنارے پر پہونچکر بڑی دقت پیش آئی کہ وہاں تذکرہ یعنی پروانہ راہداری کے بغیر کسی کو اترنے نہیں دیتے تھے ۔ میں ہندوستان سے اس عجلت میں چلا تھا کہ پاسپورٹ لینے کا موقع نہیں ملسکا تھا ۔ پہلے تو میں بہت گھبرایا کہ افسوس یہ سیر مفت میں رہی جاتی ہے ۔ لیکن پھر خیال آیا ۔ اور میں نے ان لوگوں سے کہا کہ میں یہاں ٹھیرنا نہیں چاہتا ۔ صرف سیر کرنی مقصود ہے ان لوگوں میں سے ایک نے خدا جانے کیونکر پہچانا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں غریب الوطن سمجھکر مہربانی کی اور ایک آدمی ساتھ کر دیا کہ یہ تمکو شہر کی سیر کرا دیگا

چونکہ پہلے سے ارادہ تھا کہ قسطنطنیہ سے واپس آتے ہوئے یہاں دو ایک روز قیام کروں گا اسلیے اس دفعہ صرف سرسری طور پر بازار وغیرہ کی سیر کی۔ کتابوں کی دکانیں دیکھیں۔ گزرگاہ عام پر ایک قہوہ خانہ تھا۔ تھوڑی دیر تک وہاں ٹھہرا۔ اور راہ چلتوں کا تماشا دیکھتا رہا جب کوئی شخص شان و شوکت کے ساتھ گاڑی یا گھوڑے پر سوار سامنے سے گزرتا تو میں اپنے رہنما سے پوچھتا کہ کون ہے اور اکثر وہ یہ جواب دیتا کہ "وہ عیسائی"

بیروت کی سیر

یہاں سب سے زیادہ مجکو یہ بات پسند آئی کہ تمام دکاندار اور پیشے والے حتی کہ قلی اور مزدور بھی نہایت باوضع اور پاکیزہ لباس تھے۔ تین چار گھنٹے ادھر ادھر پھر کر واپس آیا۔ ایک اٹھنی رہنما صاحب کی نذر کی اور انسے رخصت ہوکر جہاز پر پہونچا۔

پورٹ سعید سے سفر کی حالت میں جو تجدد ہوا وہ یہ تھا کہ بمبئی سے پورٹ سعید تک جہاز پر کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہاں پہنچکر دو ایک مسلمان نظر آئے۔ اور بیروت میں تو سارا جہاز شامی عربوں سے بھر گیا بدقسمتی سے فرسٹ اور سکنڈ کلاس کو تو یہ عزت نصیب نہیں ہوئی لیکن تیسرے درجے میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان تھے میں شروع سفر سے مسلمانوں کی صورت کو ترس گیا تھا یہ مجمع دیکھکر حد سے زیادہ خوشی ہوئی فرسٹ کلاس کی چھت نہایت صاف اور پر فضا جگہ تھی اور میں اکثر وہیں بیٹھکر دریا کی سیر کیا کرتا تھا لیکن جب یہ صحبت نصیب ہوئی تو میں نے بھولکر بھی ادھر قدم نہیں رکھا۔

اول اول مجکو ان لوگوں سے میل جول پیدا کرنے میں سخت دقت پیش آئی یہ لوگ چھت پر جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ اور دو دو چار چار آدمیوں کی الگ الگ جماعتیں تھیں میں بڑے شوق سے ان کے پاس گیا لیکن وہ مطلقاً متوجہ نہ ہوئے جس شخص کے پاس کھڑا ہوا۔ اس نے ایک بار آنکھ اٹھاکر میری طرف دیکھا اور گردن نیچی کر لی۔ مجکو اس بد اخلاقی پر سخت تعجب ہوا دل میں کہتا تھا کہ عربوں کی مہمان نوازی کی یہ کچھ تعریفیں سنی تھیں! انکو بات چیت میں بھی مضائقہ ہے۔ ان میں مدرسہ حربیہ کے چند طلبا تھے جو رخصت لیکر وطن میں آئے تھے۔ اور اب قسطنطنیہ جا رہے تھے یہ کبھی دل بہلانیکے لئے دیواں پڑھا کرتے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ ہمفنی کے ذریعے سے تعارف پیدا کروں۔ چنانچہ انکے پاس گیا اور دخل در معقولات کے طور پر اپنی مولویت اور علمیت جتانی شروع کی وہ اسپر بھی متوجہ نہوئے میں اپنا سا منہ لیکر چلا آیا۔ لیکن مجکو یقین تھا کہ اس واقعہ کا ضرور کوئی خاص سبب ہے اتفاقاً ایک موقع ایسا

شخص نے میرا مذہب پوچھا میں نے کہا "دو اسلام" بولا لا واللہ الھل ظر بوشی المسلمو یعنے ہرگز نہیں کہیں مسلمان بھی ایسی ٹوپی اوڑھتے ہیں" بدقسمتی سے میرے سر پر ایرانی ٹوپی تھی اور اس وجہ سے تمام عرب مجکو مجوسی سمجھتے تھے۔ یہ معما جب حل ہوا تو میں نے اُن لوگوں کے دل سے اس بدگمانی کو رفع کر دیا اور پھر وہ ایسے شیر وشکر ہوئے کہ ایک دم کو مجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ مدرسہ حربیہ کے طلبا سے زیادہ صحبت رہتی تھی۔ قسطنطنیہ کے متعلق میں نے بہت سی ضروری باتیں اُنسے دریافت کیں اور در حقیقت ان معلومات سے مجکو بہت فائدہ ہوا۔

اس بات کا اثر کہ اب ہم اسلامی دنیا میں ہیں جہاز پر بھی محسوس ہوتا تھا۔ بمبئی سے سوئیز تک تھرڈ کلاس کے مسافروں کیساتھ قلیوں کی طرح برتاؤ کیا جاتا تھا۔ لیکن ان ممالک میں یہ حالت بالکل بدل گئی۔ جہاز کے افسر اور ملازم جو عموماً یوروپین ہیں ان مسافروں کو دل میں جو کچھ سمجھتے ہوں لیکن ظاہر میں انسے کوئی بُرا برتاؤ نہیں کر سکتے تھے۔ متعدد موقعے پیش آئے جنمیں میں نے دیکھا کہ زیادتی مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوتی تھی لیکن افسران جہاز کو اغماض کرنا پڑتا تھا۔

"اسی کو جہاز سایپرس پہونچا یہ ایک مختصر سا جزیرہ ہے جو بحر روم میں واقع ہے اور جسکو عربی میں قبرس کہتے ہیں یہ جزیرہ اسلام کی قدیم فتوحات کی یادگار ہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ۲۸ھ میں امیر معاویہ نے اسپر حملہ کیا۔ شہر والوں نے اسپر صلح کی کہ جس طرح ہم سلطنت روم کو خراج دیتے ہیں تمکو بھی سات ہزار دو سو دینار سالانہ دیا کرینگے۔ اور تم میں اور رومیوں میں کبھی جنگ ہوگی تو ہمکو کسی سے واسطہ نہوگا امیر معاویہؓ نے یہ شرط قبول کرلی۔ لیکن ۳۲ھ میں اُن لوگوں نے خلاف عہد مسلمانوں کے مقابلے میں رومیوں کو مدد دی امیر موصوف نے پانسو کشتیوں کے بیڑے کے ساتھ دوبارہ چڑھائی کی اور نہایت آسانی سے فتح کرلیا۔ تاہم تعداد خراج اور صلح کی شرطیں وہی رہنے دیں انکے حکم سے بارہ ہزار عرب وہاں جاکر آباد ہوئے اور مکانات اور مسجدیں تعمیر کیں۔ ایک مدت کے بعد یہ جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور کئی بار فتح ہو ہو کر پھر نکل گیا۔ سب سے اخیر ترکوں نے ۱۵۷۰ء میں عیسائیوں سے واپس لیا اور اب تک انہی کے قبضہ میں تھا۔ روم و روس کی اخیر جنگ میں انگریزوں نے اس شرط پر لیا کہ

سایپرس

۱؎ جغرافیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس جزیرہ میں نو صوبے بارہ شہر آٹھ سو پانچ گاؤں اور دس لاکھ باشندے تھے ترکوں نے ۱۵۷۰ء میں اسپر قبضہ کیا اب باشندے ستر ہزار ہیں لارنکہ کی شراب نہایت مشہور ہے اور حریر بھی عمدہ ہوتا ہے

سالانہ خراج جو سلطان کو ملتا تھا اب بھی ملتا رہے گا چنانچہ اب وہاں انگریزی حکومت اور انگریزی انتظام ہے۔

اس جزیرے میں لزمکہ اور لماسون دو بڑے بڑے شہر ہیں اور دونوں جگہ تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے جہاز لنگر کرتا ہے۔ میں نے لماسوں کی سیر کی چونکہ یہاں انگریزی حکومت ہے اس لئے راہداری کے پروانہ کی پرس وجو نہ تھی۔ میں شہر میں داخل ہوا تو میرے سر پر ایرانی ٹوپی اور بدن میں شیروانی اچکن تھی۔ غالباً وہاں کے لوگوں نے یہ وضع کبھی دیکھی نہ تھی۔ میں جدھر سے گذرتا لوگ تعجب سے دیکھتے اور کہیں کھڑا ہوتا تو تماشائیوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ سب سے پہلے میں جامع مسجد میں گیا مسجد کے متصل ایک مکتب ہے وہاں ایک مولوی صاحب جو نہایت باوقار اور خوش لباس تھے ابتدائی صفوں کو درس دے رہے تھے۔ میں نے سلام علیک کی وہ کھڑے ہو گئے اور نہایت مہربانی سے سلام کا جواب دیکر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکے تپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی انکے برابر بیٹھ گیا مولوی صاحب کے اشارے سے ایک لڑکے نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں میرے دل پر عجیب اثر ہوا۔ خیال آتا تھا کہ کہاں وہ حجاز کا ریگستان! کہاں بحر روم کے دور و دراز جزیرے! اس مقدس کلام (قرآن) میں کیا تاثیر تھی کہ مشرق سے مغرب تک برقی قوت بن کر دوڑ گئی۔ اور آجتک باقی ہی وہ معصوم لڑکا خوش لحن بھی تھا اور اصول قرات کے مطابق پڑھتا تھا۔ اتفاق سے آیتیں بھی موثر تھیں۔ ان باتوں نے مجکو بالکل مدہوش کر دیا اور دیر تک ایک عجیب حالت طاری رہی۔

اگرچہ پندرہ سولہ برس سے انگریز یہاں حکومت کر رہے ہیں لیکن حکمت عملی کے لحاظ سے طرز انتظام میں بہت سی قدیم باتیں قائم رکھی ہیں۔ محکمہ قضا بالکل الگ ہے اور شرعی مقدمات سے حکومت انگریزی کو کچھ واسطہ نہیں۔ اتفاق سے مجکو قاضی صاحب سے بھی نیاز حاصل ہوا بہت خلیق اور باوقار آدمی ہیں تعلیم کا طریقہ بالکل ترکی انتظام کے مطابق ہے۔ تمام مکتبوں اور مدرسوں میں ترکی سررشتہ تعلیم کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جس مکتب کا میں نے ابھی ذکر کیا اس میں قرآن مجید فقہ کا ابتدائی رسالہ تاریخ جغرافیہ درس میں داخل ہے اور تعلیم نہایت خوبی سے ہوتی ہے قسطنطنیہ سے واپسی کے وقت بھی میں اس مکتب میں گیا تھا صبح کا وقت تھا اور مدرس صاحب اس وقت تک تشریف نہیں لا چکے تھے۔ دو تین لڑکے موجود تھے وہ نہایت ادب اور خوش اخلاقی سے پیش آئے ایک نے

مجھ سے پوچھا کہ آپکا وطن کہاں ہی - میں نے کہا ہندوستان - بولا،، ہندوستان ایک وسیع ملک ہی
خاص شہر کا نام بتائیے،، میں نے علی گڈہ کا نام لیا - کہنے لگا میں نقشہ میں دیکھتا ہوں کہاں واقع ہی
ہندوستان کا نقشہ سامنے آویزاں تھا - اُس نے ایک سرسری نگاہ ڈالی اور فوراً علی گڈہ پر اُنگلی
رکھکر کہا،، وہاں یہ ہے،، اسکی عمر نو دس برس سے زیادہ نہ تھی اس لئے مجھکو اسکی اس تیزی اور یادداشت
پر تعجب ہوا - میں نے پوچھا تمہارا بادشاہ کون ہے ،، آفندم ،، آفندی ترکی زبان میں جناب مخدوم کے ہم
معنی ہیں - اور جب میم متکلم کے ساتھ استعمال کیا جائے تو عموماً اس سے سلطان مراد ہوتے ہیں میں نے
کہا ،، یہاں تو انگریزی حکومت ہے ،، بولا کہ ،، ہاں مستاجری کے طور پر لیا ہے - اور سالانہ خراج
ادا کرتے ہیں،، انگریزوں کی حکمت عملی نہایت دانشمندانہ ہے کہ کسی ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو اس
تدریج اور آہستگی سے کہ ملک والوں کو انقلاب حکومت کی خبر بھی نہیں ہوتی -

یہاں کی زبان ترکی ہے - اور یہاں سے قسطنطنیہ تک - ہر شہر اور قصبہ کی یہی زبان ہی اس سے
ترکوں کی حکومت کی سطوت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ممالک مفتوحہ کی زبان تک بدلدی ایشیائے
کوچک اتنا بڑا وسیع ملک ہے اور کثرت سے عیسائی آبادی ہی جنکی زبان کسی زمانہ میں یونانی یا لٹین
تھی - لیکن اب تمام ملک میں ترکی بولی جاتی ہی - سیپرس کے مولوی صاحب اور قاضی صاحب جنکا
میں نے ذکر کیا - اگرچہ عربی بخوبی جانتے تھے - لیکن بول نہیں سکتے تھے - البتہ معمولی جملے سمجھ لیتے تھے
اور اسی سہارے ہم نے اُنسے بات چیت کی تھی -

مجھکو اس قدر قلیل زمانہ میں یہاں کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح اندازہ تو کیا ہو سکتا تھا لیکن
ظاہر طور سے قیاس ہوتا تھا کہ اچھی نہیں - جس قدر بلند مکانات یا عمدہ دکانیں نظر آئیں دریافت
سے معلوم ہوا کہ کل عیسائیوں کی ہیں -

۱۸ مئی کو جہاز روڈس پہونچا اور تین چار گھنٹے ٹھیرا - یہ چھوٹا سا جزیرہ ہی جسکی وسعت ہمارے
قدیم مورخوں نے ساٹھ میل بیان کی ہے - اور جغرافیہ ترجمہ سوسائٹی علی گڈہ میں طول چالیس میل
اور عرض پندرہ میل لکھا ہی یہ بھی قدیم فتوحات میں سے ہے امیر معاویہؓ کے عہد میں ۵۲ھ میں فتح ہوا
اور اسی وقت بہت سے مسلمان وہاں جا کر آباد ہوئے - قدامت کے لحاظ سے میں اسکی سیر کا مشتاق تھا
لیکن بدقسمتی سے رات کا وقت تھا اور جہاز والوں میں سے اور کسی نے میرا ساتھ نہ دیا زیادہ بدقسمتی

یہ کہ واپسی کے وقت بھی اتفاق سے ہی اسباب پیش آئے اور اسکی سیر سے بالکل محروم رہ گیا۔
۲۰ مئی صبح کے وقت ازمیر پہونچے۔ چونکہ یہ ایک بہت بڑا بندرگاہ ہی۔ جہاز دو روز تک یہاں مقیم رہا۔ میں اپنے شامی دوستوں کے ساتھ جہاز سے اترا۔ کنارہ پر وہی تذکرہ پروانہ راہداری کی بازپرس تھی۔ لیکن ساتھیوں کی بدولت مجکو چنداں زحمت نہیں ہوئی۔ یہ شہر جسکو انگریزی میں سمرنا کہتی ہیں ایشیائے کوچک کا صدر مقام ہے اور اس صوبے میں اس سے زیادہ وسیع اور آباد شہر نہیں ہے قدامت اور تاریخی واقعات کے لحاظ سے بھی ایک یادگار مقام ہے۔ ہومر جو یونان کا مشہور شاعر گزرا ہے۔ اور جسکی نسبت یورپ کا خیال ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا شاعر تھا اُسکی قبر یہیں ہی سات مقدس گرجے جنکا ذکر انجیل کے سفر رویا میں ہے اُن میں سے ایک اسی شہر میں تھا۔ زمانہ کے انقلابات نے اسکو دس دفعہ تباہ و برباد کیا تاہم اُسکی موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زائد ہی۔ اطراف کی زمین نہایت سیر حاصل ہی اور خود شہر تجارت کا بہت بڑا مرکز ہی۔ ہمیشہ بیسیوں دخانی جہاز اور بادبانی بندرگاہ میں موجود رہتے ہیں۔ ریل بھی یہاں جاری ہے۔ اور دو وقت یہاں سے ٹرین روانہ ہوتی ہے۔
اسلامی آثار بکثرت ہیں۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ مسجدوں کی تعداد تین سو سے کم نہیں جن میں بعض بڑی شان و شوکت کی ہیں۔
جہاز سے ہم اُترے تو نہایت بلند اور شاندار عمارتوں کا سلسلہ نظر آیا جو دور تک بخط مستقیم دریا کے کنارے کنارے چلا گیا ہے۔ یہ عمارتیں ہوٹل۔ قہوہ خانے۔ تھیٹر۔ ناچ گھر اور عیسائی تاجروں کی دکانیں ہیں اور نہایت خوش منظر اور پُر فضا ہیں رات کے وقت ہمیشہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ کوئی میلہ یا شادی کی تقریب ہی۔ قہوہ خانوں اور ناچ گھروں کے علاوہ سڑک پر کثرت سے مجمع رہتا ہے۔ اور جدھر جاؤ نغمہ و سرود کی آواز آتی ہے۔ اس سلسلہ عمارات کے عقب میں عیسائیوں کا محلہ ہی اور ایسی قدر بلند اور عالیشان عمارتیں ہیں کہ میں نے ابتک کہیں نہیں دیکھیں اس محلہ کے تمام گلی کوچے نہایت صاف اور ہموار ہیں۔
اس محلہ کی سیر سے فارغ ہو کر میں نے شہر کا رخ کیا۔ شہر اگرچہ نہایت پر رونق ہے اور آدمیوں کی کثرت سے ہر وقت ایک میلہ سا معلوم ہوتا ہی لیکن تمام سڑکیں ناہموار و ناصاف ہیں اور گلی کوچوں میں تو نجاست اور کیچڑ کی وجہ سے راستہ چلنا مشکل ہی حقیقت یہ ہی کہ ان تمام ممالک میں میونسپلٹی کا انتظام نہایت خراب ہی اور حکومت ترک کیلئے یہ ایک نہایت قابل لحاظ امر ہی۔ چلتے چلتے ہمارے شامی دوستوں کو بھوک

لگی اور ایک نان بائی کی دوکان پر جا بیٹھے۔ مجکو اگرچہ اشتہا نہ تھی لیکن اُنکے اصرار سے شریک ہوا نان بائی
کے لفظ سے ہمارے ناظرین کو ہندوستان کے نان بائیون اور اُنکی ذلیل دکانونکا خیال آیا ہوگا لیکن
یہ قیاس صحیح نہیں۔ یہاں معمولی سے معمولی دکان کی آراستگی کی یہ صورت ہی کہ متعدد چھوٹی چھوٹی میز
اور اُنکے گرد کرسیاں لگی ہیں۔ میزوں پر نہایت صاف چادر بچھی ہوئی ہی۔ دیوار کے ایک کونے میں
ٹونٹی لگی ہی اور اُسکے نیچے طشت اور دائیں طرف صابون اور تولیہ رکھا ہی یہ نہایت معمولی دکانون
کی کیفیت ہی اور بڑی بڑی دکانیں جنکو ہوٹل کہا جاسکتا ہی نہایت پر تکلف اور پر شان ہیں
لیکن اس قسم کے جسقدر ہوٹل ہیں عموماً عیسائیوں کے ہیں۔

میں نے مدرسوں کی سیر کرنی چاہی۔ لیکن چونکہ جمعہ کا دن تھا تمام مدرسے بند تھے۔ نماز جمعہ جامع
حصار میں پڑھی۔ یہ مسجد پر تکلف اور آراستہ ہی۔ چھت پر طلائی نقش و نگار ہیں بڑی خوبی یہ ہی کہ
صحن کے دونوں طرف دو بڑے بڑے ستونوں پر گھنٹے لگے ہیں جنسے اوقات نماز معلوم ہوسکتے
مسجد کی زیبائش بھی ہی۔ ہمارے ہندوستان میں اسکی تقلید کیجاتی تو اچھا ہوتا خطبہ و نماز میں یہاں
بعض جدتیں ہیں۔ مگر نہ شریعت میں انکی کچھ اصل ہی نہ بجائے خود وہ موزوں ہیں خطیب جب
خطبہ پڑھتا ہی تو بیچ بیچ میں رکتا جاتا ہی اُسوقت چند اشخاص آواز ملاکر کچھ پڑھتے ہیں یہ چپ
ہوتے ہیں تو خطیب پھر شروع کرتا ہی اور اسطرح کئی بار اتفاق ہوتا ہی۔ نماز میں عموماً چھوٹی سورتیں پڑھتے
ہیں جو تین چار آیتوں سے زیادہ نہیں ہوتیں حالانکہ تمام دنیا میں جمعہ کی نماز میں بڑی سورتوں کے پڑھنے کا
دستور ہی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد میں کتب خانہ میں گیا یہ کوئی بڑا کتب خانہ نہیں ہی مسجد کے کونے میں ایک
چھوٹا سا حجرہ ہے اور کتابون کی تین چار چھوٹی چھوٹی الماریاں ہیں۔ نماز کے بعد اکثر علما اور ارباب
تصانیف یہاں آبیٹھتے ہیں جسوقت میں پہونچا اصحاب ذیل تشریف فرما تھے۔ مولانا مصطفے آفندی
امام جامع مسجد و مدرس مدرسہ صبری آفندی مدرس مکتب اعدادی۔ مولانا سعید شکری بک حسنی آفندی
سابق مہتمم تعلیمات سلام علیک و مزاج پرسی کے بعد ایک صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کی متعلق گفتگو کرتے
تھے اگر آپ پسند کریں تو وہ مسئلہ پھر چھیڑا جائے۔ میں نے خوشی سے منظور کیا۔ متعہ کے متعلق بحث تھی
اور وہی مشہور شبہہ پیش تھا کہ خود حضرت عمر رض کے قول سے ثابت ہوتا ہی کہ متعہ کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمان حیات تک جاری تھا۔ میں نے کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی اور تمام حاضرین نے

اِس سے اتفاق کیا یہ لوگ عربی نہیں سمجھتے تھے اسلئے میں فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ان ملکوں میں
بحث ومذاکرہ کا یہ طریقہ عموماً رائج ہے اور نہایت شائستہ طریقہ پر ہے۔ اجنبی شخص کو علما کے گردہ سے
ملنے اور اُنسے ربط واختلاط پیدا کرنیکا اس سے زیادہ آسان اور مفید کوئی ذریعہ نہیں بڑی خوبی یہ ہے
کہ مناظرہ نفسانیت اور ترفع کے لحاظ سے نہیں ہوتا بلکہ اثنائے تقریر میں اگر اُنکو انداز سے معلوم ہو جاتا
ہے کہ مخاطب اعتراض سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو قصداً دوسرا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں اس قسم کی علمی
مجلسیں اس سفر میں میری کامیابی کا بڑا ذریعہ تھیں اور بعض جگہ تو انہیں کی بدولت مجکو ایسی
دشواریوں سے نجات ملی جنسے رہائی کی کوئی اور تدبیر نہ تھی۔

۱۲ مئی کو شام کے قریب جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ یہاں سے قسطنطنیہ تک کوئی بڑا اسٹیشن نہیں ہے
البتہ بعض مقامات پر جہاز تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرا لیکن ہم اُتر نہ سکے یہ مقامات زیادہ تر
جنگ کی ضرورتوں کیلئے ہیں اور ہر جگہ کثرت سے جنگی آلات فراہم ہیں چناق قلعہ ایک مقام ہے جہاں
نہایت مضبوط قلعہ ہے۔ لوگوں نے مجھسے بیان کیا کہ محمد فاتح نے جب قسطنطنیہ کے فتح کرنیکا عزم کیا
تو اُسوقت توپ اور گولے کا عام رواج نہ تھا۔ محمدؐ نے خود توپیں ڈھالیں اور مٹی کا گولہ بنوایا جن میں
سے چند یادگار کے طور پر اب بھی محفوظ ہیں یہ گولے پختہ اور نہایت مضبوط ہیں اور بیان کیا جاتا ہے
کہ لوہے کے گولوں سے کم نہیں۔ ازمیر سے قسطنطنیہ تک دریا کے دونوں طرف ایسے محفوظ قلعے اور
دمدمے تیار کئے گئے ہیں اور اس کثرت سے سامان جنگ موجود ہے کہ قوی سے قوی سلطنت بھی
اس راستے سے دارالسلطنت پر حملہ کرنیکا قصد نہیں کرسکتی۔ یہ تمام قلعے اور دمدمے ہر فاتح کے عہد
کے ہیں۔ یہ نامور شہنشاہ جب قسطنطنیہ کی تسخیر کے ارادہ سے بڑھا تو راہ میں جابجا جنگی چھاؤنیاں بنوائیں
اور قلعے اور دمدمے تیار کرائے لیکن یہ تمام تفصیل لوگونکی زبانی روایت ہے میں نے تاریخ سے اسکی تصدیق نہیں کی
ہے چناق قلعہ سے آگے بڑھکر ہم نے ایک عجیب تماشا دیکھا۔ جہاز تیزی سے جارہا تھا کہ دور سے پانی میں ایک فوارہ
سا چھوٹتا نظر آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ سامنے سے چار پانچ مچھلیاں جہاز کی طرف دوڑی آرہی
ہیں۔ قریب آگئیں تو جہاز کے ساتھ ہولیں۔ اُنکا جسم پانی کی سطح سے صاف نظر آتا تھا۔ جہاز اگرچہ نہایت
تیزی سے جارہا تھا۔ لیکن وہ برابر ساتھ ساتھ آتی تھیں۔ کبھی کبھی جب سانس چڑھ جاتی تھی تو بڑے
زور سے پھنکار مارتی تھیں اُسوقت پانی میں فوارہ سا چھوٹتا نظر آتا تھا۔ قریباً دو تین میل تک

ساتھ ساتھ دوڑیں۔ تمام لوگ حیرت سے تماشا دیکھتے تھے بعضونکو خیال ہوا کہ اُن مچھلیوں نے کبھی
جہاز کی صورت نہیں دیکھی تھی اسلئے اُسکو کوئی جانور سمجھیں اور مقابلہ کے جوش میں چاہتی تھیں کہ جہاز
اُنسے بڑھنے نہ پائے۔ واپسی کے وقت بھی ایسا ہی اتفاق ہوا اور اُسوقت دریافت سے معلوم ہوا
کہ اس مقام پر ایکدفعہ اتفاق سے یہ مچھلیاں آگئی تھیں اور جہاز کے ملازموں نے اُنکے لئے کھانے
کی کوئی چیز دریا میں ڈال دی تھی۔ اُسی کی طمع پر جب کوئی جہاز ادہر سے گزرتا ہی تو اکثر یہ مچھلیاں
آجاتی ہیں اور دور تک جہاز کے ساتھ ساتھ دوڑتی ہیں۔

۲۳۔ مئی صبح کے وقت قسطنطنیہ پہونچے جہاز نے لنگر کیا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ مجکو منزل مقصود
پر پہونچنے کی نہایت خوشی ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن قلیوں اور ملاحوں کے ہنگامے اور شور و غل میں میرے
حواس جاتے رہے۔ ملاحوں نے تمام جہاز گھیر لیا۔ اُنکے شور و غل اور کشاکش سے ایک عجیب ہنگامہ
برپا تھا میں نے پہلے سے کچھ طے نہیں کیا تھا۔ اور نہ کر سکتا تھا کہ جہاز سے اُترکر کہاں جاؤں۔ ہوٹل میرے
مناسب حال نہ تھا (اسکی وجہ آگے چلکر معلوم ہوگی) اور سراؤں پر ناواقفیت کی وجہ سے اطمینان
نہیں ہو سکتا تھا سخت مصیبت یہ ہوئی کہ شامی احباب جنسے ہر قسم کی مدد کی توقع ہو سکتی تھی
اُنکو کالج میں پہونچنے کی جلدی تھی۔ اس لئے وہ میرا انتظار نکر سکے۔ مجکو اکیلا پاکر ملاحوں اور قلیوں نے
اور بھی دق کرنا شروع کیا۔ میرا اضطراب اس خیال سے اور بڑھتا جاتا تھا کہ جہاز پر زبان کی اجنبیت کی
وجہ سے یہ دقت ہی تو شہر میں کیا حال ہوگا؟ اس لیت و لعل میں زیادہ دیر ہوتی جاتی تھی۔ اکثر مسافر
جہاز سے اُتر گئے اور اُترتے جاتے تھے۔ آخر خانساماں کو اسباب سپرد کیا اور اُس سے کہا کہ میں شہر کی سیر
کرکے واپس آتا ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ پہلے شہر میں جاکر قیام کا کچھ انتظام کرآؤں تب اسباب جہاز سے
اتاروں۔ شام کے چند عربوں نے ایک کشتی کرایہ کی تھی۔ میں بھی اُنکے ساتھ ہو لیا۔ کنارے پر تذکرہ کی
پرسش ہوئی تھی۔ میں نے انگریزی چٹھیاں دکھائیں۔ لیکن وہ پاسپورٹ مانگتے تھے غرض بہزار دقت
رہائی ہوئی۔ اب حیران تھا کہ کہاں جاؤں ایک شامی عرب سے جنکا نام عبد الفتاح تھا کشتی میں تعارف
ہوگیا تھا میں نے اُنسے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ آپ مجکو کوئی معقول طریقہ بتائیں اُنھوں نے
کہا کہ میری حالت بھی تمہارے قریب قریب ہی اسلئے بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں ساتھ رہیں یہ طریقہ
اگرچہ احتیاط کے خلاف تھا۔ لیکن ناواقفیت اور اجنبیت زبان کی وجہ سے مجبوراً اختیار کرنا

پڑا اور سچ پوچھیے تو یہی اتفاقی معیت میری تمام کامیابیوں کا دیباچہ تھی۔

یہاں مسافروں کے ٹھہرنے کے چند طریقہ ہیں سب سے زیادہ اطمینان اور آرام تو ہوٹلوں میں ہے لیکن اول تو انکا کرایہ ایک پونڈ عہ روپے روزانہ سے کم نہیں۔ دوسرے اکثر بلکہ قریباً تمام عمدہ ہوٹل یورپین آبادی میں ہیں جو استنبول سے دور ہے۔ اور جامع مسجدین کتب خانے مدرسے مکاتب جس قدر ہیں سب استنبول میں ہیں۔

ہوٹل کے بعد خانات یعنی سرائیں ہیں۔ لیکن یہ سرائیں ہندوستان سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں یہاں بڑی بڑی سراؤں میں جس قدر کمرے ہوتے ہیں۔ عموماً وسیع اور پر فضا ہوتے ہیں اور انہیں ہر وقت نواڑ کا پلنگ۔ توشک۔ چادر۔ لحاف۔ اور اور ضروری چیزیں مہیا رہتی ہیں ایک ایک کمرے میں کئی کئی پلنگ ہوتے ہیں۔ اور فی پلنگ آٹھ دس آنہ کرایہ ہوتا ہے۔

تیسرا طریقہ کرایہ کے مکانات ہیں یہ مکانات اکثر دو منزلہ سہ منزلہ ہوتے ہیں۔ ہر درجے میں متعدد کمرے اور ہر کمرے میں میز کرسی۔ کوچ۔ لمپ۔ فرش۔ پلنگ۔ توشک۔ لحاف تکیہ۔ مہیا رہتا ہے کرایہ فی کمرہ دس روپیہ ماہوار سے بیس تیس تک ہوتا ہے ان مکانوں کے مالک یا اجارہ دار عموماً عیسائی ہیں۔ وہ خود بھی انہیں مکانوں میں رہتے ہیں اور انکی وجہ سے مسافروں کو بہت کچھ آرام ملتا ہے۔

اگرچہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا۔ کرایہ کا مکان لینا زیادہ آرام کا طریقہ تھا لیکن میں اور میرے شامی دوست دونوں اس طریقہ سے ناواقف تھے اس لئے ایک خوان یعنی سرائے میں جاکر ٹھیرے اس انتظام کی طرف سے اطمینان ہوا تو جہاز پر جاکر اپنا اسباب اُٹھوا لایا۔ چھ سات دن تک ہم اس خان میں رہے پھر باب عالی کے پاس ایک عمدہ مکان کرایہ پر لے لیا۔

خوش قسمتی سے شیخ عبد الفتاح جنکے ساتھ میں نے زبردستی دوستی پیدا کی تھی بڑے معزز خاندان کے آدمی نکلے۔ دمشق میں حضرت خالد نقشبندی ایک بزرگ گزرے ہیں جنکے ساتھ یہاں کے لوگوں کو اس قدر ارادت ہے کہ انکا نام نہیں لیتے بلکہ حضرت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بزرگ ہمارے خاک ہندوستان کے تربیت یافتہ یعنی حضرت میرزا جان جانان دہلوی کے مرید تھے۔ شیخ عبد الفتاح انہیں کے بھتیجے ہیں۔ اور اس تعلق سے لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ میں شامیوں کا ایک بڑا گروہ ہے دو ہی چار روز میں شیخ عبد الفتاح کی اکثر لوگوں سے شناسائی ہو گئی اور ان کے

ذریعہ سے مجکو بھی اُن لوگوں سے تعارف ہوتا گیا۔

ایک دن شیخ علی ظبیان جنکے والد ایک مشہور صوفی ہیں شیخ عبدالفتاح سے ملنے آئے میں بھی اُسوقت موجود تھا اور اتفاق سے رسالہ اسکات المتعدی جو میری قدیم تصنیف ہے اور عربی زبان میں ہے۔ سامنے رکھا ہوا تھا اُنھوں نے اُٹھا کر دیکھا اور کہا کہ آہا یہ رسالہ مدت ہوئی میں نے دمشق میں اپنے شیخ کے پاس دیکھا تھا اور اُنھوں نے اسکے مصنف کی نسبت کہا تھا شکر اللہ مساعیہ شیخ علی ظبیان کو جب معلوم ہوا کہ وہ رسالہ میری ہی تصنیف ہے تو اُٹھ کر بڑی گرمجوشی سے ملے اور نہایت لطف و مہربانی سے پیش آئے مجکو اسبات سے کہ میری ناچیز تصنیف یہانتک پہونچی۔ اور لوگوں نے اسکو نگاہ قبول سے دیکھا نہایت مسرت ہوئی اور سفر کی کس مپرسی میں اتنا ذریعہ تعارف بہت غنیمت معلوم ہوا۔ شیخ علی ظبیان نوجوان آدمی ہیں فقہ کی تحصیل شیخ عبدالرحمن سے کی ہے جو مصنف ردّ المحتار (مشہور بہ شامی) کے نواسے اور شاگرد تھے اگرچہ انکو اکثر علوم متداولہ میں دخل ہے لیکن ادب میں زیادہ مہارت ہے ایک غیر منقوطہ قصیدہ سلطان کی مدح میں پیش کیا تھا جسپر انکو صلہ و انعام بھی عطا ہوا۔ مدت سے درویش پاشا کے مہمان ہیں اور پاشائے موصوف انکے ساتھ عزیزانہ برتاؤ رکھتے ہیں مجھ سے انکا تعلق روز بروز بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ باوجود بُعد مسافت قریبًا ہر روز میرے مکان پر تشریف لاتے اور کبھی کبھی تمام دن میرے پاس رہتے۔ شیخ عبدالفتاح چند روز کے بعد دمشق کو واپس چلے گئے۔ اس وقت تنہائی میں شاید مجکو تکلیف پہونچتی۔ لیکن شیخ علی ظبیان کی غمگساریوں نے تمام ترددات دل سے دور کر دئے۔

مکان جو پہلے کرایہ پر لیا تھا اگرچہ نہایت خوش فضا اور موزوں تھا لیکن چونکہ مکان کا مالک (عارضی) نہایت بد معاملہ اور آوارہ مزاج تھا۔ چند روز کے بعد میں نے دوسرا مکان کرایہ پر لیا اور اخیر تاوہیں رہا۔ یہاں مکان کی خوبی کے ساتھ بڑا آرام یہ تھا کہ مالک مکان ایک نیک مزاج عورت تھی اگرچہ اُسکا مذہب عیسائی تھا اور قوم کی اٹالین تھی تاہم بقدر ضرورت عربی بول لیتی تھی اور مسلمانوں سے ایک خاص اُنس رکھتی تھی۔

کھانے پینے کے انتظام کی ہمکو کچھ ضرورت نہ تھی ہوٹل اور دوکانیں کثرت سے ہیں اور نہایت مرتب اور پر تکلف ہیں بازار میں کھانا یہاں مطلق عیب نہیں میں نے اکثر معزز عہدہ داروں کو ہوٹلوں

ہیں کھلتے دیکھا۔ یہ ہوٹل عموماً عیسائیوں کے ہیں۔ مسلمانوں کی دکانیں بجز اسکے کہ میز کرسی وہاں بھی ہوتی ہے۔ باقی اور باتوں میں ہندوستان کی دوکانوں سے مشابہ ہیں۔

جہاز میں جو میں نے قصیدہ لکھنا شروع کیا تھا قسطنطنیہ پہنچکر تمام ہوا۔ اس میں سفر کے حالات کا اجمالی خاکہ ہے۔ اور چونکہ ناظرین تمام حالات کی تفصیل سے واقف ہو کر قصیدہ کے قصہ طلب حواسے بخوبی سمجھ لیں گے اور انکو زیادہ لطف دینے آئیگا میں اس قصیدہ کو تمامہ یہاں نقل کرتا ہوں

قصیدہ

بہر تکمیل فن و ہم پئے تحصیل عبر
روزگاریست کہ بیداشتم آہنگ سفر

فارغ از حج و زیارت چو مرا کرد خدائے
خواستم تا بسوئے روم شوم راہ سپر

گرچہ من گرم طلب بودم و بس مستعجل
لیک تاخیر ہمی رفت بفرمان قدر

دیرآن مایہ شد آخر کہ حسود آن گفتند
کہ فلاں جز ہوس خام ندارد در سر

روم گوئی دو سہ گامست کہ این خام طمع
بے تکلف بسفر چیست ببست ست کمر

رہ چنین دور و دراز و سفر این مایہ خطیر
چون میسر شود آن را کہ زر ست و نہ زر

من دریں غصہ و غم خون جگر مے خوردم
ناگہاں شاہد مقصود درآمد از در؟

اتفاقے عجبے گشت مرا عقدہ کشائے
کہ از و وہم و گمان نیز نہ داشت خبر

یاسا دو سہ بیشتر کہ ازانکہ نہ کوس رحیل
بودم از زحمت تپ خستہ دل و تفتہ جگر

چوں ستوہ آمدم از تپ بدل آمد کہ مرا
چارہ جز نقل مکان ہیچ نباشد ایدر

عزم دیرینہ بیاد آمد و گفتم چہ خوش ست
کہ بیک حیلہ دو تا کار برآرد داور؟

آنکہ لڈا انکہ رفیق ست و ہم استاد مرا
ہم دریں عرصہ بانگلنڈ ہمی خواست سفر

گفتم این صحبت و این واقعہ نادر افتد
پس بعزم سفر از جائے بجستم مضطر

چوں ازیں داعیہ مردم ہمہ آگاہ گشتند
ہم بیاں زد عزیزاں وطن رفت خبر

ہمہ راہی بجنبید و بدر و آمد و دل
جملہ گفتند کہ ازین زحمت بصرفہ بگذر

دل بہجران منہ و رسم و فسانہ مگذار
ورنہ خواہی کہ کنی پاسے ازیں [illegible]

روزکے چند مہیا سازے و پیش سازبده / سازو برگ سفر آن گونه که باشد ز خور
باخود از نقد و هم از امتعه آن مایه بگیر / که اگر دیر بمانی نبود هیچ خطر
مصلحت نیست که این راه تو تنها سپری / لاجرم خادمکے نیز بهمراه ببر
گفتم این جمله که گفتید بود عین صلاح / لیک طالب نبود در گهر و نفع و ضرر
مرد این مرحله گامے که فرا پیش نهاد / باز پس مے نه کشد گرچه همه مرگ آرد بر
الغرض از رمضان بست و ششم بود که من / گرم برخاستم از جائے و شدم راه سپر
اوفتادم بره کوه و بیابان یک چند / پس بکشتی بنشستیم من و یاران دگر
زحمتے صعب کشیدیم بکشتی دو سه روز / بسکه از موج بهر لحظه شدی زیر و زبر
کس نیارست سرش باز گرفت از بالین / کس نیارست جدا کرد تنش از بستر
نبود مایهٔ آزار - بکشتی چیزے / غیر ازین محنت سه روزه که نیست مفر
نان خورش بود ز هر گونه مهیا ما را / از کباب بره مرغ و مے و نقل و شکر
گرچه من زان مے پالوده نیالودم لب / دیگران لیک علی الزعم زدندی ساغر
هفتم ماه مئی چون برسیدیم عدن / کشتی آسود و بینداخت زبانے لنگر
من فرود آمدم و روئے بشهر آوردم / تا خبر جویم ازین مملکت از بدو حضر
کوهساریست که هرچند بلندست و فراخ / لیک از سبزه و گل نیست درو هیچ اثر
هرکجا میگذری ریگ روانست و خزف / هر طرف می نگری خاره سیاهست و حجر
گبر و ترسا که نزیل اند درین بقعه همه؟ / بزبان عربی حرف زدندی یکسر
مردم شهر که خود را بسمالی نامند / حیوان اند نه بل از حیوان هم بدتر
خوار و بدبخت و تبه کار و سیه چهره و زشت / سفله و ممتهن و کج روش و بدگوهر
خویشتن را بعرب بسته و حاشا که عرب / این چنین خوار و زبون شان بپسندد وا
چون زبان همه تازی بود و همچو عرب / نام شان بسته بود با لقب جد و پدر
عامیان در غلط افتند و گمان باز برند / که مگر در نسب و نسل ز سعد اند و مضر
تخم و هم ریشه این نخل ز خاک حبش است / که درین جائے ببار آمد و افشاند ثمر

شنا که کشتی ما باز بر رفتار آمد +
به سویز آمد و اُستاد و چنان زود گذشت
این همان نهر عجیبیست که زینسان کاری
بست فرسنگ درازست و به پهنا چندان
مردی از اهل فرنسا کلیسپس نام است
آن خرد دید چو در آغاز بدعوی برخاست
مردمان سخره گرفتندش و گفتند که این
از مئی چاردهم بود که در پورٹ سعید
درمیان من وارنلڈ بنقیاد فراق
پورٹ جائیست که تا چشم ونگه کار کند
صد و بنی که برافراشته اینجا رایت
شنا که کشتی ما باز روان گشت و گذشت
من بساحل شدم و مردی از ابنای حلب
خوب جائیست که ناخواسته دربار دول
موضعی خرم و سبزی خوش و جای دلکش
گبر و مسلم همه خوش جامه و موزون اندام
جامهاشان بعرب باند و درزی و لباس
چون برون رفتم ازین جای وازان چاره نبود
از مئی شانزدهم بود که گشتیم روان
این همان جائے قدیمیست که در عهد امیر
حالیا دولت انگلینڈ گرفتش از ترک
مسجد جامع وایونگه قبرس دیدم
رودس و سکزبره آمد زان پس از میر

تا بیک هفته گذر کرد بجر الاحمر
که ز کیفیت و حالش نشدم هیچ خبر
جز در افسانه پارین نه شنیدیم دگر
که دو وابور توانند ازو کرد گذر +
زده این نقش و در اقصای جهان گشت شهر
که تو آن آمدن از عهده این کار بدر +
هرزه هست که فرزانه ندارد باور
برسیدیم و نشستیم به وابور دگر
زانکه راه من و او گشت جدا زین معبر
زورق و کشتی و وابور بود سرتاسر
صد به بینی که درانداخته آنجا لنگر
از ره یافه و پس کرد به بیروت سفر
همرهم گشت و بهر ناحیه ام شد رهبر
هر که سوری بدلش دارد و دروی بجگر
راه هموار و زمین پاک و مکان خوش منظر
خاص و عامی همه گلگون تن زیبا پیکر
هیچ فرقی ز مسلمان نبود تا کافر
پیش میر فتم و بازم بقفا بود نظر +
پس به قبرس برسیدیم بهنگام سحر
سپهی رفت بتسخیرش و زد فال ظفر
لیک با صلح نه از یاوری تیغ و تبر
سیر این بقعه مرا بس عجب افزود عبر
کشتی استاد به ازمیر و شبی برد بسر

من سوی شهر روان گشتم و یکسایک دیدم — مسجد و مکتبها و بازار و رہ کوچه و در

فرض آدینه ادا کردم و از بعد نماز — در کتب خانهٔ سلطانیہ ام افتاد گذر

مجلسی از فقها بود در آن جا و بهم — بحث از متعه همی‌رفت هم از قول عمر

زان یکی رو بمن آورد که چونی چه کسی — تا چرا بر زده دامن محنت بکمر

گفتم از هندم و از خوان ادب له ربائی — طرفی برم از هر جهت و هر کشور

گفت حالا سخن از متعه همی‌رفت و تو هم — گر توانی سخنی گوی و مثالی آور

من بپاسخ در معنی زدم و مستمعان — لب بتحسین بکشادند پس از بحث و نظر

پس از آن سیر روان گشتم و در عرض دو روز — طی شد این راه و بیابان به پیاده این قدر

مختصر گفته ام این حرف و تو هم میدانی — که درین بادیه بس تنگ بود راه گذر

هر که جویا بود از حال من در حلهٔ من
بایدش گفت که این نظم بخواند یکسر

قسطنطنیہ کی اجمالی تاریخ اور مختصر حالات

قبل اسکے کہ میں یہاں کے تفصیلی حالات جدا جدا عنوان سے بیان کروں ضرور ہے کہ نہایت مختصر طور پر اسکی قدیم تاریخ اور اسکے ساتھ اسکی عام موجودہ حالت اجمال کے ساتھ بیان کر دوں۔ اس شہر کی ابتدائی تاریخ (یعنی جب وہ بزنطائن کے نام سے پکارا جاتا تھا) نہایت قدیم ہے لیکن جس زمانہ سے اس کا نام قسطنطنیہ ہوا اسکو بھی کچھ کم عرصہ نہیں گزرا ۳۲۶ء میں قسطنطین اعظم نے اسکی بنیاد ڈالی اور اسوقت سے محمد فاتح کے زمانے تک وہ قیصران روم کا پایہ تخت رہا۔ انگریزی اور حال کے اسلامی جغرافیوں میں اسکے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ قدیم اسلامی جغرافیوں میں بھی اسکا ذکر ہے لیکن ابن بطوطہ کے سوا مجھکو کوئی اسلامی مصنف معلوم نہیں جس نے اس زمانے کے واقعات چشم دید لکھے ہوں۔ ابن بطوطہ نے ۷۳۳ھ میں اس شہر کو دیکھا۔ اسوقت یہاں عیسائی حکومت تھی وہ لکھتا ہے کہ وہ نہایت عظیم الشان شہر ہے اور ایک نہر کے حائل ہونے کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا ہے ایک حصہ

شرقی کنارے پر ہی استنبول کہلاتا ہے۔ اور قیصر روم اور ارکان دولت وامرا اسی حصہ میں رہتے
ہیں دوسرا حصہ غلطہ کے نام سے موسوم ہے اس میں عموماً یورپ کے بڑے بڑے تاجر رہتے ہیں
جنکو قیصر بزور اپنی اطاعت میں رکھتا ہے" ابن بطوطہ نے ان سوداگروں کی وسعت تجارت
کی تعریف اور انکے میلے پن کی ہجو کی ہے وہ لکھتا ہے کہ جب میں اس شہر میں داخل ہوا تو چھوٹی
چھوٹی کشتیوں کے علاوہ قریباً سو بڑے بڑے جہاز موجود تھے لیکن تمام بازار نہایت نجس
اور کثیف ہے اور گرجے تک اس سے مستثنیٰ نہیں[1]"

مسلمانوں نے قرن اول ہی میں اسکو تسخیر کی نگاہ سے دیکھا تھا چنانچہ سب سے اول جس نے
اسکی شہر پناہ کے آہنی دروازے پر تلوار ماری وہ عبد اللہ بن المطلب خلیفہ ولید بن عبد الملک کا
سپہ سالار تھا اسکے بعد اور خلفا و سلاطین نے بھی اسپر حملے کئے لیکن قیصران روم کا خاتمہ محمد
فاتح کے ہاتھ سے ہونے والا تھا جس نے ۸۵۷ھ میں اس عظیم الشان دار السلطنت پر صلیب کے
بجائے علم اسلام بلند کیا۔ اس حیرت انگیز معرکہ کی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ
عیسائیوں نے بندرگاہ کا راستہ دریا کی طرف سے روک رکھا تھا ترکوں نے باسفورس اور گولڈن
ہارن کے درمیان جو سنگلاخ زمین ہے اسپر پانچ کوس تک لکڑی کے تختے بچھا دیے اور جہازوں
کو جن میں پہیے لگے ہوئے تھے اسپر چلا کر تمام فوجیں گولڈن ہارن میں اتار دیں۔ اسوقت اس نامور
فاتح کی عمر کل ۲۳ برس کی تھی۔ اس فتح کا مادہ تاریخ "بلدۃ طیبۃ" ہے۔

موجودہ حالت

موجودہ حالت یہ ہے کہ ابنائے باسفورس کی شاخ جو دور تک چلی گئی ہے شہر اسکے دونوں جانب
کناروں پر آباد ہے اور اس وجہ سے اسکے دو حصے بن گئے ہیں ایک حصہ استنبول کہلاتا ہے اور
تمام بڑی بڑی مسجدیں۔ کتب خانے سلاطین کے مقبرے اسی حصہ میں ہیں مسلمانوں کی
آبادی بھی کثرت سے یہیں ہے۔ دوسرا حصہ پیرہ سے شروع ہوتا ہے اور اسکے انتہائی جانب
پر شیشلی طاش وغیرہ واقع ہیں جہاں سلطان کا ایوان شاہی اور قصر عدالت ہے پیرہ کے دوسری
طرف غلطہ ہے اور چونکہ تمام بڑے بڑے یورپین سوداگر اور سفرائے سلطنت یہیں سکونت
رکھتے ہیں اسکو یورپین آبادی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

[1] ابن بطوطہ کے بیان کو ہم نے اس لحاظ سے نقل کیا ہے کہ موجودہ حالت سے موازنہ کر سکیں۔

کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی شہر قسطنطنیہ کی برابر خوش منظر نہیں ہے اور حقیقت یہ ہی کہ منظر کے
لحاظ سے اس سے زیادہ خوشنما ہونا خیال میں بھی نہیں آتا - اسی لحاظ سے اسکی بندرگاہ کو انگریزی
میں گولڈن ہارن یعنی شاخ زریں کہتے ہیں - کہیں کہیں عین دریا کے کنارے پر عمارتوں کا سلسلہ
دور تک چلا گیا ہی - عمارتوں کے آگے جو زمین ہی وہ نہایت ہموار اور صاف ہی اسکی سطح سمندر کی
سطح کے بالکل برابر ہے اور وہاں عجیب خوشنما منظر پیدا ہو گیا ہی -

موقع اور منظر کی خوبی

شہر کی وسعت اور تمدن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہی کہ خاص استنبول میں ۵۰۰ جامع مسجدیں
۱۷۱ حمام - ۳۲۴ سرائیں - ۱۶۴ مدارس قدیم ۵۰۰ مدارس جدید ۱۲ کالج ۴۵ کتب خانہ - ۳۰۵ خانقاہیں
۴۴ چھاپے خانے ہیں کاروبار اور کثرت آمد و رفت کی یہ کیفیت ہے کہ متعدد ٹرموے گاڑیاں
بارہ دخانی جہاز - زمین کے اندر کی ریل - معمولی ریلیں (جو ہر آدہ گھنٹہ کے بعد چھوٹتی ہیں) ہر وقت
چلتی رہتی ہیں اور باوجود اسکے سڑکوں پر پیادہ چلنے والوں کا اس قدر ہجوم رہتا ہے کہ ہر وقت
میلہ سا معلوم ہوتا ہے - غلطہ اور استنبول کے درمیان جو پل ہے اسپر سے گذرنے کا محصول فی
شخص ایک پیسہ ہے اسکی روزانہ آمدنی پانچ چھ ہزار روپے سے کم نہیں ہے -

وسعت اور تمدن

قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہیں میرے تخمینہ میں چار پانچ ہزار سے کم نہ ہوں گے بعض بعض
نہایت عظیم الشان ہیں جنکی عمارتیں شاہی محل معلوم ہوتی ہیں قہوہ خانوں میں ہمیشہ ہر قسم
کے شربت اور چائے و قہوہ وغیرہ مہیا رہتا ہے - اکثر قہوہ خانے دریا کے ساحل پر اور بعض
عین دریا میں ہیں جنکے لئے لکڑی کا پل بنا ہوا ہے - قہوہ خانوں میں روزانہ اخبارات بھی
موجود رہتے ہیں - لوگ قہوہ پیتے جاتے ہیں اور اخبارات دیکھتے جاتے ہیں قسطنطنیہ بلکہ ان
تمام ممالک میں قہوہ خانے ضروریات زندگی میں محسوب ہیں میرے عرب احباب جب مجھسے سنتے
تھے کہ ہندوستان میں اسکا رواج نہیں تو تعجب سے کہتے تھے بایش یتسلّون یعنی وہاں لوگ
جی کیونکر بہلاتے ہیں ان ملکوں میں دوستوں کے ملنے جلنے اور گرمی صحبت کے موقعے یہی قہوہ خانے ہیں
افسوس ہی کہ ہندوستانیوں کو ان باتوں کا ذوق نہیں وہ جانتے ہی نہیں کہ اس قسم کی
عام صحبتیں زندگی کی دلچسپی کیلئے کس قدر ضروری ہیں - اور طبیعت کی شگفتگی پر انکا کیا اثر پڑتا ہی
دوستانہ مجلسیں ہمارے یہاں بھی ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی دوست کے مکان پر دو چار احباب کبھی کبھی

قہوہ خانے

مل بیٹھتے ہیں۔ لیکن اس طریقے میں دو بڑے نقص ہیں۔ اولاً تو تفریح کے جلسے پر فضا مقامات
میں ہونے چاہیئں کہ تازہ اور لطیف ہوا کی وجہ سے صحت بدنی کو فائدہ پہونچے۔ دوسرے سخت
خرابی یہ ہی کہ چونکہ یہ جلسے پرویٹ جلسے ہوتے ہیں اس لئے اُن میں غیبت شکایت اور اس قسم
کی لغویات کے سوا اور کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔ بخلاف قہوہ خانوں کے جہاں مجمع عام کی وجہ سے
اس قسم کی باتوں کا موقع نہیں ملسکتا۔ قسطنطنیہ اور مصر میں ہمیشہ شام کے وقت دوستوں کے
ساتھ قہوہ خانوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی اس قسم کے تذکرے نہیں سُنے تفریح
اور بذلہ سنجی کے سوا وہاں کوئی ذکر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔

قسطنطنیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہی کہ اگر کسی کو یوروپین اور ایشائی تمدن کی تصویر
ایک مرقع میں دیکھنی ہو تو یہاں دیکھ سکتا ہے۔ کتب فروشوں کی دوکانوں کی سیر کرو تو ایک طرف
ایک نہایت وسیع دُکان ہے۔ سنگ رخام کا فرش ہی شیشہ کی نہایت خوبصورت الماریاں
ہیں کتابیں جس قدر ہیں مجلد ہیں۔ اور جلدیں بھی معمولی نہیں بلکہ عموماً مطلا و مذہب مالک دوکان
میز کرسی لگائے بیٹھا ہی۔ دو تین کم سن خوش لباس لڑکے اِدھر اُدھر کام میں لگے ہیں تم نے
دوکان میں قدم رکھا ایک لڑکے نے کرسی لاکر سامنے رکھدی اور کتابوں کی فہرست حوالہ کی
قیمت فہرست میں مذکور ہے اور اس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں۔

دوسری طرف سڑک کے کنارے چبوتروں پر کتابوں کا بیقاعدہ ڈھیر لگا ہی زمین کا فرش اور وہ بھی
اسقدر مختصر کہ تین چار آدمی سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ قیمت چکانے میں گھنٹوں کا عرصہ درکار ہے
اسی طرح ہر پیشہ وصنعت کی دکانیں دونوں نمونہ کی موجود ہیں۔ عام صفائی اور زیب و زینت
کا بھی یہی حال ہی غلطہ کو دیکھو تو یورپ کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہی۔ دکانیں بلند اور آراستہ سڑکیں وسیع
اور ہموار۔ کیچڑ اور نجاست کا کہیں نام نہیں۔ بخلاف اسکے استنبول میں جہاں زیادہ تر مسلمانوں کی
آبادی ہی اکثر سڑکیں ناصاف اور بعض بعض جگہ اس قدر ناہموار کہ چلنا مشکل۔

اس شہر میں آکر ایک سیاح کے دلمیں جو غالباً خیال سب سے پہلے آتا ہوگا وہ یہ ہوگا کہ اس عظیم الشان
دارالسلطنت کے دو حصوں میں اسقدر اختلاف حالت کیوں ہی چنانچہ میرے دل میں سب سے
پہلے یہی خیال آیا۔ میں نے اسکے متعلق بہت کچھ بحث و تفتیش کی۔ باشندوں کے اختلاف حالت

کا سبب تو میں نے آسانی سے معلوم کر لیا یعنی مسلمانوں کا افلاس اور دوسری قوموں کا تمول
لیکن سڑکوں اور گذرگاہوں کی ناہمواری و غلاظت کا بظاہر یہ سبب قرار نہیں پا سکتا تھا
اسلئے میں نے ایک معزز ترکی افسر حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے دریافت کیا انھوں نے کہا
کہ ہماری میونسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہیں بہت سی چیزیں محصول سے معاف ہیں لیکن غلط ہے
یورپ میں سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں اس لئے میونسپلٹی ان رقموں کو فیاضی سے
صرف کر سکتی ہے مجھے خیال ہوا کہ یہ وہی غلطہ ہے جسکی نسبت ابن بطوطہ نے نجاست اور میلے پن
کی سخت شکایت کی ہے یا اب انکو صفائی اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے کہ اسکے لئے بڑے بڑے
ٹیکس ادا کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ صفائی اور خوش سلیقگی آج کل یورپ کا خمیر بن گیا ہے۔

عمارتوں کی وضع

یہاں کی عمارتیں ہندوستان کی عمارتوں سے بالکل جدا وضع کی ہیں مکانات عموماً سہ منزلہ
چو منزلہ ہیں صحن مطلق نہیں ہوتا۔ عمارتیں تمام لکڑی کی ہیں بڑے بڑے امرا اور بادشاہوں
کے محل بھی لکڑی ہی کے ہیں اور یہی سبب ہے کہ یہاں اکثر آگ لگتی ہے کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ خالی
نہیں جاتا کہ دو چار گھر آگ سے جلکر تباہ نہ ہوں اور کبھی کبھی تو محلے کے محلے جلکر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں
آگ بجھانے کے لئے سلطنت کی طرف سے نہایت اہتمام ہے کئی سو آدمی خاص اسی کام پر مقرر ہیں ایک
نہایت بلند منارہ بنا ہوا ہے جس پر چند ملازم ہر وقت موجود رہتے ہیں کہ جسوقت کہیں آگ
لگتی دیکھیں فوراً خبر کریں۔ اس قسم کے اور بھی چھوٹے چھوٹے منارے جا بجا بنے ہوئے ہیں
جسوقت کہیں آگ لگتی ہے فوراً توپیں سر ہوتی ہیں۔ اور شہر کے ہر حصے سے آگ بجھانے والے
ملازم تمام آلات کے ساتھ موقع پر پہنچ جاتے ہیں انکو حکم ہے کہ بے تحاشا دوڑتے جائیں یہانتک
کہ اگر کوئی راہ چلتا انکی جھپٹ میں آکر پس جائے تو کچھ الزام نہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا
کہ پتھر کی عمارتیں کیوں نہیں بنتیں۔ معلوم ہوا کہ سردی کے موسم میں سخت تکلیف ہوتی
ہے اور تندرستی کو نقصان پہنچتا ہے۔

آب و ہوا یہاں کی نہایت عمدہ ہے جاڑوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور کبھی کبھی برف بھی
گرتی ہے۔ گرمیوں کا موسم جسکا مجکو خود تجربہ ہوا اس قدر خوشگوار ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا
تعجب ہے کہ ہمارے یہاں کے امرا شملہ اور نینی تال کے بجائے قسطنطنیہ کا سفر کیوں نہیں کرتے

پانی پہاڑ سے آتا ہے اور نہایت ہاضم اور خوشگوار ہے۔

میوہ جات

ہر قسم کے میوے کثرت سے ہیں اور خصوصاً انگور اور خربزہ بے مثل ہوتا ہے لکھنؤ کے خربزے لطافت میں تو شاید بڑھ کر ہوں لیکن شیرینی میں یہاں کے خربزوں کی برابری نہیں کر سکتے۔ امرود جسکو اہل عرب انجاس کہتے ہیں عجیب مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ رنگ میں تو نہیں لیکن صورت میں گاجروں سے مشابہ۔ مگر نہایت شیریں اور لذیذ سیب کابل کے سیب سے بڑے اور زیادہ شیریں ایک میوہ یہاں ہوتا ہے جس کو مشمش کہتے ہیں۔ وہ ہمارے یہاں کی جامن سے کچھ مشابہ ہے ہر قسم کے میوے نہایت ارزاں ہیں۔ انگور ۲ سیر تک آتے ہیں سیب عمدہ سے عمدہ پیسے کے دو۔ وعلیٰ ہذا۔

لباس اور وضع

لباس اور وضع بالکل یورپین ہے ظاہری ہیئت سے کسی شخص کا مسلمان یا عیسائی ہونا معلوم نہیں ہو سکتا۔ لال ٹوپی جو ترکوں کا امتیازی لباس ہو سکتا تھا عیسائی اور یہودی سب ہی استعمال کرتے ہیں اور اس وجہ سے دونوں قوموں میں امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں یہ طریقہ ایک اعتبار سے تو اچھا ہے کیونکہ دنیا کی مختلف قوموں میں اختلاف کے آثار جس قدر مٹتے جائیں تمدن کے لئے مفید ہے لیکن بعض ضرورتوں میں اس سے سخت حرج ہوتا ہے مجکو اس کی وجہ سے اکثر دشواریاں پیش آئیں۔ اور ہمیشہ خیال آتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اگر عیسائیوں کو قومی لباس کی پابندی کا حکم دیا تو بہت بجا کیا تعجب یہ ہے کہ یہاں مذہبی گروہ یعنی علماء اور مدرسین بھی یورپ کے اثر سے نہیں بچ سکے ان کے پائجاموں میں پتلون کی طرح بٹن ہوتے ہیں صرف یہ فرق ہے کہ اوپر گھیر ہوتا ہے اور خوبصورتی کے ساتھ چنٹیں ہوتی ہیں۔ کرتہ یا اچکن کی بجائے صرف واسکوٹ ہوتا ہے واسکوٹ کے اوپر عبا پہنتے ہیں۔ اور یہی امتیازی علامت ہے جو ان کو اور گروہ کے آدمیوں سے الگ کرتی ہے۔ اس میں بھی یورپ کا یہ اثر ہے کہ عبا کے تکمے نہیں لگاتے اور سامنے سے واسکوٹ کھلا رہتا ہے۔ ترکی ٹوپی عموماً یہ لوگ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن اس پر سپید کپڑے کی ایک دھجی لپٹی ہوتی ہے جسکو عربی میں لفہ کہتے ہیں اور وہ اہل علم کی خاص علامت خیال کیجاتی ہے عورتوں کے لباس کی تفصیل میں عورتوں کی تہذیب و معاشرت کے ذکر میں لکھوں گا۔

یہاں کی عمدہ عمارتیں اور یادگار عمارتیں جامع مسجدیں اور شاہی ایوانات ہیں جامع مسجدوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ جداگانہ عنوان سے آگے آئیگا شاہی ایوانات کو یہاں سرائے کہتے ہیں۔ ان کی تعداد بیس یا اکیس ہے اور سب دور دور فاصلے پر واقع ہیں یہ عمارتیں مختلف سلاطین کے عہد کی ہیں اور نہایت

عظمت وشان کی عمارتیں ہیں۔ ایک ایوان عین لب دریا ہے جو سرتاپا سنگ رخام کا ہے اور نہایت وسیع بلند۔ خوشنما ہے۔ حال میں شہنشاہ جرمن سلطان کا مہمان ہوا تھا تو اسی ایوان میں ٹھہرا تھا۔

کوئی ٹاؤن ہال نہیں

یہ بات نہایت تعجب کی ہے کہ تمام شہر میں کوئی ٹاؤن ہال نہیں پبلک گارڈن یعنی باغ عامہ بھی ایسا مختصر ہے کہ اس عظیم الشان دار السلطنت کے لئے کسی طرح موزوں نہیں۔

عدالتیں

عدالتیں (بجز دو تین کے) سب یکجا واقع ہیں اور اس مجموعی عمارت کو باب عالی کہتے ہیں وزیر اعظم کا محکمہ بھی یہیں ہے۔ یہ عمارتیں چنداں شاندار نہیں ہیں۔ ہائیکورٹ جسکو یہاں محکمۃ التمیز کہتے ہیں باب عالی سے فاصلہ پر ہے۔ میں اسکے اندر تو نہیں گیا لیکن باہر سے بڑی شاندار عمارت معلوم ہوتی ہے۔ پولیس کمشنر کی عدالت غلطہ میں ہے میں نے اس کی اچھی طرح سیر کی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں ہے۔ لیکن نہایت مرتب اور آراستہ ہے۔ اجلاس کے کمرہ میں بیش قیمت ترکی قالین بچھا ہوا ہے کرسیاں بھی نہایت خوبصورت اور موزوں ہیں معارف یعنی سررشتہ تعلیم کا محکمہ بھی میں نے دیکھا معمولی عمارت ہے۔ لیکن صفائی اور خوش سلیقگی کی وجہ سے خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

ترقی تعلیم کالج اور اسکول

ترقی تعلیم

اس دور دراز سفر سے کتب خانوں کی سیر کے علاوہ اگر میرا کچھ اور مقصد ہو سکتا تھا تو یہاں کی طرز تعلیم اور ترقی تعلیم کا اندازہ کرنا تھا چنانچہ میں نے اس پر بہ نسبت اور تمام باتوں کے زیادہ توجہ کی اور جہاں تک ہو سکا کوشش اور محنت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا لیکن ناظرین کو یہ امید نہ کرنی چاہیے کہ میں اپنے مقاصد میں پورا کامیاب بھی ہوا اور یہ کہ میری تعلیمی رپورٹ کوئی مکمل رپورٹ ہوگی۔ تحقیقات کیلئے میں جو کوششیں کر سکتا تھا وہ یہ تھیں کہ چند بار سررشتہ تعلیم کے دفتر میں گیا افسران تعلیم سے تحقیق طلب باتیں دریافت کیں بڑے بڑے کالج اور اسکول خود جا کر دیکھے ٹیچروں پروفیسروں سے ملا۔ کالجوں کی سالانہ رپورٹیں حاصل کیں لیکن یہاں تمام کوششوں پر بھی پوری کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ترکوں میں یہ عجیب دستور ہے کہ وہ ہر ایک بات کو پالٹیکس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس وجہ سے کسی معاملہ کا منظر عام میں آنا پسند نہیں کرتے سررشتہ تعلیم کی رپورٹ جو سالنامہ کے ساتھ شائع ہوتی ہے نہایت مختصر اور مجمل ہوتی ہے یہاں تک کہ مصارف تعلیم اور پروفیسروں اور ٹیچروں کی

تنخواہوں کا ذکر تک نہیں ہوتا۔ بعض بعض کالجوں مثلاً مکتب حربیہ و مکتب سلطانی کی جداگانہ رپورٹیں
شائع ہوتی ہیں لیکن ان میں نتائج امتحان اور نصاب تعلیم کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

اول اول مجکو خیال ہوا کہ چونکہ میری رسائی کے وسیلے کم تھے اس لئے یہ حالات کم معلوم ہوئے
لیکن جب میں نے خیر الدین پاشا وزیر تونس کی کتاب پڑھی تو تسکین ہوگئی۔ اس نے جہان ترکی
کا ذکر کیا ہے اور اس کی تمدنی و تعلیمی ترقیوں کا حال لکھا ہے۔ نہایت اجمالی سے کام لیا ہے اور یہ
معذرت کی ہے کہ "میں نے ترکی کے جو حالات لکھے وہ انگریزی کتابوں کے ذریعہ سے لکھے ہیں اور اس
وجہ سے مفصل نہ لکھ سکا لیکن مسلمانوں کی تحریرات میں اس قدر بھی نہیں مل سکتا" اس تمہید اور معذرت
کے بعد میں اصل مطلب شروع کرتا ہوں۔

تعلیم کے مختلف طریقے
تعلیم قدیم

قسطنطنیہ بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں تعلیم کے دو طریقے ہیں قدیم و جدید۔ قدیم تعلیم ترکی حکومت کے
ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ چنانچہ ارخان المتوفی سنہ ۷۶۱ھ نے جو اس سلسلہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ ازنیق
میں ایک مدرسہ قائم کیا اور یہ پہلا مدرسہ تھا جو ممالک عثمانیہ میں قائم ہوا۔ ارخان کے بعد اور سلاطین نے
حوصلہ شاہانہ سے تعلیم پر توجہ کی اور سینکڑوں دار العلوم اور مدرسے قائم کئے۔ چنانچہ ہمارے رسالے مسلمانوں
کی گذشتہ تعلیم "میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ نئی تعلیم کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی
ہے جب ترکی حکومت ایشیائی قالب چھوڑ کر یورپین قالب میں آئی۔ اس انقلاب کا بانی سلطان
محمود تھا جس نے اول اول یورپین وضع اختیار کی اور فوج کو یورپ کے طرز پر آراستہ کیا اسی مجدد نے
سنہ ۱۲۵۰ھ میں مکتب حربیہ کی بنیاد ڈالی جو تعلیم جدید کا پہلا کالج تھا۔ یہ کالج اب بھی موجود ہے اور تمام حربی
مدارس کا مرکز ہے سلطان محمود کے بعد سلطان عبد المجید نے سنہ ۱۲۶۱ھ میں جدید تعلیم کو زیادہ وسعت دی
اور مکاتب رشدیہ قائم کئے۔ اس عہد سے اب تک یہ تعلیم نہایت وسعت کے ساتھ جاری ہے۔ اور
روز افزوں ترقی کر رہی ہے تعلیم جدید کے چار درجے قرار دیئے گئے ہیں۔

ابتدائیہ۔ اس کی مدت تعلیم زیادہ سے زیادہ پانچ برس ہے لیکن ذہین اور ہوشیار طالب علم
دو تین برس بلکہ برس دو برس میں ہی اس کو ختم کر کے اوپر ترقی کر سکتا ہے اس میں قرآن مجید ترکی
زبان عربی کلام خط۔ حساب تقسیم تک سکھایا جاتا ہے۔

رشدیہ

رشدیہ۔ مدت تعلیم تین برس۔ اس میں ترکی املا مفردات زبان ترکی۔ نحو ترکی۔ عقائد اسلام

بزبان ترکی حساب چاروں حصے۔ فرنچ زبان عربی جغرافیہ اقلیدس۔ کاغذات۔ تجارت کے اصول نقشہ کشی کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہ درجہ تقریباً ہمارے یہاں کے مڈل کے برابر یا اس سے کچھ بڑھ کر ہے۔

اعدادیہ اور اسکے طلباء کی تعداد

رشدیہ کے بعد اعدادیہ ہے جس کو انٹرنس کہا جا سکتا ہے۔ اس کلاس کے طالب علموں کی مجموعی تعداد ۱۸۹۲ء میں ۵۲۱۵ تھی۔ اس میں تمام اضلاع اور خود پایہ تخت کے مدارس شامل ہیں۔

اعدادیہ کے بعد خاص خاص کالج ہیں مثلاً مکتب ملکیہ، مکتب الحقوق وغیرہ جن کا مفصل بیان آگے آئیگا ہر قسم کے عام وخاص مدرسے جو قسطنطنیہ میں ہیں انکی تعداد پانسو ہے جن میں تیرہ بڑے بڑے کالج ہیں۔

سلطان حال کے زمانہ میں تعلیم کی ترقی

یہ امر عموماً تسلیم کیا جاتا ہے کہ سلطان حال کے عہد میں تعلیم نے نہایت ترقی کی ہے اور روز بروز کرتی جاتی ہے سلطان کی تخت نشینی کے وقت مدارس رشدیہ کی تعداد ۹۶ تھی لیکن اب ۵۰۴ ہے ہر قسم کے نئے مدارس جو سلطان کی شانزدہ سالہ حکومت میں قائم ہوئے اِن کی تعداد دو ہزار ہے اسکے ساتھ اسکولوں اور کالجوں میں طالب علموں کی تعداد اس کثرت سے بڑھتی جاتی ہے کہ ترقی تعلیم کی سال ماقبل کی رپورٹ سال مابعد سے کچھ نسبت نہیں رکھتی پروفیسر ومبیری نے اب سے چند برس پہلے ترکوں کی عام ترقی پر جو لکچر دیا اس میں مکتب الحقوق (قانونی کالج) کے طالب علموں کی تعداد تین سو بیان کی ہے لیکن میں جب قسطنطنیہ میں تھا تو اس کالج میں بارہ سو طالب علم موجود تھے۔ میں نے زمانہ قیام مصر میں قاہرہ کے مشہور اخبار المؤید میں پڑھا تھا کہ سلطان حال نے جب عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو مصارف تعلیم تین لاکھ پونڈ سالانہ تھے لیکن اب آٹھ لاکھ پونڈ سالانہ ہیں یہ رقم ہمارے ہاں کے ایک کروڑ بیس لاکھ کے مساوی ہے حقیقت میں سلطان کو تعلیم کے ساتھ عجیب دلچسپی ہے۔ مکتب ملکیہ اور مکتب الحقوق جو قسطنطنیہ کے نامور کالج ہیں خاص سلطان کے قائم کردہ ہیں حضرت ممدوح کو ان کالجوں کی طرف یہ التفات ہے کہ چند بار بنفس نفیس اُن کے معائنہ کو تشریف لاچکے ہیں۔

تعلیم کے سالانہ مصارف

جس زمانہ میں میں قسطنطنیہ میں تھا حضرت ممدوح نے بڑے بڑے کالجوں کے طالب علموں کی شاہانہ دعوت کی قسطنطنیہ میں کاغذخانہ ایک مشہور سیرگاہ ہے جہاں ہفتہ میں ایک بار تماشائیوں کا مجمع ہوتا ہے یہ مقام دعوت کیلئے تجویز کیا گیا۔ اور حکم ہوا کہ ہر کالج کے لڑکے باری باری وہاں بلائے جائیں سب سے پہلے مکتب حربیہ، پھر مکتب ملکی (سول سروس کالج) اور دوسرے کالجوں کے طلباء

مدعو ہوئے۔ طالب علم کالج سے چلتے تھے تو سلطان کے حکم کے موافق شاہی بینڈ اُن کے آگے آگے بجتا جاتا
تھا چونکہ مصالح ملکی کی وجہ سے سلطان خود ان جلسوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے ہمیشہ ان کی طرف
سے ایک وزیر شریک دعوت ہوتا تھا اور طالب علموں کو سلطان کا سلام پہنچاتا تھا اُس وقت
تمام طالب العلم بڑے جوش اور اخلاص سے بادشاہم چوق یشا کا نعرہ بلند کرتے تھے (یعنی ہمارا
بادشاہ بہت زندہ ہے)

مکتب العشائر

تعلیم کے صیغہ میں ایک نہایت مفید ایجاد جو حال میں سلطان کی خاص تجویز سے ہوئی وہ مکتب
العشائر کا قائم ہونا ہے۔ اگرچہ اس وقت تمام ممالک عثمانیہ میں تعلیم کو ترقی ہے لیکن ابتک عرب کے
قبائل اس فیض سے قریباً بالکل محروم تھے جس کی وجہ خود اُن کی بے پروائی اور بدویت تھی
اس ضرورت سے سلطان نے خاص قبائل عرب کی تعلیم کے لئے ایک کالج۔ اور اُس کے ساتھ ایک
وسیع اور مرتب بورڈنگ قائم کرنے کا حکم دیا۔ میرے زمانہ قیام ہی میں حکام اور عمال کے نام فرامین
صادر ہوئے تھے کہ حجاز۔ یمن۔ دیار بکر۔ بصرہ۔ بغداد۔ طرابلس الغرب۔ حلب۔ موصل۔ شام میں عرب
کے جو معزز قبائل ہیں ان کے لڑکے انتخاب کر کے بھیجے جائیں۔ سلطان نے ان کے ہر قسم کے مصارف
حکومت کی طرف سے دینے منظور کئے۔ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو یہ کالج بڑی شوکت و شان
کے ساتھ کھولا گیا۔ اور افتتاحی رسمیں ادا کی گئیں۔ عربوں کی تہذیب و تربیت کے لئے ایسی
عمدہ کوشش کی نظیر۔ تمام اسلامی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

اس سے بھی زیادہ شاہانہ فیاضی کا ثبوت دار الشفقہ سے ملتا ہے جو خاص یتیموں کے لئے قائم
ہوا ہے اس مدرسے میں ایک ہزار یتیم تعلیم پاتے ہیں اور سب کے سب بورڈر ہیں اس گروہ کثیر کی
خوراک لباس اور تمام دوسرے ضروری مصارف کا بار سررشتہ تعلیم پر نہیں بلکہ سلطان المعظم
کی ذات خاص پر ہے۔

کالجوں اور اسکولوں میں سے جو زیادہ تر قابل ذکر ہیں وہ یہ ہیں

مکتب حربیہ شاہانہ مکتب سلطانیہ مکتب ملکیہ	چونکہ میں نے ان کالجوں کو خود دیکھا ہے اور ان کے طریقہ تعلیم وغیرہ کے متعلق تفصیلی بیان جو دریافت کئے ہیں اس لئے آگے چلکر ان کو جداگانہ عنوان سے لکھوں گا

مکتب الحقوق یعنی قانونی کالج	اس کالج میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ رومن لا۔ قانون تجارت۔ اصول محاکمہ۔ تعزیرات قانون بحری۔ پولٹیکل اکانومی یعنی سیاست مدن قوانین سلطنتہائے یورپ۔ مختصر طور پر قانون کی ایجاد کی تاریخ اور اس کی عہد بعہد کی ترقیاں طالب علموں کی تعداد بارہ سو ہے جن میں چھ سو بورڈر ہیں۔ یہاں کے تعلیم یافتہ منصف اور صدر صدور وغیرہ ہو سکتے ہیں مدت تعلیم چار برس ہے۔
مکتب الہندسہ	مدت تعلیم چھ برس۔ یہ رڑکی کالج کے مشابہ ہے۔
مکتب اللسان	اس میں جرمن۔ فرینچ۔ یونانی۔ ارمنی۔ لاٹین۔ اٹالین روسی زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔
مکتب الصناعۃ یعنی ٹیکنیکل اسکول	اس کا سالانہ خرچ ۸۲۵۰ پونڈ یعنی ۱۲۳۷۵۰ روپیہ ہیں طالب علموں کی تعداد ۲۴۰ ہے اور یہ کل یتیم لڑکے ہیں انکے مصارف خود مدرسہ کے فنڈ سے ادا ہوتے ہیں۔ اسمیں ابتک حدادی۔ نجاری وغیرہ سکھائی جاتی تھی۔ لیکن سال گذشتہ میں مہتمم مدرسہ توفیق بک آفندی نے درخواست کی کہ کلوں کا کام سکھایا جاوے۔
مکتب نواب	یہ کالج نہایت عمدہ اصول پر قائم کیا گیا ہے زمانہ ماقبل میں قاضی ومفتی جو مقرر ہوا کرتے تھے انکے لئے کسی قسم کی خاص تعلیم میں امتحان دینا مشروطہ نہ تھا۔ اب یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص اس کالج کا تعلیم یافتہ نہ ہو وہ شرعی مناصب پر مقرر نہیں ہو سکتا۔ اس طریقے نے سعی سفارشوں کی تقرریوں کا راستہ بالکل مسدود کر دیا ہے اس کالج میں فقہ کی نہایت

اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی ہے تعلیم جدیدہ کی بعض چیزیں بھی اضافہ کی گئی ہیں۔ تاکہ موجودہ زمانہ کی ضروریات پر واقفیت ہو۔	
اس میں فن جہازرانی کی تعلیم ہوتی ہے۔	مکتب بحریہ
	مکتب الزراعۃ

طریقہ تعلیم کے متعلق چند باتیں زیادہ قابل لحاظ ہیں

طریقہ تعلیم کے متعلق قابل لحاظ امور

(۱) یہ کہ قریباً تمام کالجوں اور اسکولوں میں فرنچ زبان لازمی ہے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ تعلیم جدید کا معمولی تعلیم یافتہ بھی فرنچ زبان سے ناآشنا نہیں ملسکتا۔

فرنچ زبان کا لازمی ہونا

(۲) تمام بڑے بڑے کالجوں میں۔ فزکس کمسٹری۔ جیالوجی وغیرہ کی تعلیم لازمی ہے اور ان علوم کی عملی مشق کرائی جاتی ہے اس غرض سے ہر کالج میں کثرت سے ان فنون کے آلات مہیا رہتے ہیں

سائنس و فنون کی تعلیم

(۳) تاریخ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے۔ مکتب ملکیہ کا کورس میں نے دیکھا تھا چھ ضخیم جلدوں میں ہے جس میں علاوہ اور ملکوں کے یورپ کی مفصل تاریخ ہے۔ اسکے ساتھ بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے متعلق یورپ کے اکثر مصنفین نے جو غلطیاں کی ہیں اُنسے بحث اور اس پر رد و قدح ہوتی ہے۔

تاریخ کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم

(۴) بجز مکتب سلطانیہ کے جس میں عیسائی طالب علم کثرت سے ہیں، باقی اور تمام مدارس میں ہر قسم کے علوم و فنون ملکی زبان یعنی ترکی میں پڑھائے جاتے ہیں تمام علوم جدیدہ کا ترکی زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے اور وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ یہ امر بحث طلب ہے کہ ترجمہ تعلیم کا عمدہ ذریعہ ہے یا نہیں اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامور ارباب الرائے نے اس بحث میں نفی کا پہلو اختیار کیا ہے لیکن غالباً وہ بحث ہندوستان کے ساتھ مخصوص ہے جہاں کی ملکی زبان گورنمنٹ کی زبان نہیں ہے ترکی زبان سلطنت کی زبان ہے اور اسکی مثال تمام دنیا میں نہیں ملسکتی کہ کسی سلطنت نے غیر قوم کی زبان میں علوم و فنون حاصل کر کے ترقی کی ہو انگلستان کی نشو و نما اسوقت شروع ہوئی جب علوم و فنون لیٹن سے انگریزی زبان میں منتقل ہو کر آئے اور کچھ شبہ نہیں کہ ترکی کی ترقی بھی اگر ہو سکتی ہے تو ملکی ہی زبان کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔

علوم جدیدہ کی تعلیم ترکی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

(۵) تعلیم و تربیت کے معاملہ میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل عزت ہے وہ بورڈنگ سسٹم ہے حقیقت یہ ہے کہ ٹرکی نہایت فخر سے اس بات کا دعویٰ کر سکتی ہے کہ اسنے بورڈنگ کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ تمام بڑے بڑے کالجوں کے ساتھ بورڈنگ ہیں اور انمیں نہایت کثرت سے

طلبا رہتے ہیں لیکن یہ التزام ہے کہ خوراک. لباس. وضع مکان. فرنیچر تمام چیزیں ایک سی ہوں اور طالب
علموں کی حالتوں میں فرق مراتب کا کوئی شائبہ نہو. بورڈنگ کا کرایہ اور خوراک کی جو فیس لیجاتی ہے
اسکے ساتھ کپڑے دھونے کے دام بھی لئے جاتے ہیں اور طالب علموں کے کپڑے خود کالج کے اہتمام سے تیار ہوتے
ہیں تمام لڑکے میز اور کرسیوں پر کھاتے ہیں اور ہر چیز میں تکلف اور صفائی خوش سلیقگی کا نہایت
اہتمام کیا جاتا ہے فیس کی تعداد کسی کالج میں ۵ پونڈ سالانہ سے کم نہیں ہے اور مکتب سلطانیہ میں
پونڈ یعنی چھ سو روپیہ سالانہ ہے۔

ترکوں کی یہ عجیب قابل قدر فیاضی ہے کہ باوجود زیادتی فیس کے غربا ان کالجوں کے فیض سے
محروم نہیں ہیں. ہر کالج میں غریب طالب علموں کی معتدبہ تعداد ہے اور دولتمند ترکوں کی طرف سے انکو اسقدر
امداد دیجاتی ہے کہ وہ کالج کے تمام مصارف ادا کرسکتے ہیں مکتب سلطانی جس کی فیس ۴۰ پونڈ سالانہ ہے
اس میں ۲۰۰ طالب علم غریب اور کم مقدور ہیں ان میں سے ڈیڑھ سو طالب علموں کی فیس امرا اور اراکین
حکومت ادا کرتے ہیں اور پچاس کی سلطان اپنی جیب خاص سے عطا فرماتے ہیں. اسکا یہ اثر ہے کہ کالج
کے احاطہ میں جاکر کوئی شخص کسی طرح تمیز نہیں کرسکتا کہ فلاں طالب علم غریب اور کم مقدور ہے طالب علموں
کی یکساں حالت. ان میں اتحاد اور قومیت کا نہایت قوی خیال پیدا کرتی ہے اور غربا کو اعلیٰ درجے کی
معاشرت کا عادی ہونا. ان میں حوصلہ مندی اور بلند نظری کا مادہ پیدا کرتا ہے یورپ کے بڑے بڑے کالجوں
میں یہ بڑی کمی ہے کہ کم مقدور لوگوں کو ان کی فیاضی سے چنداں فائدہ نہیں پہنچتا. ترکوں نے اسی
نقصان کا تدارک کیا ہے اور نہایت خوبی سے کیا ہے۔

بورڈنگ کا یہ طریقہ دیکھکر مجھکو مدرستہ العلوم یاد آتا تھا. اور میں اُسکے بورڈنگ کے اختلاف مراتب
پر افسوس کرتا تھا لیکن میرا افسوس درحقیقت مدرستہ العلوم کی حالت پر نہ تھا بلکہ قوم کے ان بزرگوں
پر تھا جن کو خدا نے دولت اور مقدور دیا ہے لیکن یہ توفیق نہیں دی کہ اپنی فیاضی سے اس
بات کی کوشش کریں کہ ہماری تعلیم گاہ میں غربا اور اہل مقدرت ایک ہی بلند سطح پر نظر آئیں میں
علانیہ کہتا ہوں کہ ہمارے قومی کالج میں جو چیز سب سے زیادہ ضروری اور نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے
کہ تمام طالب علموں کا لباس، وضع خوراک، مکان. فرنیچر. کلیتہً ایک کردیا جائے اور جو مختلف سطحیں
آج کالج میں قائم ہیں بالکل مٹادی جائیں. اگر یہ نہیں تو کالج میں قومیت کی روح نہیں

طالب علموں کا لباس

یہاں کالجوں اور اسکولوں میں ایک اور جدت ہے اور نہایت مفید اور کارآمد ہو وہ یہ کہ ہر طالبعلم کے کوٹ کے گریبان پر سنہری کلابتون میں اس کالج یا اسکول کا نام کڑھا ہوا ہوتا ہے جس میں وہ تعلیم پاتا ہے۔ کلابتون کے حرف ابھرے ہوئے اور اعلیٰ درجے کے خط نسخ کے مطابق ہوتے ہیں چار بجے کے قریب کالجوں اور اسکولوں کی گزرگاہوں پر جاؤ تو عجیب دلفریب سیر نظر آتی ہے غول کے غول لڑکے مدرسوں سے نکلکر متعدد صفوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس ترتیب اور نظام سے چلتے ہیں۔ کہ گویا باقاعدہ فوج جارہی ہے لڑکوں کا سرخ وسفید رنگ اس پر سیاہ کوٹ اور کوٹوں کے گریبانوں پر کالجوں کا زرین طغرہ اس قدر خوشنما معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

اس طریقے سے علاوہ زیب وزینت اور شان وشوکت کے ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ طالب علم سیر وتماشے کی غرض سے بازار میں نکلتے ہیں تو کوئی نامناسب حرکت نہیں کر سکتے۔ کالج کا لباس جس کا ہر وقت پہننا لازمی ہے پہنوا دیتا ہے کہ وہ طالب علم ہیں۔ اس لئے خواہ مخواہ ان کو کالج کے ناموس کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اس پر بھی اگر کوئی لڑکا کسی ناروا صحبت میں شریک ہو یا کسی بیہودگی کا مرتکب ہو تو پولس مین پکڑ کر اسکو اس کالج یا اسکول میں پہنچا آئیگا جہاں وہ تعلیم پاتا ہے۔

ایک ایک کمرے میں بہت سے طالب علموں کا رہنا

یہاں کے بورڈنگ سسٹم میں بظاہر ایک نقصان معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ الگ الگ کمرے نہیں ہوتے۔ ایک ایک پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لڑکوں کے لئے ایک بڑا ہال ہوتا ہے جس میں ان کی تعداد کے موافق پلنگ بچھے ہوتے ہیں۔ ہر پلنگ کے سرہانے ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہے جسمیں معمولی کپڑے اور کتابیں آجاتی ہیں۔ میں نے اول اول یہاں کے بورڈنگ دیکھے فی الجملہ انکی حقارت کا خیال پیدا ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ مدرسۃ العلوم کے پرتکلف اور آراستہ کمرے میری آنکھوں کے سامنے تھے۔ لیکن زیادہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ فائدے سے خالی نہیں۔ اگرچہ اس میں شبہہ نہیں کہ اس کمی کی اصلی وجہ کثرت آبادی اور کافی زمین کا نہ میسر آنا ہے لیکن ان فوائد کے لحاظ سے جو بغیر اس خاص طریقے کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ قصداً ایسا کیا گیا ہے اور ایسا ہی مناسب تھا تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

تمام بورڈروں کی یکساں معاشرت

اس طریقے سے جو نہایت مفید کام لیا گیا ہو وہ یہ ہے کہ تمام بورڈروں کی روزانہ زندگی یکساں اصول پر قائم کی گئی ہو مثلاً صبح ہوئی اور چوکیداروں نے جو تمام رات سونے کے کمرے میں ٹہلا کرتے ہیں۔ تمام

بدرووں کو جگہ جگہ دیوار میں لڑکوں کی تعداد کے موافق ٹونٹیاں لگی ہیں اور اُنکے نیچے پکی نالی بنی ہے
تمام لڑکے وہاں جاکر ایک ساتھ بیٹھ گئے۔ لڑکوں کے ایک ساتھ آنے جانے کا اس قدر التزام ہے
ہے کہ بعض کالجوں میں ایک کل ہے جس کے پھرانے سے تمام ٹونٹیوں کا منہ ایک ساتھ کھل جاتا
ہے۔ جب تمام لڑکے آجاتے ہیں تو نوکر اس کل کو پھراتا ہے اور وقت مقررہ کے گزرنے پر بند کر دیتا ہے
اگر کوئی لڑکا دیر کر کے آئے تو اس کو واپس جانا ہوگا کیونکہ صرف ایک شخص کیلیے بہت سا پانی رائیگان
نہیں کیا جاسکتا۔ ہاتھ منہ دہوکر تمام لڑکے ریڈنگ روم میں (جو کتب بینی کے لئے مخصوص ہے۔ اور
جہاں ایک نگران معلم موجود رہتا ہے) جاکر بنچوں پر بیٹھ گئے اور سبق کے یاد کرنے یا مطالعہ کے
دیکھنے میں مصروف ہوئے تمام طالب علم ایک ساتھ اُٹھ کر کھانے کے کمرے میں گئے۔ کھانیکے بعد
کالج کی گھنٹی ہوئی۔ اور سب کالج کے کمروں میں جا بیٹھے۔ رات کو بھی تمام طالب علم ایک ہی کمرے
(ریڈنگ روم) میں پڑھتے ہیں اور جب سونے کا وقت آتا ہے تو سب ساتھ اٹھ کر سونے کے کمرے میں
چلے جاتے ہیں بغرض سوکر اٹھنا۔ ہاتھ منہ دھونا سبق مطالعہ کرنا۔ کھانا کھانا۔ کھیلنا نماز کا پڑھنا اور
رات کے دس بجے اپنے اپنے پلنگ پر جاکر پڑ رہنا یہ سارے کام تمام طالب علموں کو ایک ساتھ
کرنے پڑتے ہیں۔ اس طریقے سے حفظ اوقات کی عادت ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ طبیعت ثانیہ
بن جاتی ہے۔ اس طریقے کیلئے ضرور ہے کہ ایک ایک کمرے میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ طالب علم
کے رہنے کا انتظام کیا جائے۔ ورنہ الگ الگ کمروں میں تمام کاموں کے ایک ساتھ انجام پانیکا کسیطرح
انتظام نہیں ہو سکتا ہمارے کالج میں ظہور حسین وارڈ جو ابھی قائم ہوا ہے اسی اصول پر قائم ہوا ہے۔

تعلیم کی وسعت اور ترقی کے متعلق اگرچہ یہ کچھ اہتمام ہے تاہم چونکہ نئے طریقہ تعلیم نے حال میں
رواج پایا ہے اس لئے ابھی بہت سی باتوں کی کمی ہے جس کی نسبت امید ہے کہ رفتہ رفتہ پوری
ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کالج بلکہ تمام شہر میں کوئی ڈبیٹنگ کلب اور علمی
انجمن نہیں ہے۔ اس لئے طالب علموں کو تقریر کرنے کا ملکہ بہم پہنچانے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ اس
کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کالجوں کے ڈگری یافتہ مجمع عام میں کسی مضمون پر لکچر یا اسپیچ نہیں دیسکتے اسی کا
یہ بھی اثر ہے کہ تعلیم یافتہ گروہ میں ابھی تک وہ زندہ دلی۔ آزاد خیالی۔ حوصلہ مندی۔ بلند نظری۔
نہیں پیدا ہوئی ہے جو نئی تعلیم کا لازمہ ہے۔

ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ کالجوں اور بڑے بڑے اسکولوں کا وجود دار الخلافہ کی شہر پناہ تک محدود ہے بڑے بڑے شہروں میں اگرچہ کثرت سے مدرسے قائم ہوگئے ہیں۔ لیکن وہ عموماً ابتدائیہ اور رشیدیہ یعنی اوسط درجہ کے مدارس ہیں۔ جہاں تک میری واقفیت ہے بیروت۔ دمشق حلب بیت المقدس میں ایک بھی ایک ایسا علمی مدرسہ نہیں جس پر کالج کا لفظ صادق آسکے۔

اس سے بڑھکر یہ افسوس ہے کہ قسطنطنیہ کے تمام کالج اور دار العلوم جن کا میں نے ذکر کیا۔ حکومت کی طرف سے ہیں۔ قوم نے ابھی تک اس طرف کچھ توجہ نہیں کی ہے۔ یعنے اتنے بڑے دار السلطنت میں ایک بھی قومی کالج نہیں۔ کوئی گورنمنٹ گو کتنی ہی مقتدر اور دولتمند ہو لیکن تمام ملک کی علمی ضرورتوں کی کفیل نہیں ہوسکتی۔ اگر ہو بھی تو چنداں مفید نہیں جب قوم کی تمام ضرورتیں گورنمنٹ انجام دیا کرتی ہے۔ اس کی دماغی اور روحانی قوتیں مردہ اور بے کار ہو جاتی ہیں۔

یورپ میں جو عظیم الشان علمی کارخانے پھیلے ہوئے ہیں ان میں زیادہ تر قوم کا حصہ ہے انگلستان کی مشہور یونیورسٹیاں کیمبرج اور اکسفورڈ۔ قومی ہی کوششوں سے قائم ہوئی ہیں اور اس وقت تک انہوں نے گورنمنٹ کا زیر بار احسان ہونا منظور نہیں کیا ہے۔

اس اجمالی رپورٹ کے بعد ہم بعض بعض کالجوں کا تفصیلی حال لکھتے ہیں۔

مکتب حربیہ

یہ بہت بڑا کالج بلکہ بہت بڑی یونیورسٹی ہے جس پر ترکوں کو فخر ہے اور درحقیقت وہ اس فخر کا مستحق ہے۔ اگرچہ حربی تعلیم اصطلاحی تعلیم کے مفہوم سے کسی قدر الگ ہے اور اس لحاظ سے ترقی تعلیم کے ذیل میں مکتب حربیہ کا ذکر کرنا بظاہر موزوں نہ تھا لیکن اس کالج میں حربی علوم کے علاوہ طبیعیات۔ کیمیا۔ ریاضی اور بالخصوص طب کی تمام شاخوں کی تعلیم اس حد تک ہوتی ہے کہ ہم اس کو اصطلاحی تعلیم کے دائرہ سے باہر نہیں کہہ سکتے یہ کالج ۱۲۵۰ھ میں سلطان محمود نے قائم کیا تھا۔ اس زمانے کی بہ نسبت عمارت میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اور نصاب تعلیم تو اس قدر وسیع اور اعلیٰ ہوگیا ہے کہ گویا وہ کالج ہی نہیں رہا۔

اس کالج کے ماتحت جس قدر حربی مدارس ہیں ان کی تعداد (۲۷) ہے جن میں (۱۸) اعدادیہ ہیں اور (۹) رشیدیہ جن میں ۹۲۲۴ طالب علم تعلیم پاتے ہیں۔

تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی

قسم مدرسہ	مدارس پائے تخت		مدارس اضلاع	
	بورڈ	غیر بورڈ	بورڈ	غیر بورڈ
اعدادی	۱۰۹۶	۰	۷۴۵	۰
رشدیہ	۱۵۵	۲۴۲۵	۱۲۸	۲۲۲۵

یہ کالج (مکتب حربیہ) بڑی عظمت وشان کا کالج ہے۔ اگرچہ قسطنطنیہ میں عام دستور ہے کہ سکرٹری مدرسہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی مدرسہ کے احاطہ میں داخل نہیں ہوسکتا لیکن اس کالج میں اور بھی زیادہ اہتمام اور روک ٹوک ہے میں نے جب اسکی سیر کا قصد کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس کے لئے ارادہ سنیہ یعنی خود سلطان کی اجازت درکار ہے۔ اگرچہ ممکن تھا کہ عثمان پاشا جن سے اس زمانے میں مجکو شرف ملازمت حاصل ہوچکا تھا مجکو بآسانی اجازت دلادے لیکن میں نے اس کام کیلئے ان کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے بے تکلفانہ ملاقات تھی ان سے تذکرہ کیا بولے کہ "درحربیہ ما ذون نیستم" مجبوراً مجکو ذاتی کوشش پر بھروسہ کرنا پڑا۔ اتنا معلوم ہوچکا تھا کہ مکتب حربیہ کے سکرٹری ذکی پاشا ہیں جو نہایت لائق اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں میں نے خیال کیا کہ بغیر کسی واسطے کے خود اُن سے ملنا چاہیے۔ شیخ علی ظبیان نے بھی یہی رائے دی۔ چنانچہ ہم دونوں پاشائے موصوف کے مکان پر گئے۔

اتفاق سے وہ باہر جاچکے تھے۔ آدمی نے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے شاید جلد آجائیں اسی اثنا میں وہ آپہنچے۔ گاڑی سے اترنے کے ساتھ انہوں نے ہماری طرف رخ کیا۔ شیخ علی ظبیان اور میں دو[...]ں عربی لباس میں تھے۔ اگرچہ میرے سر پر ریشمی عمامہ اور کمر میں سنہری پٹی تھی لیکن قحطان اور ع[...] کی وجہ سے مجموعی صورت سے عرب معلوم ہوتا تھا۔ پاشائے موصوف کو اس وقت نہایت جلدی تھی سلام علیک کے ساتھ ہی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ مجیدیاں (ترکی سکہ) نکالیں پہلے تو مجکو سخت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ نعوذ باللہ انہوں نے ہمکو عام عربوں کی طرح گداگر سمجھا۔ اس خیال سے مجھ کو نہایت رنج اور رنج کے ساتھ غصہ آیا۔ میں نے چلا کر کہا۔ شو ھذا انما جئنا لہ زال الفقر؟ یعنی یہ کیا ہے ہم اسلئے نہیں آئے ہم محتاج نہیں ہیں۔ پاشائے موصوف اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے

مکتب حربیہ کی سیکرٹری ذکی پاشا کی ملاقات

پہرے کی ہیبت اور لہجہ کلام سے سمجھے کہ یہ امر اس کو ناگوار گذرا۔ شیخ علی ظلبیان کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ غنڈا ہیں کیوں ہیں؟ اور چاہتے کیا ہیں؟ شیخ علی ظلبیان ٹوٹی پھوٹی ترکی بول لیتے تھے میرے آنے کی غرض وغایت بیان کی۔ پاشائے موصوف نہایت شرمندہ ہوئے معذرت کے ساتھ کہا کہ آپ بالاخانے پر چلیے میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں بالاخانے پر چند معزز عہدہ دار جمع تھے جنہوں نے نہایت احترام کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ معمول کے موافق قہوہ آیا۔ ایک ایک سے مزاج پرسی ہوئی ان لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ میں ہندوستان کا باشندہ ہوں اور تحقیقات علمی کی غرض سے یہاں آیا ہوں تو اس قدر گرویدہ ہوئے کہ ہر لفظ اور ہر ادا سے شوق اور محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ نہایت افسوس تھا کہ میں نہ ترکی سمجھتا تھا نہ فرنچ اور وہ ان زبانوں کے سوا اور کسی زبان میں گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ اٹھ اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھتے تھے اور اظہار محبت کے ساتھ افسوس ظاہر کرتے تھے کہ ہم آپ کی زبان نہیں سمجھتے۔ تھوڑی دیر کے بعد ذکی پاشا نے معذرت کے ساتھ کہلا بھیجا کہ مجھکو ضروری کام درپیش ہے۔ اس لئے میں خود نہیں آسکتا لیکن میں نے ایک افسر کو حکم دیدیا ہے وہ آپ کو اچھی طرح کالج کی سیر کرادیگا۔ ان صاحب کا نام رضا بک تھا اور امیر الائی کا رتبہ رکھتے تھے۔ پاشائے موصوف کی معذرت اگرچہ بہانہ پر محمول نہیں ہو سکتی تھی واقعی ان کو بہت سے محکمے سپرد ہیں اور تمام تمام دن ان کو دورے میں گزر جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان کو اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی تھی اور یہ بھی اُن کے نہ آنے کا ایک سبب تھا۔

مجھکو اس بات کے معلوم ہونے سے کہ یہاں علماء اور مقفولین جب کسی امیر یا عہدہ دار سے ملتے ہیں تو اسی غرض سے ملتے ہیں کہ بعض نورانی ہاتھ آئے ذکی پاشا کی بدگمانی کا رنج تو جاتا رہا لیکن اس فرقے کے حال پر بہت افسوس ہوا۔ نذر و نیاز کے طریقے کو میں ہندوستان کے ساتھ مخصوص سمجھتا تھا لیکن افسوس یہاں بھی اس سے نجات نہیں پائی۔

قصہ مختصر رضا بک کے ساتھ ہم مکتب حربیہ کو گئے۔ دروازہ پر پہرہ تھا سپاہیوں نے فوجی قاعدے سے سلام کیا۔ اندر داخل ہوئے تو کالج کیا ایک مستقل آبادی تھی رضا بک پہلے اپنے خاص کمرے میں لے گئے۔ وہاں کے اور چند عہدہ دار موجود تھے انسے تعارف ہوا معمول کے موافق قہوہ آیا تھوڑی دیر کے بعد رضا بک نے کہا کہ کھانے کی گھنٹی ہو چکی ہے۔ آیئے سب سے پہلے آپ کو کھانے کے کمرے کی سیر کرائیں۔ چونکہ اس وقت ڈائننگ روم (کھانے کا کمرہ) اور اسکے متعلق جو عمارتیں ہیں ٹہا کرنے سرے سے

تعمیر ہو رہی تھیں۔ اس لئے کالج کے سلسلۂ عمارت سے کسی قدر فاصلہ پر ایک مکان عارضی طور پر بنایا گیا تھا اور کالج سے اس عمارت تک صاف اور ہموار سڑک تیار کی گئی تھی لڑکے اپنے اپنے کمروں سے نکلکر ڈائننگ ہال چلے تو عجیب دلفریب سماں نظر آیا۔ پانچ پانچ چھ چھ لڑکوں کی تیس چالیس صفیں تھیں اور اس ترتیب و انتظام کے ساتھ جا رہی تھیں کہ گویا باقاعدہ فوج مارچ کر رہی ہے۔ وضع اور لباس بالکل ایک سا تھا اور چونکہ تمام لڑکے ترک یا شامی عرب تھے رنگ و روپ میں بھی چنداں فرق نہ تھا تعجب یہ ہے کہ اس گروہ کے ساتھ نہ کوئی افسر تھا نہ ان کو ہمارا آنا معلوم تھا تاہم ان کی کوئی کوئی حرکت ترتیب و انتظام کے خلاف نہ تھی اور شور و غل کا مطلق نام نہ تھا جب ہم کمرے کے اندر داخل ہوئے تو تمام لڑکے میز پر بیٹھ چکے تھے ہال نہایت وسیع اور خوبصورت اور چھت پر طلائی کام تھا۔ دو تین قسم کے کھانے تھے اور ترکی طریقے کے موافق چار چار لڑکوں کے بیچ میں ایک ایک قاب تھی۔ چھری کانٹے نہ تھے۔ صرف چمچے تھے۔ لیکن لڑکے کھاتے اس خوش سلیقگی سے تھے کہ نہ کسی کا ہاتھ بھرتا تھا نہ میز کی چادر پر کہیں دھبہ پڑ سکتا تھا۔ غالباً لڑکوں پر صفائی اور پاکیزگی کی سخت تاکید ہے۔ چار پانچ سو لڑکے جو ہال میں موجود تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کپڑے بدل کر آئے ہیں۔ ہم جدھر گزرتے بعض بعض لڑکے کھڑے ہو جاتے اور کہتے تفضل یا مولانا ان کے اصرار سے ہم نے دو ایک لقمے کھائے۔ کھانا بُرا نہ تھا لیکن ہم ہندوستانی قورمہ ڈھونڈتے تھے وہ یہاں کہاں؟ کھانے کے کمرے سے نکلکر تھوڑی دیر تک ہم ادھر ادھر پھرتے رہے یہاں تک کہ کالج کی گھنٹی ہوئی اور لڑکے لکچرز روم کو چلے گئے۔

لکچرز روم (تعلیم کے کمرے) ہمارے ہندوستان کی قطع کے نہیں ہیں۔ دور تک سیدھی قطاروں میں بہت سے کمرے ہیں جنکی قطع عام مکانات کی سی ہے۔ پروفیسر ایک بلند چبوترے پر بیٹھتا ہے بعض بعض چبوتروں کے گرد لکڑی کا کٹہرا بھی تھا رضا بک اور انکے ساتھ ہم جس کمرے میں جاتے ایک لڑکا اٹھکر "لق" کا لفظ بلند آواز سے کہتا اس آواز کیساتھ تمام لڑکے کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے معلوم ہوا کہ کالج کا جب کوئی افسر آتا ہے تو لڑکے اسطرح اسکی تعظیم بجا لاتے ہیں رضا بک ہمکو تمام پروفیسروں سے انٹروڈیوس کراتے تھے لیکن افسوس یہ تھا کہ ہم کسی کی زبان نہیں سمجھ سکتے تھے حمام چھاپہ خانہ۔ نقاش خانہ اور اس قسم کی بہت سی عمارتیں جو کالج کے احاطہ میں ہیں ہم نے سب کی سیر کی۔ یہ عمارتیں اس کثرت سے ہیں کہ قریباً دو گھنٹے تک ہم برابر پھرے تب کہیں جاکر ختم ہوئیں۔

لکچرز روم

تشریح کی تعلیم کا کمرہ نہایت وسیع ہے اور اعمال تشریحی کے سامان کثرت سے جمع ہیں۔ نقشہ کشی اور مصوری کے جو نمونے میں نے یہاں دیکھے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ چھاپہ خانہ میں ایک ایجاد یہ دیکھی کہ جغرافیہ کا نقشہ بجائے کاغذ کے پتھر پر بنا کر چھاپا جاتا تھا۔ جو نقشہ اس وقت تیار ہو رہا تھا نہایت گنجان اور باریک تھا اور درحقیقت بڑی دیدہ ریزی کا کام تھا۔

طالب علموں کی تفریح کے لئے ایک خوبصورت حوض بنا ہے جس میں مختلف رنگ کی مچھلیاں پڑی ہیں اور جا بجا بنچیں اور کرسیاں بچھی ہیں۔ پروفیسروں اور ٹیچروں کیلئے ذرا فاصلے پر الگ حوض ہے چونکہ چلتے چلتے تھک گئے تھے ہم نے وہاں دم لیا اور دیر تک صحبت رہی۔ رجب آفندی جو ترکی زبان کی انشا سکھانے پر مامور ہیں اور فارسی زبان جانتے ہیں آخری دورے میں ہمارے ساتھ ہو لئے تھے۔ ان کے ذریعہ سے کالج کے معزز افسروں سے بے تکلف بات چیت ہو سکتی تھی۔ پروفیسروں اور طالب علموں نے مجھ سے جس خوش اخلاقی اور اسلامی محبت کا برتاؤ کیا میں اسکی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ اس بات کا نہایت افسوس رہا کہ جس دن ہم نے کالج کو دیکھا وہ عملی تعلیم کا دن نہ تھا اس وجہ سے فوجی مشقیں یعنی قواعد نشانہ بازی، شہسواری، مورچہ بنانا، دمدمے تیار کرنے اور اس قسم کی کوئی چیز نہ دیکھ سکے۔ ممکن تھا کہ کسی اور دن جا کر دیکھتے لیکن ہماری قیام گاہ سے کالج اس قدر دور تھا کہ پھر ہمت نہ ہوئی۔ اس کالج میں تعلیم کی متعدد شاخیں ہیں:-

پروفیسروں کا اخلاق

تعلیم کی متعدد شاخیں

ارکان حرب

(۱) ارکان حربیہ یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور اسکی مدت تعلیم تین برس ہے۔ اسکی دو شاخیں ہیں فنی و عسکری۔ فنی میں مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہیں۔ تقسیم اراضی و ہیئت۔ نظریات جر ثقیل۔ معماری۔ زبانہائے فرنچ و جرمن و روس۔ قلعوں کا محاصرہ اور اس کے اصول جنگ۔ فوجی ٹیلیگراف و وظائف ارکان حرب۔ فوجی ایجادیں۔ عملیات۔ اشکال معماری۔ سفر مینا۔ ممالک عثمانیہ کی سڑکیں اور کل ممالک یورپ کی ریلوے لائنیں۔ فن اسلحہ نقلیہ۔ علم طبقات الارض۔ یورپ کی فوجوں کی ترتیب اور اصول۔ دنیا کی مشہور لڑائیاں اور فوجی اصول کے لحاظ سے ان کی کیفیت وقوع اور فتح و شکست کے اسباب۔ اقلیدس۔ جبر و مقابلہ۔ بلوغرافیا۔ فن اسلحہ حقیقہ۔ کتابت فن حرب۔ تصویر کشی۔

عسکری میں بھی اکثر یہی مضامین ہیں اس کے ساتھ ساتھ بعض جدید مضامین بھی ہیں جو

مضامین ان دونوں درجوں میں پڑھائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر کی ابتدائی تعلیم رشدیہ اور اعدادیہ میں ہو چکتی ہے۔ ان درجوں میں صرف ان کی تکمیل ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تین برس میں اس قدر مختلف مضامین کی تحصیل ہو سکتی ہے۔ رشدیہ سے اس درجہ تک کی تعلیم کی کل مدت دس برس ہے۔

سواری

(۲) سواری کی تعلیم۔ اس کی مدت تعلیم تین برس ہے اور علاوہ علمی مشقوں کے مضامین ذیل کی تعلیم ہوتی ہے۔ ہندسہ رسمیہ۔ جغرافیا نظری و عملی۔ زبانہائے فرنچ و جرمن و روس۔ کیمیا۔ فن اسلحہ۔ فوجی ایجادات۔ جغرافیہ لے عسکری

پیادہ

(۳) پیادہ۔ مدت تعلیم تین برس۔ ان میں علاوہ عملی مشقوں کے جغرافیہ۔ فوجی۔ فن اسلحہ۔ جرمن و فرنچ و روسی زبانیں۔ فوجی ایجادات۔ استحکامات خفیفہ۔ حفظ الصحت کی تعلیم ہوتی ہے۔

بیطاری یعنی جانوروں کا علاج

(۴) بیطاری یعنی طب حیوانات۔ مدت تعلیم چار برس۔ مضامین درسیہ یہ ہیں۔ عام امراض۔ فن ولادت فن فروسیت۔ امراض داخلیہ۔ امراض متولیہ۔ فن جراحی۔ امراض خارجیہ۔ فرنچ زبان۔ کتابت کیمیائے عضوی۔ مفردات طب۔ تشریح۔ منافع الاعضاء۔ نباتات۔ علم الحیوانات۔ کیمیائے غیر عضوی علم الارض والمعادن۔ ان چاروں صیغوں میں قریباً چھ سو لڑکے زیر تعلیم ہیں۔ اور ان کو سند حاصل کرنے کے بعد حسب مراتب افسری کے عہدے ملتے ہیں۔ ان کے نیچے۔ اعدادیہ اور رشدیہ کی کلاسیں ہیں۔ جن کی مدت تعلیم سات برس ہے۔ اور تاریخ جغرافیہ حساب اقلیدس طبیعات۔ کلوں کا کام اور اس قسم کے مضامین کی تعلیم ہوتی ہے۔ کل طالب علم جو کالج کی مختلف شاخوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ تعداد میں پندرہ سو ہیں جن میں سے ایک ہزار بورڈر ہیں۔ پروفیسر و اسسٹنٹ پروفیسر و ٹیچر ۸۰ ہیں جن میں سے اکثر کالج ہی کے احاطہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ اکثر

پروفیسروں اور ٹیچروں کی تعداد

پروفیسر اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ اور معزز عہدہ دار ہیں ان میں سے چھ شخص پاشا کا منصب رکھتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ ثروت پاشا سکرٹری۔ فائق پاشا پروفیسر کیمیا عضوی۔ ہنر پاشا پروفیسر تعلیم سواری۔ تفوق پاشا۔ پروفیسر طبقات الارض۔ شاکر پاشا پروفیسر ارکان حرب۔ عثمان پاشا پروفیسر زبان جرمنی۔ نو پروفیسروں کو میر الائی کا رتبہ حاصل ہے۔

مکتب سلطانی

یہ بھی قدیم کالج ہے اور مکتب حربیہ کے سوا تمام کالجوں سے ممتاز ہے یہ غلطہ سرائے میں واقع ہے۔

جہاں یورپین تاجر زیادہ آباد ہیں اور اس وجہ سے تمام اور کالجوں کی نسبت عیسائی لڑکے یہیں زیادہ ہیں

مجکو افسوس ہو کہ جسوقت میں نے اس کالج کو دیکھا تعطیل کا زمانہ تھا اور بجز دو تین عہدہ داروں یعنے سکرٹری اور نائب سکرٹری وغیرہ کے اور کوئی افسر موجود نہ تھا کالج کی عمارت دو منزلہ ہے بورڈنگ اور لکچر روم سب اوپر کے درجے میں ہیں - علم الحیوانات کی تعلیم کیلئے نہایت وسیع کمرہ ہے جس میں کثرت سے ہر قسم کے مردہ جانور اور بڑے بڑے مردہ جانوروں کے ڈھانچے ہیں - وہیل مچھلی کا ڈھانچہ میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا کیمیا اور الکٹرسٹی کے تجربوں کے لئے کثرت سے بیش قیمت آلات تیار اور مہیا کئے گئے ہیں -

یہ بات مجکو نہایت پسند آئی کہ بیمار بورڈروں کیلئے ایک نہایت وسیع ہال آراستہ ہی جسمیں کثرت سے پلنگ وغیرہ موجود ہیں اور متعدد خدمت گار ہر وقت حاضر رہتے ہیں اس طریقے سے ڈاکٹر کو لڑکوں کے علاج اور تیمارداری میں آسانی ہوتی ہے وہ ایک ہی وقت میں تمام بیماروں کو دیکھ سکتا ہے ورنہ الگ الگ کمرے ہوں تو ایک ایک بیمار کے پاس پہنچنا - اور کافی طور سے اُن کی پرداخت اور خبر گیری کرنی سخت مشکل ہو -

اس کالج کا صرف ۱۸ ہزار پونڈ یعنی دو لاکھ ستر ہزار روپیہ سالانہ ہی لیکن اس میں غریب طالب علموں کی اسکالرشپ کی رقم بھی شامل ہی - طالب علموں کی مجموعی تعداد آٹھ سو ہی جسمیں زیادہ تر بورڈر ہیں - بورڈروں کی خوابگاہ کا کمرہ نہایت وسیع و شاندار اور خوش فضا ہے - بورڈنگ کا جو دستور العمل ہے اسکے چند دفعات کا خلاصہ ذیل میں درج ہے -

(۱) تمام بورڈروں کی خوراک - کپڑے - بچھونے - کتاب - کاغذ قلم وغیرہ کالج کی طرف سے مہیا کیا جائیگا

(۲) بورڈر سے ۴۰ پونڈ سالانہ (چھ سو روپیہ) فیس لیجائے گی -

(۳) ایسے طالب علم بھی داخل ہو سکتے ہیں جو دو ثلث یا ایک ثلث فیس ادا کر سکتے ہیں یا بالکل نہیں ادا کر سکتے لیکن انکی تعداد معین ہوگی جو ہر سال کے شروع میں ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے محکمہ سے استفسار کر کے قرار دیجائیگی (یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے طلبہ کی بقیہ فیس سلطان و امرائے شہر ادا کرتے ہیں اور اس وجہ سے خوراک - لباس - فرنیچر وغیرہ کے لحاظ سے انمیں اور دیگر معمولی طالبعلموں میں کسی قسم کا فرق محسوس نہیں ہو سکتا)

(۴) داخلے کیوقت ہر طالبعلم سے کپڑوں کی بابت ۱۵ پونڈ یعنی دو سو پچیس روپے لیے جائینگے

(۵) وہ طالب علم جو رات کو بورڈنگ میں نہیں رہتے اُنکی فیس ۲۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ گھٹ نہیں سکتی۔

(۶) غیر بورڈروں کی فیس ۱۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت میں وہ کم نہیں ہو سکتی۔

(۷) بورڈروں کو ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ اپنے گھر جانے کی اجازت دیگی جانے اور آنے کیوقت ایک معتبر ملازم کا اُنکے ساتھ ہونا ضرور ہے۔

(۸) کوئی بورڈر ایک ہفتہ میں دس قرش (سوا روپیہ) سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ تعلیمی حیثیت سے اس کالج میں جو خصوصیت ہی وہ یہ ہی کہ تمام علوم و فنون فرنچ زبان میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اکثر پروفیسر فرنچ یا جرمن ہیں اسکے ساتھ ترکی زبان کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہی۔ عربی و فارسی کی تعلیم بھی لازمی ہی۔ گو اعلیٰ درجے کی نہیں۔ باقی زبانیں۔ یونانی۔ ارمنی۔ انگریزی۔ جرمنی۔ اٹالین۔ لیٹن۔ درس میں داخل ہیں اور بہت سے لڑکے پڑھتے بھی ہیں۔ لیکن انکی تعلیم اختیاری ہے لازمی نہیں۔

ترکی و عربی و فارسی میں علاوہ علم ادب اور قرآن مجید کے جن مضامین کی تعلیم ہوتی ہی وہ یہ ہیں عقائد۔ فقہ۔ اخلاق۔ تاریخ۔ دولت عثمانیہ۔ قرارت۔ تجوید۔ حدیث و تفسیر۔ لیکن قرارت و حدیث و تفسیر کی تعلیم چوتھے درجے سے شروع ہوتی ہی اور ہفتہ میں صرف ایک بار ہوتی ہے۔ فرنچ زبان شروع ہی سے پڑھائی جاتی ہے اور اختتام تعلیم یعنے سات برس تک برابر جاری رہتی ہی نحو صرف ادب کے ساتھ اصول انشاپردازی و فن بلاغت اعلیٰ درجہ تک پڑھایا جاتا ہے اور مضامین ذیل کی تعلیم بھی اسی زبان کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ حساب۔ جبر مقابلہ۔ جغرافیہ۔ ہندسیہ۔ کیمسٹری علم الحیوانات۔ طبیعات۔ علم النباتات۔ الکٹرسٹی۔ علم الاصوات۔ علم طبقات الارض۔ رسم ہندسی۔ رسم تقلیدی۔

پروفیسروں اور ٹیچروں کی مجموعی تعداد ۴۷ ہی جسمیں ۶ جرمنی اور فرنچ اور باقی ترک ہیں۔ حقیقت یہ ہی کہ وسعت عمارت۔ فراہمی آلات علمی۔ وسعت تعلیم۔ اور خوبی انتظام کے لحاظ سے تمام قسطنطنیہ میں اس سے عمدہ ترکوئی کالج نہیں ہی۔ البتہ یہ افسوس ہی کہ اسکی اعلیٰ کلاسوں میں

تعلیم پانے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ شیخ عبدالفتاح آفندی نے مجکو سال رواں کی رپورٹ نتیجہ امتحان عنایت کی تھی اس میں جس قدر اعلیٰ درجے کے امتحانات پاس کرنے والے ہیں اکثر عیسائی ہیں مجکو خدانخواستہ عیسائیوں کی ترقی پر حسد نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں کے تنزل کا رنج ضرور ہے۔

مکتب ملکیہ

مکتب ملکیہ

یہ کلج جو یہاں کا سول سروس کالج ہی خاص سلطان کا قائم کردہ ہی اور حضرت ممدوح کو اسکی طرف التفات خاص ہی چنانچہ دو بار بنفس نفیس اسکے ملاحظہ کو تشریف لا چکے ہیں۔

پہلے اس میں پانچ درجے تھے۔ تین ادنے اور دو اعلیٰ اس لحاظ سے کل مدت تعلیم پانچ برس تھی لیکن تعلیم کی ہائی اسٹینڈرڈ کے قائم کرنے کے لئے دو درجے اور بڑھا دئے گئے ہیں اور کل مدت تعلیم سات برس قرار دی گئی ہی۔ اس کلج میں فرنچ کے ساتھ یونانی اور ارمنی زبان کی تعلیم بھی لازمی ہی عربی اور فارسی بھی نصاب تعلیم میں داخل ہی لیکن لازمی نہیں۔ مضامین جنکی تعلیم ہوتی ہی یہ ہیں تاریخ جغرافیہ۔ الکٹرسٹی وغیرہ۔ طبیعات۔ پولٹیکل اکونمی۔ اصول قانون۔ یورپ کے قوانین۔ ان تمام مضامین کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے پر ہوتی ہی تاریخ کا کورس میں نے خود دیکھا چھ ضخیم جلدوں میں تھا اس کلج کے تعلیم یافتہ بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ دو سو سے زیادہ اسوقت تک ملکی عہدوں پر مقرر ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض بعض نہایت بلند رتبہ کے عہدہ دار ہیں۔ طلبا جو اس وقت کلج میں تعلیم پا رہے ہیں انکی تعداد ۶۰۰ سے زائد ہے۔

طالب علموں کی تعداد

میں نے اس کلج کی اچھی طرح سیر کی۔ کلج کے مینجر جو ایک معزز ترک ہیں۔ اگرچہ عربی نہیں سمجھتے تھے لیکن چونکہ ترجمان میرے ساتھ تھا بے تکلف گفتگو ہو سکتی تھی یہاں کے کالجوں میں میں نے یہ بات عموماً دیکھی اور مجکو بہت پسند آئی کہ مینجر معزز رتبہ کا آدمی ہوتا ہے۔ اور اسکی طرز معاشرت سے عزت و شان ظاہر ہوتی ہے۔ ان مینجر صاحب کا کمرہ بھی حسب معمول مرتب و آراستہ تھا میں جسوقت کلج میں پہنچا چھٹی کا گھنٹہ تھا۔ اور لڑکے کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب لڑکے کلاسوں میں لگئے تو

کھانے کے کمرہ کی صفائی اور آراستگی

مینجر صاحب نے مجکو کلج کے تمام کمروں کی سیر کرائی۔ کھانے کا کمرہ نہایت خوش سلیقگی سے مرتب تھا میز نہایت صاف چادر بچھی تھی۔ اور کھانے کے پر تکلف برتن خوبصورتی کے ساتھ چنے تھے صراحیاں جو

طالب علموں کی تعداد کے موافق نہیں عموماً شستے کی تھیں اور گویا منبر کی آرائش کا کام دیتی تھیں کیمسٹری وغیرہ کی تعلیم کے کمرہ میں اعلیٰ درجے کے آلات تھے اور کثرت سے تھے۔ اسی سلسلۂ عمارت میں ایک چھوٹی سی مسجد ہی اسکی عمارت چنداں قابل ذکر نہیں۔ لیکن چونکہ اندر باہر نہایت اعلیٰ درجے کا ترکی قالین بچھا ہوا تھا خوبصورت اور مزین معلوم ہوتی تھی۔ ایک طرف دیوار پر خط نسخ کا ایک عمدہ قطعہ آویزاں تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ سلطان عبد العزیز خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے نہایت عمدہ خط ہی

نماز کی تیاری

اسی اثنا میں ظہر کا وقت آگیا مسلمان لڑکوں نے (عیسائی طالب علم بھی یہاں کچھ کم نہیں ہیں) نماز کی تیاری کی وہ عموماً کوٹ پتلوں پہنے ہوئے تھے۔ اور اس لباس میں انکا ادب اور متانت کے ساتھ وضو کرنا اور وقار و احترام کیساتھ قطار در قطار مسجد کو جانا میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہو کہ مسلمان اگر مذہبی اثر سے آزاد ہو کر ترقی کریں تو ایسی ترقی سے تنزل ہزار درجے بہتر ہے۔ نماز کے بعد تھوڑی دیر تک وعظ بھی ہوتا رہا لیکن بہت کم لڑکے اس میں شریک تھے۔

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ترکوں میں تعلیم کا آغاز سلطنت کیساتھ ہوا۔ یہ وہی تعلیم تھی جسکو ہم آج قدیم تعلیم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بے شبہہ وہ کسی زمانے میں اعلیٰ درجہ پر تھی چنانچہ افضل الدین خونجی۔ علامہ قوشجی چلپی۔ خواجہ زادہ۔ حاجی خلیفہ وغیرہ کی تصنیفات آجتک آسکی ہیں لیکن موجودہ تعلیم پستی کی اس حد تک پہنچ گئی ہو کہ اُسکے مقابلہ میں ہمارے ہندوستان کی تعلیم غنیمت ہی اس سفر میں جس چیز کا تصور میری تمام مسرتوں اور خوشیوں کو برباد کر دیتا تھا وہ اسی قدیم تعلیم کی ابتری تھی۔ یہ مسئلہ آج کل ہندوستان میں بھی چھڑا ہوا ہو اور تعلیم قدیم کی ابتری پر عموماً رنج و افسوس کیا جاتا ہو لیکن میرا افسوس دوسری قسم کا افسوس تھا۔ ہمارے ملک کے نئے تعلیم یافتہ۔ پرانی تعلیم پر جو رنج و افسوس ظاہر کرتے ہیں وہ درحقیقت رنج نہیں بلکہ استہزا اور شماتت ہی۔ میں اگرچہ نئی تعلیم کو پسند کرتا ہوں اور دلسے پسند کرتا ہوں تاہم پرانی تعلیم کا سخت حامی ہوں اور میرا خیال ہو کہ مسلمانوں کی قومیت قائم رہنے کے لئے پرانی تعلیم ضروری اور سخت ضروری ہو اسکے ساتھ جب دیکھتا ہوں کہ یہ تعلیم جس طریقہ سے جاری ہو وہ بالکل بے سود اور بے معنی ہو تو خواہ مخواہ نہایت رنج ہوتا ہی ہندوستان میں

تو اس خیال سے صبر آجاتا تھا کہ جو جزیرِ گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں نہ ہو اُسکی بے سرسامانی قدرتی بات ہے لیکن قسطنطنیہ۔ شام۔ مصر میں یہ حالت دیکھکر سخت رنج ہوتا تھا۔

قصہ مختصر قدیم تعلیم کا یہاں کثرت سے رواج ہے۔ اور چونکہ اس قسم کے طالب علم اپنی وضع و لباس سے صاف پہچانے جاتے ہیں اس لئے مسجدوں اور عام گذرگاہوں میں آسانی سے انکی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے بعض لوگوں نے مجھسے کہا کہ خاص قسطنطنیہ میں انکی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں ہے۔ انکی بسر اوقات کا جو طریقہ ہے وہ نہ صرف افسوس ناک بلکہ حیرت انگیز ہے یہاں کے تمام مدارس (قدیمیہ) میں تین مہینے کی متصل تعطیل ہوتی ہے جسکا آغاز رمضان المبارک سے ہوتا ہے ان مہینوں میں تمام طلبا قسطنطنیہ سے باہر چلے جاتے ہیں اور دیہات و قصبات میں پھر کر زکوٰۃ تحصیل کرتے ہیں۔ یہ زکوٰۃ انکی سال بھر کی معاش ہے۔ بعض بعض مدرسوں میں اور وہ خال خال ہیں کچھ روٹیاں بھی مقرر ہیں لیکن کپڑے وغیرہ کا مطلق بندوبست نہیں رہنے کے لیے مدرسوں کے حجرے ہیں جو نہایت مختصر اور تنگ ہیں۔

طالب علموں کی تعداد

طالب علموں کی بسر اوقات کا طریقہ

مدرسوں کی قطع یہ ہے کہ چھوٹا سا صحن اور اُسکے تین طرف چھوٹے چھوٹے حجرے ہوتے ہیں اور صحن سقاوہ ہوتا ہے جہاں بیٹھکر وضو کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مدرسے جو سلاطین (محمد فاتح و سلیمان وغیرہ) نے بنوائے تھے اور آجتک قائم ہیں اُنکے حجرے وسیع اور ہوادار ہیں۔ لیکن اور تمام مدرسوں کے حجرے ایسے مختصر اور بند بند ہیں کہ اندر جاتے ہوئے دم گھٹتا ہے باوجود ان تمام باتوں کے مجکو ترکوں کی علمی فیاضی کا اعتراف کرنا چاہیے کیونکہ ہر چند کم حیثیت سہی تاہم آج سینکڑوں علمی یادگار انکا وجود تو ہے اور انصاف یہ ہے کہ یہ مدرسے جس زمانے کی یادگار ہیں اُسوقت کی تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ناموزوں بھی نہیں۔ ہمارے ہندوستان میں تو اس وسعت اور فراخی کیساتھ کہ بجای خود ایک اقلیم ہے حکومت اسلام کی ششصد سالہ مدت کی ایک بھی علمی یادگار بھی موجود نہیں۔

نصاب تعلیم

تعلیم قدیم کے متعلق سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ تعلیم کا اسٹینڈرڈ نہایت چھوٹا رکھا گیا ہے علم ادب کا پتہ نہیں۔ منطق و فلسفہ میں ایساغوجی اور شمسیہ انتہائی کتابیں ہیں صحاح ستہ شاید ہی کسی مدرسے میں پڑھائی جاتی ہو۔ معانی و بلاغت و اصول فقہ کا بھی یہی حال ہے فقہ پر البتہ بہت کچھ توجہ ہے لیکن اسکی تعلیم بھی مجتہدانہ نہیں بلکہ نہایت عامیانہ اور مقلدانہ ہے بعض بعض ہوکو کسی میری

ملاقات تھی وہ ایسے جزئی اور عام مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے کہ مجکو تعجب اور افسوس دونوں ہوتا تھا

ترکوں کی علمی حالت

ترکوں کی علمی حالت

اسلام نے دنیا کے جن حصّوں پر حکومت کی وہاں کی ملکی زبان اگرچہ مٹ نہیں گئی تو اتنا ضرور ہوا کہ علمی حیثیت کا منصب اس سے چھن کر عربی زبان کو ملگیا۔ ہندوستان - فارس - اسپین افغانستان کی ملکی زبانیں اگرچہ بالکل مختلف تھیں لیکن علمی زبان ہر جگہ عربی ہی رہی اور اب بھی ہے ترک بھی اس عام اثر سے مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن اس خصوصیت میں انکو تمام اسلامی قوموں میں امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے عربی زبان کی اطاعت کیساتھ اپنی زبان کو بھی علمی خزانوں سے محروم نہیں ہونے دیا جس زمانے میں علوم قدیمہ کی حکومت تھی اس زمانے میں ترکی زبان میں ان علوم کا پورا سلسلہ موجود تھا اور اب بھی ہے

ترکی زبان میں علمی کتابوں کا ترجمہ

میں نے حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ تاریخ ابن خلدون - طبری - ابن خلکان - مقریزی وغیرہ جو نہایت ضخیم کتابیں ہیں اور جن میں سے بعض سات سات جلدوں میں ہیں ترکی میں سب کا ترجمہ موجود ہے بخلاف اسکے فارس اور افغانستان میں اسکی ایک نظیر بھی نہیں ملسکتی ترکی کی اصلی تصنیفات کے علاوہ ترجمہ شدہ کتابوں کا ذکر کیا جائے تو ایک بڑی فہرست کتابوں کی تیار ہوگی۔

میرے ایک ترک دوست نے جو متعدد زبانوں کے ماہر ہیں مجھ سے بیان واقعہ کے طور پر نہ فخر یہ بیان کیا کہ فرنچ زبان کی تاریخیں - ڈرامے - ناول - سفرنامے - کتب انشا و بلاغت اس کثرت سے ترکی میں ترجمہ ہوگئی ہیں کہ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ فرانس کا پورا علم ادب ترکی زبان میں آگیا ہے علوم فنون جدیدہ کی بھی سینکڑوں کتابیں ترجمہ ہو چکی ہیں اور اسی کا اثر ہے کہ ترکی کے تمام کالجوں میں بجز مکتب سلطانیہ کے ان علوم وفنون کی تعلیم ترکی ہی زبان میں ہوتی ہے اور اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے۔

مستقل تصنیفات کا رواج بھی کچھ کم نہیں - علوم وفنون جدیدہ کی تمام شاخوں پر کثرت سے کتابیں لکھی جا رہی ہیں - اور کالجوں اور اسکولوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً مستقل تصنیفات ہیں نہ ترجمے - مجکو اس قدر فرصت اور موقع تو کہاں ملسکتا تھا کہ تمام جدید تصنیفات سے واقفیت حاصل کرتا - البتہ اپنے مذاق کے موافق تاریخ ورجال کی کتابیں دیکھیں جسکی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ عربی کے بعد ایشیا کی کسی زبان میں اسقدر تاریخی سرمایہ موجود نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے اسکو عربی پر ترجیح

ترکی میں تاریخی تصنیفات

حاصل ہی عربی زبان میں جس قدر تاریخیں ہیں سادہ واقعات کا مجموعہ ہیں اور جس قدر کوشش اور اہتمام ہی صرف اصول روایت کے متعلق ہی بخلاف اسکے ترکی تاریخیں اُن اصول و قواعد کے موافق لکھی جاتی ہیں جو فلسفہ تاریخ کے اصول ہیں اور جنکی بنا پر یورپ نے اس فن کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہے مکتب ملکیہ میں تاریخ کی کتاب جو درس میں داخل ہی میں نے اُسکو اجمالی طور پر دیکھا تمام واقعات میں علت و اسباب کا سلسلہ ملحوظ رکھا ہے اور جا بجا محاکمہ اور تحقیق اور تنقید کی ہے اسکے ساتھ ہر عہد حکومت کے خاتمہ پر اُس عہد کی تمدنی - اخلاقی - علمی حالت تفصیل کے ساتھ دکھائی ہی -

بیوگرفی یعنی رجال و تراجم

بیوگرفی کا ایک نہایت مفید سلسلہ ہی جس کا نام مشاہیر رجال ہی مشہور اہل کمال کے حالات زندگی نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے لکھے ہیں - افسوس ہی کہ یہ سلسلہ ناتمام چھوڑ دیا گیا ورنہ نہایت مفید مجموعہ ہوتا - ایک خاص قسم کی بہت بڑی انسائیکلوپیڈیا آجکل زیر تصنیف ہی جسکا

قاموس الاعلام

نام قاموس الاعلام ہے - اس میں رجال کے علاوہ مشہور شہروں اور عمارتوں اور تاریخی مقامات کا تذکرہ ہی - عربی اور فرنچ وغیرہ کی جن تصنیفات سے اس کتاب میں مدد لیگئی ہی اُنکی فہرست اسکے ساتھ شامل ہی میں نے عربی کتابوں کے نام پڑھے نہایت نایاب اور مستند کتابیں ہیں اور قسطنطنیہ کے سوا اور کہیں نصیب نہیں ہو سکتیں یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ہی اور اسوقت تک ز تک پہونچی ہی -

جغرافیہ کی ترقی

تاریخ کے ساتھ جغرافیہ کو بھی نہایت ترقی ہی - کثرت سے مفید کتابیں لکھی گئیں ہیں مجموعی دنیا اور الگ الگ آبادیوں کے بڑے بڑے نقشے نہایت باقاعدہ خوبصورت اور موزوں تیار کیے گئے ہیں اور یورپ کے تیار شدہ نقشوں سے کسی بات میں کم نہیں ترکوں کو اس فن سے خاص دلچسپی ہے -

ترکی تصنیفات کی کثرت

ترکی تصنیفات کی کثرت کا کافی معیار میں نہیں بتا سکتا - لیکن ایک دفعہ سر رشتۂ تعلیم کے دفتر میں اجمالی طور پر اُن کتابوں کی فہرست دیکھی جو خاص قسطنطنیہ میں صرف ایک مہینے کے عرصے میں شائع ہوئیں انکا شمار دو ہزار کے قریب تھا اگرچہ اس میں عربی یونانی - فرنچ اور دوسری زبانوں کی کتابیں بھی تھیں لیکن زیادہ حصہ ترکی تصنیفات کا تھا - البتہ یہ افسوس ہی کہ ان میں ناول اور ڈرامے زیادہ تھے اور یہ وہی بلا ہے جو ہمارے کمبخت ملک میں پھیلی ہوئی ہے -

ترکی لٹریچر

ترکی کے لٹریچر نے بھی نہایت ترقی کی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ بہت سے خصوصیتوں میں ہماری اُردو کے مشابہ ہے - ترکی کا قدیم لٹریچر قدیم اُردو کے انداز پر رنگین اور پر تکلف

استعارات سے مملو اور قوافی کا پابند تھا۔ لیکن اب نئی اردو کی طرح۔ سادگی صفائی برجستگی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور نئی تصنیفات بالکل اسی طرز پر لکھی جاتی ہیں اس نئی طرز کے موجد یا اُستاد کمال بک حامد بک۔ پروفیسر ناجی وغیرہ ہیں۔ میں نے جب ترکی پڑھنی شروع کی تو قدیم تصنیفات کو پڑھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے احباب نے جو میرے اُستاد بھی تھے کہا کہ قدیم و جدید ترکی میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور قدیم زبان کا سیکھنا نئی زبان کے لئے کافی ہوگا۔ پروفیسر وُمبری نے اپنے لکچر میں جو اُنھوں نے ترکوں کی موجودہ شائستگی پر دیا ہے قدیم و جدید ترکی کا موازنہ کر کے موجودہ زبان کی دلاویزی۔ صفائی سادگی کا تعجب کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔

ترک مصنفین

ترکی مصنفوں میں جو آجکل زیادہ نامور اور ممتاز ہیں اُنکے نام یہ ہیں۔ احمد مدحت جودت پاشا پروفیسر ناجی۔ ابو الضیا۔ سامی۔ علی نصرت۔ پروفیسر ناجی شاعر ہیں۔ اور گویا پایہ تخت کے شاعر ہیں۔ ملک الشعرا کا یہاں کوئی عہدہ نہیں ہے۔ ورنہ یہ لقب اُنہیں کو ملتا تاہم اُنکو پایہ تخت کا شاعر خیال کیا جاتا ہے احمد مدحت بہت بڑا مصنف ہے اُسنے ترکی حکومت کی نہایت مفصل تاریخ لکھی ہے جو بارہ جلدوں میں ہے اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اُنکے جواب میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو تین جلدوں میں ہے اور مدافعہ اسلامیہ کے نام سے موسوم ہے وہ ترکی فارسی۔ عربی کے علاوہ فرنچ زبان میں کمال رکھتا ہے۔ یورپ میں جو اورینٹیل کانفرنس قائم ہے اُسکے متعدد اجلاسوں میں ٹرکی کی طرف سے وہ وکیل مقرر ہو کر گیا اور اسٹاک ہالم کی کانفرنس میں عربی فارسی وغیرہ کی ڈیپارٹمنٹ کی افسری اُسکو دیگئی احمد جودت پاشا معزز شخص ہیں اور جلسہ وزرا کے ایک ممبر یعنے وزیر اور یا وریں ان کا سن ساٹھ ستر کے قریب ہے اور چونکہ معمر ہونیکے ساتھ ضعیف الجثہ اور نحیف بھی ہیں جلسہ وزرا میں کم شریک ہوتے ہیں اُنکی تصنیفات میں سے قواعد عثمانیہ جو ترکی صرف و نحو میں ہے درس میں داخل ہے میں اُنسے ملا تھا۔ دیر تک صحبت رہی عربی فارسی میں بے تکلف بات چیت کر سکتے ہیں مجھ سے عربی میں باتیں کرتے رہے۔ بڑی تعریف یہ ہے کہ باوجود دولتمندی اور عہدہ وزارت کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں اور زیادہ تر علمی اشغال میں مصروف رہتے ہیں۔

ترکی اخبارات و رسالے

ترکی لٹریچر کے ذکر میں اخبارات و ماہوار رسالوں کا ذکر کرنا بھی ضرور ہے کیونکہ آجکل یہ چیزیں لٹریچر کا ایک بڑا جزو خیال کی جاتی ہیں میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس لحاظ سے ترکی لٹریچر

پستی کی حالت میں ہے۔ ترکی زبان کے اخبار تعداد میں تھوڑے نہیں ہیں بہت سے اخبار روزانہ ہیں اور بڑی آب وتاب سے نکلتے ہیں۔ عبارت بھی بہت سادہ اور شستہ ہوتی ہے اخبار کا مذاق بھی تمام ملک میں پھیل گیا ہے۔ بہت سے قہوہ خانے اخباروں کیلئے مخصوص ہیں۔ جہاں ہمیشہ کثرت سے اخبارات موجود رہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اُنکو قہوہ خانے کے بجائے قرارت خانہ کہا جاتا ہے۔

اخبارات کے نہ آزاد ہونیکا سبب

یہ سب کچھ ہے لیکن جو چیز اخبار کی جان ہے یعنی آزادی اُسکا سرے سے وجود نہیں تمام اخبارات میں بجز سرکاری احکامات اور معمولی خبروں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسکا یہ نتیجہ ہے کہ ترکی زبان پولٹیکل طرز تحریر اور زور استدلال سے بالکل محروم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس زبان میں آزادی کا عنصر نہو اُس میں رفعت خیال۔ قوت بیان۔ زور کلام۔ جوش تاثیر کیونکر اور کہاں سے آسکتا ہے۔ عربی کو دیکھو جبتک خلافت راشدہ کا زمانہ تھا اور طبیعتیں آزاد اور خود سر تھیں عربی زبان جوش اور تاثیر سے لبریز تھی جس زمانے سے شخصی حکومت کی بنیاد پڑی اور خاندان بنو امیہ نے بڑے زور اور قوت سے عرب کی آزادی کو پامال کردیا زبان میں نہ وہ تاثیر رہی نہ وہ جوش رہا۔ بے شبہہ زمانہ مابعد کا لٹریچر کثرت معلومات کی وجہ سے نہایت وسیع اور دولتمند ہے لیکن اس زمانے کے تمام تصنیفات چھان مارو آزادانہ طرز تحریر اور پولٹیکل جوش اور تاثیر کا پتہ نہیں ملتا۔

ان باتوں کے ساتھ مجکو یہ تسلیم کرنا ضرور ہے کہ اخبارات کا آزادانہ ہونا ترکی کے پولٹیکل حالات کا ضروری اقتضا ہے۔ رعایا کا اختلاف مذہب۔ سلطنتہائے غیر کی رقابت۔ مخالفین کی دراندازیاں اخباروں کا بات کو بتنگڑ بنانا۔ یورپین حکومتوں کی ہمسائگی۔ یہ ایسے حالات ہیں جن میں آزاد سے آزاد گورنمنٹ بھی یہی کرتی جو ترکی نے کیا ہے۔ حال ہی میں فرانس کی جمہوری حکومت نے ٹونس میں اخبارات کی آزادی کے متعلق جو احکام جاری کیے اُنکو دیکھکر کون ناانصاف ہے جو تنہا ترکی کو مورد الزام قرار دیسکتا ہے

کتابوں کے چھپنے میں روک ٹوک

البتہ کتابوں کے چھپنے کے متعلق یہاں جو روک ٹوک ہے وہ کسی قدر اعتراض کے قابل ہے۔ یہاں عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب قدیم یا جدید چھاپنا چاہتا ہے تو پہلے وہ کتاب معارف کے سر رشتہ میں پیش کی جاتی ہے وہاں معائنہ اور تفتیش کا ایک جداگانہ صیغہ ہے۔ اس صیغہ کے عہدہ دار کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں۔ اور انکی رپورٹ کے متعلق بعض اوقات کتاب کا چھاپنا روک دیا جاتا ہے یا اسمیں حک و اصلاح کی جاتی ہے اس قاعدے کی ضرورت اسوجہ سے پیش آئی کہ بعض

لوگ کتابوں کے چھاپنے میں نہایت بددیانتی کرتے تھے۔ مثلاً بیروت میں عیسائیوں نے الفاظ الکتابیہ جو چھاپی اُس میں جہاں جہاں قرآن پاک کی آیتیں تھیں اور اسلامی طریقے کے موافق عنوان کے طور پر قال اللہ یا کمافی القرآن المجید تھا سب جگہ بدل کر کما قیل یا کما قال القرآن بنا دیا۔ حالانکہ کسی مسلمان کے قلم سے قرآن مجید کی نسبت ایسے الفاظ نہیں نکل سکتے تھے اس سے زیادہ یہ کہ انھیں عیسائیوں نے قرآن مجید کا ایک انتخاب چھاپا ہے اور جہاں جہاں کسی آیت میں عیسائی روایتوں کے خلاف کسی واقعہ کا ذکر ہے قوسین میں لکھ دیا ہے کہ یہ غلط ہے اور صحیح یوں ہے۔ بے شبہہ ایک اسلامی سلطنت اس قسم کے تصرفات کا تحمل نہیں کر سکتی اور یہی سبب ہے کہ سلطنت کی طرف سے کتابوں کے شائع ہونے کے وقت نہایت احتیاط و تفتیش سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آجکل اسکا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے یہ صیغہ تحریف و تبدل کی روک کی غرض سے قائم ہوا تھا مگر بعض اوقات اسنے خود تحریف و تغیر پر عمل کیا ہے میرے سامنے ایک مطبع میں شرح عقائد النسفی چھپ رہی تھی معارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارتیں قلم زد کر دی تھیں جن میں خلافت کی بحث ہے اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور ہے مطبع والے نے لجبوراً اُسی قلم زد نسخہ کو چھاپا۔ میں نے اصل نسخہ جسپر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجکو یاد ہے کہ اُسوقت میں رنج اور غصہ کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے یہ تصرف بخیال خود سلطان کی ہوا خواہی کے جوش میں کیا ہوگا۔ لیکن اگر حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز اسکو پسند نہ کرتے۔

اخبارات تو جیسا میں نے اوپر بیان کیا قابل اعتنا نہیں لیکن میگزین اور ماہوار رسالے جو ترکی زبان میں نکلتے ہیں نہایت قدر کے قابل ہیں۔ انمیں زیادہ مشہور اور معروف معارف ہے جو ہفتہ وار نکلتا ہے اس رسالے میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کے مضامین لکھے جاتے ہیں اور ترکوں میں آجکل جو لوگ علوم جدیدہ کے ماہر ہیں زیادہ تر اسی رسالے کے ذریعے سے اظہار کمال کرتے ہیں مضامین زیادہ تر نیچرل سائنس اور آلات جدیدہ کے متعلق ہوتے ہیں اور کوئی پرچہ تصویر سے خالی نہیں ہوتا۔ تعداد اشاعت بھی کچھ کم نہیں۔ میں نے صاحب مطبع سے دریافت کیا تھا معلوم ہوا پانچ ہزار پرچے نکلتے ہیں معارف کے سوا اور بھی علمی پرچے ہیں اور نہایت قابلیت سے شائع ہوتے ہیں انمیں رسملی غزتہ۔ مصور جہان ثروت فنون۔ میری نگاہ سے گذرے ہیں۔ یہ تمام رسالے کاغذ۔ خط۔ صفائی۔ غرض ظاہری آب و تاب میں یورپ کے مشہور رسالوں کی ہمسری کرتے ہیں۔

اس میں شبہہ نہیں کہ ترکی میں علوم و فنون کو جو روزافزوں ترقی ہے اور جس کثرت سے ہر فن میں نئی تصنیفات شائع ہوتی رہتی ہیں اس کے لحاظ سے تمام ایشائی دنیا پر اسکو فضیلت کا رتبہ حاصل ہے۔

چھاپے خانے

چھاپے خانے یہاں نہایت کثرت سے ہیں اور خوش خطی۔ صفائی۔ موزونی میں انکا جواب نہیں عربی خط کا جو ٹائپ ہی اور جو ایک ترکی عالم ابو الضیا کی ایجاد ہی تمام دنیا میں بے نظیر خیال کیا جاتا ہی عربی کتابیں آج دنیا میں جہاں جہاں چھپتی ہیں بیروت کی چھپی ہوئی کتابیں سب سے عمدہ تر تسلیم کیجاتی ہیں۔ لیکن خود بیروت والوں نے مجھسے بیان کیا کہ اصل میں یہ ٹائپ ترکوں کی ایجاد ہے اور ہم انکے مقلد ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ میں عموماً ترکی کتابیں چھپتی ہیں اور وہ ان ملکوں میں نہیں آتیں اس لئے عام طور پر بیروت ہی کی شہرت ہوگئی ہے مرفہ الحالی یا عام قدردانی کا اثر ہے کہ قسطنطنیہ میں جس قدر کتابیں چھپتی ہیں نہایت عمدہ اور قیمتی کاغذ پر چھپتی ہیں۔ بخلاف مصر و ہندوستان کے جہاں جوتے صاف کرنیکا کاغذ کتابوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ ان ملکوں میں لوگوں نے ابھی تک علم کی قدر و قیمت نہیں سمجھی۔

یہ افسوس کی بات ہی کہ یہاں کوئی مطبع اتنا وسیع اور دولتمند نہیں جیسا کہ ہندوستان میں نولکشوری مطبع ہے۔ اسکے ساتھ یہ اور افسوس ہے کہ اکثر مطابع غیر قوموں کے ہیں معارف جسکا میں نے ابھی ذکر کیا اس کا مالک بھی ایک عیسائی ہے مسلمانوں کے جو مطابع ہیں ان میں ترجمان حقیقت مطبع عثمانیہ۔ شرکت صحافیہ زیادہ ممتاز ہیں میں نے ان سبکی سیر کی شرکت صحافیہ اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ وہ مشترک سرمایہ سے قائم ہی اور اسکے تمام حصہ دار مسلمان ہیں کل سرمایہ ۱۸ ہزار پونڈ یعنی قریباً دو لاکھ روپیہ ہے تمام کام انجن کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ انجن بہت بڑا ہے اور دس بارہ کلوں کو چلاتا ہے۔ میں جس وقت پہنچا عینی شرح بخاری چھپ رہی تھی۔ دو ضخیم جلدیں اس وقت تک تیار ہوچکی تھیں۔ مطبع والے کہتے تھے کہ ایسی ہی آٹھ اور ہیں۔ تمام قسطنطنیہ میں مسلمانوں کا یہی مشترکہ کارخانہ ہے۔ ورنہ مسلمان۔ اول تو تجارت کو ہاتھ کیوں لگاتے اور کسی اتفاقی

وجہ سے اس کام کو کرتے بھی تو دو چار شخص ملکر کیوں کرتے۔ اس لحاظ سے یہ مطبع ایک گونہ خرق عادت میں داخل ہے۔

کتب خانے

کتب خانے

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے میں اس عنوان پر دیر میں پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور غایۃ سفر کے لحاظ سے یہی مضمون تھا جسکو میں سب سے اول اور سب سے افضل لکھتا حقیقت یہ ہے کہ ترکوں کے علمی کارنامے میں جو سب سے زیادہ قابل فخر ہے وہ یہی کتب خانے ہیں اسلامی دنیا کے جن حصوں میں آج تعلیم و تعلم کا چرچا ہے وہ ہندوستان۔ عرب۔ مصر۔ شام بلاد مغرب فارس ایران ہیں انمیں اکثر مقامات کا علمی سرمایہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جو نہیں دیکھا ہے وہ ایسے قوی وسائل سے معلوم ہے کہ دیکھنے کے برابر ہے۔ اس بنا پر میں کافی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تمام اسلامی دنیا میں قسطنطنیہ عربی تصنیفات کا سب سے بڑا مرکز ہے۔

کتب خانے اور کتابوں کی تعداد

کل کتب خانے جو اس شہر میں ہیں انکی تعداد ۵۰ ہے شاہی کتب خانہ جو قصر ہمایوں میں ہے اور نہایت قدیم ہے انکے علاوہ ہے۔ ان کتب خانوں کی کل کتابیں ۸۵ ہزار ہیں اگرچہ یہ تعداد کچھ بڑی تعداد نہیں ہمارے ہندوستان میں اس سے زیادہ کتابیں ہونگی لیکن قسطنطنیہ کو جو ترجیح ہے وہ کتابوں کی عمدگی اور کمیابی کی حیثیت سے ہے ان کتب خانوں میں چند کے نام ذیل میں درج ہیں کتب خانہ جامع ایا صوفیہ۔ کتب خانہ جامع بایزید کتب خانہ جامع یول۔ کتب خانہ حمیدیہ قدیم کتب خانہ عاشر آفندی شیخ الاسلام کتب خانہ سعد آفندی نقیب الاشراف۔ کتب خانہ جامع محمد فاتح کتب خانہ حمیدیہ جدید۔ کتب خانہ علی پاشا شہید۔ کتب خانہ نور عثمانیہ۔ کتب خانہ لالہ لی۔ کتب خانہ حکیم اغلی علی پاشا۔ کتب خانہ محمد پاشا کوپرلی۔ کتب خانہ قلیچ علی پاشا۔ کتب خانہ ولی الدین آفندی کتب خانہ سلیمیہ۔ کتب خانہ فیض اللہ آفندی۔ کتب خانہ سلطان محمد قاضی زادہ کتب خانہ جامع والدہ سلطان کتب خانہ عاطف آفندی۔ کتب خانہ شاہزادہ داماد ابراہیم پاشا۔ کتب خانہ خسرو پاشا۔ کتب خانہ مہرشان۔ کتب خانہ محمد آفندی۔ کتب خانہ مصطفےٰ آفندی کتب خانہ توفیق آفندی کتب خانہ سلیمانیہ کتب خانہ محمد آفندی مراد کتب خانہ راغب پاشا۔ ان میں سے چودہ کتب خانوں کی مفصل فہرستیں چھپکر شائع ہو گئی ہیں۔ اور غالباً رفتہ رفتہ بقیہ فہرستیں بھی اشاعت پائیں۔

یہ کتب خانے جیسا کہ خود انکے ناموں سے ظاہر ہے اگلے پاشاؤں اور امیروں نے قائم کیے ہیں
اور سب کے سب وقف عام ہیں ہر کتب خانے کے ساتھ اس قدر جائداد بھی وقف ہی جس سے اسکے معمولی
مصارف یعنی مکان کی تجدید و ترمیم فرش اور معمولی فرنیچر۔ ملازموں کی تنخواہ ادا ہوتی رہتی ہے
ان امور کے لحاظ سے اعتراف کرنا پڑتا ہی کہ علمی فیاضی میں ترکوں کا اسلامی قوموں سے بالا تر ہے
ہندوستان مدتوں تک اسلامی حکومت رہی اور بڑے اوج اور شان سے رہی بڑے بڑے نامور
وزرار اور امرا گذرے لیکن آج انکی ایک بھی علمی یادگار موجود نہیں۔
ان کتب خانوں سے اسبات کا ثبوت بھی ملتا ہی کہ ترکوں میں امرا کا گروہ (جو اور قوموں میں
نسبتہً ایک جاہل گروہ ہوتا ہی) تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اکثر کتب خانوں میں وقف
کرنیوالونکی ذاتی تصنیفات یا انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں جو انکے مذاق اور وسعت نظر
کی شاہد ہیں۔ اسکے علاوہ جس قسم کی عمدہ اور نایاب کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کی گئی ہیں خود
انسے اسبات کا اندازہ ہوتا ہی کہ جمع کرنیوالونکا علمی مذاق معمولی مذاق نہ تھا۔

کتب خانونکی ظاہری حالت

یہ کتب خانے جو خوبی عمارت اور دیگر ساز و سامان کے لحاظ سے معمولی درجے کے ہیں یہاں تک
کہ بعض کتب خانوں میں الماریاں تک نہیں ایک چبوترے پر جسکے گرد لوہے کا کٹہرا ہی کتابونکا ڈھیر
لگا دیا ہے۔ تمام کتب خانوں میں زمین کا فرش ہی البتہ اس قدر تکلف ہی کہ سامنے بنچیں بچھی ہوئی ہیں
جن پر کتابیں رکھکر پڑھتے ہیں کتب خانہ حمیدیہ جو حال میں قائم ہوا ہی اور سلطان المعظم کے عہد مبارک
کی یادگار ہی۔ اگرچہ زیادہ شان و شوکت کا ہی عمارت خوبصورت اور وسیع ہی۔ میز کرسیاں کوچیں
جسقدر ہیں انپر ریشمی گدے ہیں غرض تمام باتوں میں اور کتب خانوں سے مستثنیٰ ہے تاہم
الہ آباد کی پبلک لائبریری کی برابری نہیں کرسکتا۔

اوقاف کا انتظام

چونکہ تمام اوقاف کا انتظام حکومت سے متعلق ہی۔ کتب خانے بھی گورنمنٹ کے زیر اہتمام ہیں
اور یہی وجہ ہی کہ باوجود امتداد زمانہ کے کتابیں اس احتیاط سے محفوظ ہیں ایک پرچہ بھی ضائع نہیں
ہونے پایا ہی ملازمین باوجود قلت تنخواہ کے متدین اور راست کردار ہیں۔ کتب خانہ عاشر آفندی
کا وقف اس قدر کم ہے کہ لائبریرین کو معمولی خوراک اور دو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں مل سکتے
لیکن جو شخص لائبریرین مقرر کیا گیا ہی۔ اس قدر دیانتدار اور اپنے فرائض کا پابند ہی کہ اسکے زیادہ

ہونا ممکن نہیں کتب خانہ کی دیواروں پر انگور کی بیلیں چڑھی ہیں - ایک دن میں نے اُس سے کہا کہ کرم
انگوروں کو بیچ ڈالو تو تمکو معقول آمدنی ہوسکتی ہے کہ واقف کی شرط کے موافق یہ انگور صرف اُن
لوگوں کیلئے ہیں جو کتب خانہ میں کتاب پڑھنے کی غرض سے آئیں - اسلئے میں اُنسے کسی طرح فائدہ
نہیں اُٹھا سکتا - قلت تنخواہ کی وجہ سے بیچارے نے شادی بھی نہیں کی ہے نہ رہنے کا کوئی مکان
ہے کتب خانہ ہی میں رات کو پڑ رہتا ہے -

کتب خانوں کی بعض خصوصیتیں

ان کتب خانوں کی خصوصیتیں اور اُنکی اجمالی کیفیت واقعات ذیل سے معلوم ہوگی -

نسخوں کی صحت اور عمدگی

(۱) سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کتابیں جو یہاں موجود ہیں - عموماً قدیم الخط - صحیح - اور اساتذہ
سابقہ کی صحیح کردہ ہیں - قدیم اور نایاب کتابیں جنکے دو ہی چار نسخے دنیا میں ہوں اُنکا صحیح ہونا سب سے
زیادہ مقدم ورنہ انپر اعتبار نہیں ہوسکتا - مصر کے کتب خانے میں بھی قدیم کتابیں کچھ کم نہیں لیکن اکثر
زمانہ حال کی لکھی ہوئی ہیں اور اس وجہ سے چنداں صحیح اور قابل اسناد نہیں - قسطنطنیہ کی کتابوں کو
دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ان کتابوں کے ایسے عجیب و غریب نسخے کہاں سے بہم پہنچائے ہیں اسرار البلاغت عبدالقاہر
الجرجانی کی مجکو مدت سے تلاش تھی - ہندوستان میں صرف ایک نسخہ کا پتہ لگا - لیکن وہ نہایت غلط اور
ناقابل اعتبار تھا - قسطنطنیہ میں اسکے متعدد نسخے دیکھے اور سب کے سب نہایت صحیح اور قدیم الخط ہیں اسیطرح
کتاب البیان والتبیین للجاحظ - تذکرۃ بن حمدون - معجم الادبا یاقوت حموی - کتاب الاشراف للبلاذری
تاریخ کبیر امام بخاری وغیرہ کے نسخے نہایت صحیح اور مستند موجود ہیں -

خط کی عمدگی اور کاغذ کی زرافشانی

(۲) بعض کتب خانوں مثلاً حمیدیہ قدیم میں یہ خصوصیت ہے کہ اکثر کتابوں کا کاغذ زریں یا زرافشان
ہے - اور حاشیہ پر سنہری بیل بوٹے بنے ہیں - ان تکلفات کیساتھ خط نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے چونکہ
قدیم زمانے کی کتابیں اس تکلف کیساتھ کم ملسکتی تھیں - بانی کتب خانے نے اکثر کتابیں خود اپنے
اہتمام سے تیار کرائی ہیں - میں نے متعدد کتابیں جن میں شفا بوعلی سینا کا کامل نسخہ بھی تھا نکلوا کر دیکھا
اور صاحب کتب خانہ کی نفاست پسندی کی بیساختہ داد دی -

یونانی کتابوں کے ترجمے

(۳) میرا خیال تھا کہ دولت عباسیہ کے عہد میں یونانی و مصری کتابوں کے جو ترجمے ہوئے تھے دنیا سے
ناپید ہوگئے - لیکن یہاں آکر اس خیال کی غلطی ثابت ہوئی اگرچہ جس کثرت سے ترجمے ہوئے تھے اسکے
اعتبار سے تو موجودہ سرمایہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے تاہم جس قدر موجود ہے یہ بھی غنیمت ہے -

معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کو قدیم تصنیفات کے ساتھ خاص اعتنا تھا چنانچہ انھوں نے اس باب میں
یوروپ کی کوششوں سے بھی فائدہ اٹھایا - ابن رشد نے ارسطو کی تصنیفات کا ایک نہایت مفید
اور جامع خلاصہ لکھا تھا - یہ اصلی خلاصہ مفقود ہو گیا ہے - لیکن لاٹین میں اسکا ترجمہ ہو گیا تھا جو سوقت
تک یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہے - اسعد آفندی ایک ترکی عالم نے اس لاٹنی خلاصہ کا عربی میں
ترجمہ کیا اور جا بجا کچھ اضافے کئے - میں نے ترجمہ راغب پاشا کے کتب خانہ میں دیکھا تھا بہت بڑا
مجموعہ ہے اور ترکونکی علمی کوششوں کا عمدہ نمونہ ہے -

(۴) فن تاریخ وادب میں بعض ایسی تصنیفات دیکھیں جنمیں وہ جدت ہے جسکو میں مدت سے
تلاش کرتا تھا اور یورپ کی تصنیفات حال کے سوا اس قسم کی طرز تصنیف کا کہیں پتہ نہ لگتا تھا مثلاً
قضاۃ کے حالات میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ حالات زندگی
کے ساتھ اُنکے فیصلے اور احکام بھی نقل کرتا کہ آج کے طریقہ انفصال مقدمات کے ساتھ اُسکا موازنہ
کیا جا سکتا - کتب خانہ نبی جامع میں اس قسم کی ایک کتاب موجود ہے - مصنف کتاب کا نام ابوبکر
محمد بن خلف وکیع ہے جو نہایت قدیم زمانہ کا مصنف ہے اور تمام واقعات کو بسند متصل بیان کرتا ہے
اس کتاب کا التزام کیا ہے کہ ہر شخص کے حال کے ساتھ اُسکے بہت سے فیصلے اور تجویزیں نقل کی
ہیں اور مقدمات کی صورت بیان کی ہے -

فن ادب میں میں نے اس قسم کی کوئی کتاب کبھی نہیں دیکھی تھی بلکہ خیال تک نہ تھا کہ ایسی کوئی کتاب مسلمانوں
نے کبھی لکھی ہو گی جس میں مضامین شعری کی تاریخ ہو - یعنی فلاں مضمون - اول فلاں شاعر نے لکھا پھر
رفتہ رفتہ فلاں شاعر نے یہ اضافہ کیا یا اس طرح اُسکی صورتیں بدلیں عاشر آفندی کے کتب خانہ میں
میں نے ایک بڑی ضخیم کتاب خاص اس موضوع پر دیکھی - مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ ہر قسم کے مضامین
عرب جاہلیتہ نے ایجاد کئے پھر متاخرین نے صرف اُنکو ترقی دی اور نئے نئے پیرائے نکالے - تمام کتاب اسی دعویٰ
کے ثبوت میں ہے - مصنف ہر مضمون کے لئے عرب جاہلیتہ کا ایک شعر نقل کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ
اسلامی شعرا میں سے فلاں شاعر نے اسی مضمون کو ذرا بدل کر اس طرح لکھا - پھر دولت بنو امیہ اور
عباسیہ کے شعرا نے اُسی سے اور اور صورتیں پیدا کیں اس کتاب کو پڑھکر مصنف کی وسعت نظر اور
دقیقہ سنجی پر حیرت ہوتی ہے اور ساتھ ہی افسوس ہوتا ہے کہ متاخرین اس قسم کی نادر تصنیف کی پیروی

نہ کر سکے کہ آج اس مضمون پر متعدد کتابیں ملتیں۔

(۵) مشہور حکما اور آئمہ فن کی کتابیں جس کثرت سے یہاں موجود ہیں اور کہیں نہیں مل سکتیں امام غزالی - بو علی سینا - فخر رازی - فارابی - کی وہ کمیاب تصنیفات جنکے نام صرف ابن خلکان وغیرہ کے ذریعے سے معلوم ہیں - اکثر یہاں موجود ہیں - معارف و حقیقت کے متعلق بو علی سینا اور حضرت سلطان ابو سعید ابوالخیر کی آپسمیں جو خط و کتابت وقتاً فوقتاً ہوئی ہے وہ رسالوں کی شکل میں موجود ہے ابن سینا کی نسبت یہ امر مدتوں سے بحث طلب ہے کہ اسنے فلسفہ یونانی پر کچھ اضافہ کیا ہے یا نہیں کتاب الشفا میں اسنے لکھا ہے کہ "وہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ ارسطو کا فلسفہ ہے اپنی خاص فلسفہ کو میں نے حکمت مشرقیہ میں لکھا ہے" یورپ والوں کو اس کتاب یعنی حکمت مشرقیہ کی نہایت تلاش ہے اور چونکہ انکو یہ کتاب نہیں مل سکی اس لئے پروفیسر منک نے اپنی کتاب ربط فلسفۃ الیہود والاسلام میں لکھا ہے کہ حکمۃ مشرقیہ ہمکو ملتی نہیں اور جو کتابیں ملتی ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ابن سینا نے کچھ اضافہ نہیں کیا" کتب خانہ جامع ایا صوفیہ میں اس نایاب کتاب کا نہایت عمدہ نسخہ موجود ہے مسلمان تو اسکے پڑھنے اور فلسفہ یونانی سے موازنہ کرنیکی زحمت کب گوارا کرتے لیکن اگر یورپ والوں کو یہ کتاب ملجاتی تو کچھ شبہہ نہیں کہ اس بحث کا کہ مسلمانوں نے فلسفہ یونانی میں کچھ اضافہ کیا یا نہیں قطعی فیصلہ ہو جاتا - میں نے قلت فرصت کی وجہ سے اس کتاب کو سرسری طور پر دیکھا - بظاہر اسمیں کوئی جدت نہیں معلوم ہوتی تھی - زیادہ تدقیق کی نگاہ سے دیکھنے کا موقع ہوتا تو کچھ رائے قائم ہو سکتی

تاریخ اور ادب کی بعض کتابوں کے نام

تاریخ اور ادب کی نایاب کتابیں مینے یہاں دیکھیں ان میں سے چند کے نام ذیل میں درج ہیں تاریخ خطیب بغدادی تمام و کمال تاریخ اسلام از علامہ ذہبی ۸ جلدوں میں - تاریخ الحکما از جمال الدین قفطی - تاریخ کبیر امام بخاری ۳ جلدوں میں تجارب الامم ابن مسکویہ منتظم لابن الجوزی مرأۃ الزمان لسبط ابن الجوزی - مسالک الابصار لابن فضل اللہ ۲۰ جلد عقد الجمان لبدر الدین العینی ۱۸ جلد - مختصر تاریخ دمشق ابن عساکر بجمال الدین بن مکرم الانصاری ۴ جلد رحلۃ ابن خلدون - نہایت الارب للنویری طبقات الادبا لیاقوت الحموی - طبقات کبریٰ لابن سعد - طبقات الامم لابن صاعد الاندلسی کتاب الاشراف البلاذری تمام و کمال - سیرۃ العمرین لابن الجوزی - کتاب البیان والتبیین للجاحظ صناعتین للعسکری - دلائل الاعجاز لعبد القاہر الجرجانی - تذکرہ ابن حمدون شرح تبریزی بر دیوان ابو تمام دیوان

ابونواس مکمل۔ سرقات المتنبی لابن العمید مجموعہ رسائل ابو اسحق صابی۔

کتب خانوں سے یہاں کے باشندوں کا متمتع نہ ہونا

کتب خانوں کے ذکر میں مجکو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نایاب کتابیں یہاں بالکل بیکار ہیں۔ اولاً تو یہ کتب خانے دن میں صرف دو تین گھنٹے کیلئے کھلتے ہیں اس کے ساتھ سال میں دو تین مہینے متصل تعطیل رہتی ہے۔ ان باتوں کے ساتھ اعلیٰ مذاق کی ایسی کمی ہے کہ نایاب اور قدیم کتابیں یوں ہی پڑی رہتی ہیں۔ کوئی شخص ان کو اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ کتب خانوں میں جب لوگوں کو کتابوں کے مطالعہ میں مشغول دیکھتا تھا تو ہمیشہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کس قسم کی کتابیں ان کے پیش نظر ہیں۔ لیکن میں نے کسی کے سامنے مختصر معانی۔ ایساغوجی۔ شرح وقایہ۔ جلالین۔ وغیرہ کے سوا کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ البتہ کبھی کبھی غیر ملکوں کے نامور علماء آنکلتے ہیں اُن کو نایاب اور عمدہ کتابوں کی جستجو رہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کل دنیائے اسلامی میں تعلیم کا طریقہ ایسا ابتر اور ذلیل ہو گیا ہے کہ چند درسی کتابوں کے سوا لوگوں کو کسی قسم کی جدید معلومات کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ جدت اور ایجاد کا مادہ قوم سے مسلوب ہوتا جاتا ہے اور جس قدر کہیں کہیں کچھ رہ گیا ہے آیندہ اس کی بھی امید نہیں تنبیہ میں نے کتب خانوں کے بیان میں جو تفصیل کی وہ ایک خاص غرض سے کی اور میں چاہتا ہوں کہ قوم کو اُسکی طرف متوجہ کروں یورپ میں اس قسم کی متعدد انجمنیں قائم ہیں جنکا مقصد قدیم عمدہ کتابوں کا بہم پہنچانا اور ان کو چھاپ کر شائع کرنا ہے انہیں انجمنوں کی بدولت عربی زبان کی وہ قدیم اور نادر الوجود کتابیں ہمکو میسر آئی ہیں جن کے دستیاب ہونے کا خیال بھی نہیں آتا تھا یہی انجمنیں ہیں جنہوں نے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا کامل نسخہ بہم پہنچایا اور اس کی بہت سی جلدیں چھاپ کر شائع کیں حالانکہ مصر و روم کے علماء اس نایاب تاریخی خزانے سے بالکل ناامید ہو چکے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو یقین دلا دیا تھا کہ وہ دنیا سے ناپید ہو چکی ہے بیشبہ یورپ کا یہ بہت بڑا احسان ہے اور ہم کو اس کا علانیہ اقرار کرنا چاہیے۔ بزرگان قوم سے میری درخواست ہے کہ وہ اس قسم کی ایک عظیم الشان انجمن بنائیں۔ عام چندے سے کافی سرمایہ جمع کیا جائے۔ قابل اور لائق مصنفین کتابوں کے انتخاب کیلئے ممبر مقرر ہوں قسطنطنیہ و مصر سے کتابیں نقل کرا کر منگائی جائیں اور چھاپکر شائع کیجائیں۔ یہ کام بظاہر عظیم الشان اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے غیر ممکن معلوم ہوتا ہے لیکن

فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اگر چار کروڑ مسلمانوں میں سے ۰۰ مسلمان بھی آمادہ ہو جائیں اور ایک قلیل مقدار چندے کی دینا گوارا کریں تو اس کام کا انجام پانا کچھ مشکل نہیں۔ حیدرآباد میں دائرۃ المعارف الدکنیہ کے نام سے جو انجمن قائم ہے اور جس کے ایک معزز ممبر نواب اقبال یار جنگ بہادر ہیں ہم کو امید ہے کہ وہ ہماری گزارش پر توجہ کرینگی ہم شکرگزاری کے ساتھ اسکی علمی فیاضیوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ہم کو اس سے زیادہ فیاضیوں کی ضرورت ہے اور ہم کو امید ہے کہ دائرۃ المعارف اور زیادہ توجہ اور اہتمام سے اس مقصد پر متوجہ ہوگی۔

زوایا یا خانقاہیں

زوایا یا خانقاہیں

خانقاہیں جنکو یہاں تکیہ اور تکایا کہتے ہیں نہایت کثرت سے ہیں۔ اخیر رپورٹ جو مرتب ہوئی ہے اس میں ۳۰۵ خانقاہوں کے نام مع تفصیل مقام و دیگر حالات کے درج ہیں لیکن خانقاہ کے لفظ سے وہ معنی مقصود نہیں جو ہمارے ملک میں مستعمل ہیں ان ممالک میں یہ ایک عجیب فیاضانہ طریقہ ہے جو درحقیقت حیرت انگیز ہے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں ہر ملک اور ہر فرقہ کے لئے جدا جدا خانقاہیں ہیں۔ اس ملک اور فرقہ کا مسافر وہاں آنکلتا ہے تو بغیر کسی قسم کی روک ٹوک کے خانقاہ میں جا سکتا ہے۔ اور جب تک چاہے قیام کر سکتا ہے۔ کھانا اور ایک وقت کی چائے مفت ملتی ہے یہ فیاضی یہاں تک عام ہے کہ باوجود بعد مسافت اور بے تعلقی کے قسطنطنیہ۔ دمشق۔ بیت المقدس حلب۔ موصل۔ دیار بکر۔ ان تمام مقامات میں ہندوستانیوں کے لئے جدا جدا خانقاہیں ہیں اور انکے لئے گوشت اور جنس کی ایک مناسب مقدار مقرر ہے۔

یہ خانقاہیں امرا اور رئیسوں نے قائم کی ہیں اور اس قدر جائداد وقف کردی ہے جس سے مقررہ مصارف ہمیشہ ادا ہوتے رہتے ہیں۔ ہر خانقاہ میں ایک شیخ ہوتا ہے جس کو معقول تنخواہ و خوراک ملتی ہے اور خانقاہ کا تمام انتظام اس سے متعلق رہتا ہے میں نے متعدد خانقاہوں کی سیر کی بعض بعض کی عمارت خوش فضا اور موزوں ہے کھانے کی نوعیت اور مقدار بھی کافی ہے۔ خاص قسطنطنیہ کی خانقاہوں کے سالانہ مصارف کا تخمینہ چار پانچ لاکھ سے کم نہیں کیا جا سکتا۔ درحقیقت ترکوں کی فیاضی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ جس زمانہ میں یہ طریقہ قائم ہوا تھا

اس عہد کے لحاظ سے نامناسب بھی نہ تھا۔

تم نے عربی تاریخوں میں پڑھا ہوگا کہ تمام ممالک اسلامی میں سیاحوں اور طالب علموں کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا وہ انہیں خانقاہوں اور زاویوں کی بدولت تھا۔ ابن بطوطہ کو اپنے عالمگیر سفر میں اسی طریقہ کی وجہ سے مدد ملی تھی چنانچہ اس نے سفرنامے میں ان زاویوں کو نام بنام لکھا ہے۔ لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں تو مفید تدبیریں مضرت بن جاتی ہیں مسلمانوں کو سیر و سیاحت جغرافیانہ تحقیقات تحصیل علم کا مذاق تو جاتا رہا۔ اس لئے اب یہ طریقہ کاہلی مفت خوری۔ دریوزہ گری کا ایک ذریعہ رہ گیا ہے اور قومی زندگی کو نقصان پہنچا رہا ہے میں نے اکثر خانقاہوں میں خود جا کر دیکھا کئی کئی برس کے مسافر آئے ہوئے پڑے ہیں۔ نہ کسی قسم کا شغل ہے نہ کچھ کام ہے۔ لکھنؤ کے عہدیوں کا جو حال سنا کرتے تھے یہاں آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ شیوخ جنکو خانقاہوں کا انتظام سپرد ہوتا ہے اور تمام نقد و جنس انکے اہتمام میں رہتی ہے عموماً خائن اور بددیانت ہیں۔ خود نہایت آرام و عیش سے بسر کرتے ہیں اور مسافروں کے لئے جو مقدار مقرر ہے اُس کا آدھا تہائی۔ چوتھائی بھی انکو نہیں دیتے۔ ہندی خانقاہ کے شیخ ایک کشمیری صاحب ہیں انہوں نے کئی بیویاں کر لی ہیں۔ خانقاہ سے الگ ایک مکان بنوا لیا ہے۔ اکثر وہیں رہتے ہیں۔ ڈھائی سیر روز گوشت جو روزانہ خانقاہ کے لئے مقرر ہے وہ قریباً کل حضرت کے تصرف میں آتا ہے۔ اور مسافروں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ خانقاہ کی عمارت جابجا سے ڈھے چلی ہے صحن میں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگا رہتا ہے مختصر یہ کہ وحشت اور ویرانی کی پوری تصویر ہے۔ میں نے اور جن خانقاہوں کو دیکھا وہ اگرچہ ہندی خانقاہ سے ہر بات میں بہتر تھیں لیکن دیانت اور راست بازی کا کہیں پتہ نہیں ملتا اس طرح کئی لاکھ سالانہ کی رقم نہایت بری طرح برباد ہوتی ہے۔

خانقاہوں سے قومی زندگی کو نقصان پہنچنا۔

مساجد جامع۔ اور مشہور مقامات

جامع مسجدوں کی کثرت اور اُن کی خوبی عمارت اور عظمت و شان کے لحاظ سے قسطنطنیہ دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ محمد فاتح کے عہد سے جو اس دار الخلافہ کا پہلا تخت نشین تھا آج تک جس قدر فرمانروا گذرے ہر ایک کی (بجز چند کے) ایک جامع مسجد موجود ہے اور بڑی شوکت و شان

کی ہے۔ ان میں سے جامع فاتح۔ جامع سلیمان۔ جامع بایزید۔ جامع والدہ سلطان۔ جامع سلطان احمد
جامع اباصوفیہ زیادہ ممتاز ہیں اور ان سب میں **جامع اباصوفیہ** اور بھی زیادہ عالیشان اور
پرشوکت ہے۔ ان مسجدوں کی وضع ہمارے یہاں کی مساجد سے بالکل الگ ہے۔ نہ دالان نہ محرابیں
نہ صحن صرف ایک گنبد ہوتا ہے لیکن اس قدر وسیع کہ کئی ہزار آدمی اس میں آسکتے ہیں اگرچہ ہندوستان
کے مذاق کے لحاظ سے ان مسجدوں کو خوبصورت اور موزوں نہیں کہہ سکتے تاہم گنبد کی بے انتہا
وسعت اور عمارت کا ارتفاع انسان کو دفعتہً متحیر بلکہ مرعوب اور حیرت زدہ کر دیتا ہے ہر مسجد میں
کئی کئی سو تبیوں کے آہنی جھاڑ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑ کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے۔
اسپین کی عربی تاریخوں میں ثریا کے لفظ سے غالباً اسی قسم کے جھاڑ مراد ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ
وہاں شیشے اور بلور کے ہوتے تھے یہاں لوہے کے ہیں۔ عموماً تمام مساجد میں ایک خاص التزام
ہے اور اس سے قیاس ہوتا ہے کہ سلاطین ترک کو مذہب سنت میں نہایت غلو تھا۔ اور بات
بات میں اس کا اظہار کرتے تھے عموماً ہر مسجد میں چار بڑی بڑی ڈھالیں چاروں کونوں پر ہوتی ہیں
اور ان پر آب زر سے نہایت خوشخط اور جلی حرفوں میں ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ لکھا ہوتا ہے بالکل اس
طرح جس طرح زیب و آرائش کیلئے دیواروں پر استادوں کے لکھے ہوئے قطعے لٹکاتے ہیں۔

مسجدوں کی آراستگی

تمام مسجدیں پرتکلف اور آراستہ ہیں معمولی چٹائی اور جمعہ و عیدین کو عمدہ و بیش قیمت قالین
کا فرش بچھتا ہے۔ مسجد کے ایک طرف کچھ زمین چھوٹی ہوتی ہے جسمیں وضو کرنے کے لئے سقاوہ بنا ہوتا
ہے۔ میں نے اس بات کو نہایت پسند کیا کہ یہاں حوض کا مطلق رواج نہیں۔

جامع اباصوفیہ

جامع اباصوفیہ جو سب سے زیادہ عالی شان ہے اور تمام مسجدیں اسی کے نمونہ پر بنی ہیں دراصل
ایک بہت بڑا گرجا تھا جس کو قسطنطین نے ۳۲۵ء میں تعمیر کیا تھا۔ سات برس تک اس کی تعمیر جاری
رہی اور سو معمار اور دس ہزار مزدور کام کرتے تھے محمد فاتح نے کسی قدر تغیر کر کے اس کو مسجد بنا لیا۔ ابن
بطوطہ نے اس کو گرجا ہونے کی حالت میں دیکھا تھا۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ یہ رومیوں کا سب سے بڑا گرجا
ہے اور چونکہ کوئی غیر شخص اس کے اندر نہیں جا سکتا اس لئے میں اندر کی کیفیت نہیں
بیان کر سکتا۔ باہر سے اس کی یہ صورت ہے کہ ایک میل کا احاطہ ہے اور تمام زمین میں رخام کا
فرش ہے بیچ میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے پر ایک ہاتھ بلند رخام کی دیوار ہے اس دیوار

میں عمدہ پچی کاری کا کام ہے اور نہایت عمدہ بیل بوٹے بنے ہیں۔ گرجے کا دروازہ چاندی اور سونے کے پتروں سے منڈھا ہوا ہے۔ لوگوں کے بیان سے ظاہر ہوا کہ کئی ہزار پادری اور رہبان اس گرجے میں دن رات رہتے ہیں۔

ابن بطوطہ نے جو صورت بیان کی افسوس اب وہ باقی نہیں رہی۔ احاطہ جس میں نہر تھی مسجد سے بالکل باہر ہے اور قہوہ خانہ بن گیا ہے۔

واقعی یہ عمارت عجیب وغریب اور حیرت افزا ہے بیچ کے گنبد کا قطر ۱۱۵ فٹ اور چھت کا ارتفاع ۱۸۰ فٹ ہے۔ ۱۷۰ استون ہیں اور کل سنگ سماق اور رخام کے ہیں۔ ان ستونوں کا قطر تین تین چار چار ہاتھ سے کم نہیں دروازہ جو قسطنطین کے زمانہ کا ہے اور تانبے کا ہے اس پر قدیم زمانہ کی تصویریں بنی ہیں اور اب تک قائم ہیں چھت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کی جو تصویریں تھیں انکے آثار اب بھی موجود ہیں۔

قابل دید مقامات بہت ہیں مثلاً یونانیوں کے معابد قدیم سلح خانہ۔ خزانہ یعنی جہاں تمام سلاطین عثمانیہ کی پورے قد کی تصویریں مع اصلی لباس و اسلحہ وجواہرات کے ہیں۔ توپوں کے ڈھلنے کا کارخانہ میوزہ خانہ یعنی عجائب خانہ قدیم۔ جہاں نہایت قدیم زمانہ کے پتھر اور کتبے ہیں۔ اس میں اسکندر یونانی کا سنگین تابوت بھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن میں اکثر مقامات کو نہ دیکھ سکا۔ اس لئے انہیں پر اکتفا کرتا ہوں جن کی خود میں نے سیر کی۔

ترس خانہ یعنی جہازوں کے بنانے کا کارخانہ بہت بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے اور چونکہ حربی صیغہ سے تعلق ہے محکمہ بحریہ کی تحریری اجازت کے بغیر کوئی شخص وہاں جا نہیں سکتا۔ خوش قسمتی سے محکمہ بحریہ کے ایک معزز عہدہ دار ہمارے دوست شیخ علی ظبیان کے شناسا تھے انہوں نے مہربانی سے ایک عہدہ دار کو ساتھ کر دیا جس نے ہم کو تمام کارخانے کی بخوبی سیر کرائی یہ صاحب عربی خوب سمجھتے تھے اور بولتے تھے اور اس وجہ سے ہم ہر ایک بات کو تفصیلاً دریافت کر سکتے تھے۔ یہ کارخانہ مختلف حصوں میں منقسم ہے جس کا صدر مقام ایک بہت بڑی مستطیل دو منزلہ عمارت ہے۔ جہاں بڑے بڑے انجن ہیں اور ان کے ذریعے سے سینکڑوں کلیں چلتی ہیں۔ ہمارے رہنما نے اول ہم کو اوپر کے درجہ کی سیر کرائی پہلے ایک بڑے کمرے میں لے گئے۔ وہاں چند معزز افسر ایک لمبی میز کے گرد بیٹھے ہوئے ایک جہاز کا نقشہ تیار کر رہے تھے۔ نقشہ جب تیار ہو جاتا ہے تو

دوسرے آفس میں بھیجدیا جاتا ہے جہاں اس نقشے کے موافق جہاز کا مختصر سا نمونہ تیار کیا جاتا ہے۔ یہ نمونہ لکڑی کا ہوتا ہے اور باوجود مختصر ہونے کے جہاز کی پوری تصویر ہوتا ہے۔ یہ نمونہ اول سلطان کے ملاحظہ میں پیش ہوتا ہے اور منظوری کے بعد اسی کے نمونہ کے موافق جہاز تیار کیا جاتا ہے۔ ان نقلی جہازوں کے دقائق اور نکتے تو میں کیا سمجھ سکتا تھا لیکن بظاہر نہایت دقت نظر اور استادی کا کام معلوم ہوتا تھا۔

ان چیزوں کو دیکھکر ہم نیچے اترے۔ یہاں سینکڑوں کلیں چل رہی تھیں اور جدا جدا کام ہو رہے تھے ایک طرف پرزے ڈھل رہے تھے۔ ایک طرف لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں پر سینکڑوں من کا گھن پڑتا تھا اور چادریں بنتی جاتی تھیں۔ اس عمارت کے آگے ایک بہت بڑا لمبا احاطہ ہے وہاں ایک جہاز تھا جو بالکل تیاری کے قریب تھا صرف چادر چڑھانی باقی تھی۔ ہم نے یہاں تارپیڈو کی بہت سی کشتیاں دیکھیں جو اسی کارخانہ سے تیار ہوئی تھیں اور سمندر میں ڈالی گئیں تھیں۔ ان جہازوں میں اوپر کے درجہ میں کوئی چیز نہیں ہوتی سارا جہاز لکڑی کا ایک وسیع تختہ نظر آتا ہے۔ آلات حرب اور ہر قسم کی ضروری چیزیں یعنی باورچیخانہ خوابگاہ۔ کھانے کا کمرہ غرض جو کچھ ہوتا ہے وہ اندر ہوتا ہے۔ ہمارے رہنما نے ہم کو ایک کشتی کی سیر بھی کرائی لیکن چونکہ اندر جگہ بہت کم ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر میں ہمارا دم گھٹنے لگا اور ہم جلد باہر نکل آئے نہایت قابل تعریف بات یہ ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان کارخانہ صرف ترک چلاتے ہیں۔ تمام افسر اور کاریگر اور ملازم ترک ہیں۔ صرف ایک یوروپین معمولی درجے کا ملازم ہے اور وہ بھی قدامت کے لحاظ سے بحال رکھا گیا ہے۔ انجن بھی یہاں تیار ہوتے ہیں۔ اور ترکوں کا بیان ہے کہ یوروپ کے بنے ہوئے انجنوں سے کسی بات میں کم نہیں ہوتے۔ ایک افسر نے مجھے کہا کہ اس قسم کے تمام کاموں میں ہمیں یوروپ کی احتیاج نہیں۔

مقتولان ینگ چری ترکوں کی تاریخ میں ینگ چری کا لفظ نہایت امپارٹنٹ لفظ ہے سلطان ارخان نے جو سلاطین ترک میں دوسرا تخت نشین تھا ۶۳ ہجری میں حکم دیا کہ اسیران جنگ سے جو ہر سال کثرت سے گرفتار ہو کر آتے تھے ایک خاص تعداد منتخب ہو کر ایک فوج تیار ہو حاجی بکتاش نے جو سلطان کا مرشد تھا اس فوج کا نام ینگ چری رکھا جس کے معنی ترکی زبان میں فوج جدید کے ہیں

تارپیڈو کی کشتیاں

مقتولان ینگ چری

فتوحات کی کثرت سے اس فوج میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ دو تین نسل کے بعد یہی فوج حکومت کی دست و بازو بن گئی یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہ گرفتاران جنگ عموماً عیسائی نسل سے ہوتے تھے اور فوج میں داخل ہو کر بھی مدتوں اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے تھے تاہم ترکی حکومت کے ساتھ ان کو یہ اخلاص تھا کہ خود ترکوں کو اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا تھا ترکوں نے جو ایک مدت تک یورپ کو اپنا صید گاہ بنا رکھا تھا وہ انہیں جانبازوں کی بدولت تھا ۱۸۲۶ء میں جب سلطان محمود نے یورپ کے اصول پر فوج کو مرتب کرنا چاہا تو ان لوگوں نے بغاوت کی سلطان نے ایک جدید فوج پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ اہل شہر نے بھی شاہی جدید فوج کا ساتھ دیا غرض خاص قسطنطنیہ میں ایک سخت معرکہ ہوا۔ ینگ چری فوج بالکل برباد ہو گئی۔ اس کے ساتھ شاہی فوج کو بھی نقصان پہنچا اور وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جان سے مارے گئے۔

یہ مکان اسی معرکہ کی عبرت انگیز یادگار ہے۔ وزیر اعظم شیخ الاسلام اور ینگ چری فوج کے تمام بڑے بڑے نامور افسروں کی پورے قد کی مورتیں ہیں سپاہیوں اور سپہ سالاروں کی پر رعب شکلیں قدیم زمانہ کا لباس اور اسلحہ حرب سکوت اور خاموشی کا عالم یہ تمام باتیں جمع ہو کر کچھ ایسا ہیبت انگیز سماں پیدا ہو گیا ہے کہ دن کو وہاں جاتے ڈر لگتا ہے دو پہلوانوں کو میں نے دیکھا سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق۔ سر پر خود۔ چہرہ پر جھلم ہاتھوں میں آہنی دستانے۔ بدن میں زرہ اور چار آئینہ ٹخنوں تک کے آہنی موزے غرض آنکھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کردی جوان ہیں جو خاص پائگاہ کی خدمت پر مامور تھے میرے تخمینہ میں ایک من لوہے سے کم بوجھ ان کے بدن پر نہ تھا تعجب ہے کہ اس قدر وزن کے ساتھ وہ لڑتے کیونکر تھے۔ افسروں کے لباس عجیب و غریب قسم کے ہیں بعض بعض کی پگڑیاں ہاتھ ہاتھ بھر اونچی ہیں یہاں ہر وقت سرکاری پہرہ رہتا ہے اور ٹکٹ حاصل کرنے کے بغیر کوئی شخص وہاں جا نہیں سکتا۔

عجائب خانہ

موزہ خانہ یعنی عجائب خانہ عجائب خانہ دو ہیں ایک سرکاری جہاں نہایت قدیم زمانہ کے پتھر اور کتبے اور اس قسم کی یادگار چیزیں ہیں۔ سکندر یونانی کا سنگی بت بھی ہے۔ افسوس ہے کہ مجھکو اس کی سیر کا اتفاق نہیں ہوا۔

دوسرا کسی عیسائی سوداگر نے قائم کیا ہے عمارات اور تمام چیزیں معمولی ہیں جو کچھ سیر کے قابل ہو

اور دنیا کے مختلف حصوں کے آدمیوں کی مورتیں ہیں۔ یہ مورتیں اس خوبی سے بنائی ہیں کہ بالکل اصلی معلوم ہوتی ہیں ایک عورت دیکھی جس کے ہونٹ نہایت موٹے تھے اور نیچے کے ہونٹ میں آر پار چھید کر کے لکڑی کی گلی ڈالی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ وہاں کا زیور ہے۔ پہلے تو مجکو نہایت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ ہمارے ملک میں ناک کان چھید کر نتھ اور بالیاں وغیرہ پہناتے ہیں تو ہونٹوں نے کیا قصور کیا ہے کہ اس زینت سے محروم رکھے جائیں۔

ایک دردانگیز تماشا

یہاں میں نے ایک عجیب دردانگیز تماشا دیکھا جس کا اثر دیر تک میرے دل پر رہا ایک جدا گانہ کمرے میں چند عورتیں ہیں جو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں ایک شکنجہ میں دابی جارہی ہے ایک کی پیٹھ پر جلتے ہوئے لوہے کی سٹری رکھدی ہے کہ گردن سے لیکر کمر تک چار چار انگل کھال اُتر گئی ہے اسی طرح اوروں کو عجیب عجیب طریقے سے اذیت دیجا رہی ہے۔ یہ عورتیں صورت اور وضع ولباس سے دولتمند اور شریف معلوم ہوتی ہیں اکثر کمسن اور خوبصورت ونازک اندام ہیں سخت تعجب ہوتا تھا کہ کن ظالم ہاتھوں نے ان حسن کی دیبیوں پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی ہوگی! دریافت سے معلوم ہوا کہ اسپین میں جب اسلامی حکومت برباد ہوکر عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوئی تو عموماً مسلمان تبدیل مذہب پر مجبور کئے گئے۔ اور چونکہ اسلام کا اثر آسانی سے دلوں سے مٹ نہ سکتا تھا۔ انکو انواع واقسام کی اذیتیں دیجاتی تھیں اور بیکسی اور کمزوری کے لحاظ سے عورتوں پر زیادہ ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مظلوم عورتیں اسی عبرت انگیز واقعے کی یادگار ہیں۔ اس وقت مجکو خیال ہوا کہ آہا یہی عیسائی ہیں جو ہم کو طعنہ دیتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا!!!

میں یہ نہ سمجھا کہ عجائب خانے کے بانی نے جو عیسائی ہے ان تصویروں کو کس غرض سے یہاں رکھا ہے۔ کیا وہ عیسائیوں کا پُرفخر کارنامہ دکھانا چاہتا ہے اور حکومت ترک جو اس سے تعرض نہیں کرتی تو کیا اپنی بے تعصبی کا ثبوت دینا چاہتی ہے؟ میں تو اس بات کو نہایت ناپسند کرتا ہوں کہ دنیا کی مختلف قوموں میں جو ناگوار واقعات کسی قدیم زمانے میں پیش آئے۔ دوبارہ منظر عام پر لائے جائیں۔

سیر گاہیں

قسطنطنیہ اور اُس کے اطراف وجوار میں کثرت سے عجیب پُر لطف قدرتی سیر گاہیں ہیں اور

غنیمت یہ ہی کہ شہر والے اس نعمت کے قدر شناس بھی ہیں۔ ہر سیر گاہ کیلئے ایک خاص دن مقرر ہے اُس دن وہاں عجیب پر لطف مجمع ہوتا ہی۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک والے قدرتی مناظر کے مذاق سے آشنا نہیں ورنہ خاص ان سیر گاہوں کے دیکھنے اور انسے مزہ اُٹھانے کے لئے لوگ قسطنطنیہ کا سفر کرتے اور یہ کوئی عجیب بات نہ خیال کی جاتی۔ ان میں سے میں نے دو تین کی سیر کی اور اُن کے مختصر حالات لکھتا ہوں۔

خونکر صوی۔

خونکر صوی۔ قسطنطنیہ کی تمام سیر گاہوں میں سب سے زیادہ پر لطف اور دلفریب ہی اسی بنا پر اسکو سلطان المعظم کے نام سے منسوب کیا ہے۔ خونکر۔ فارسی لفظ خونگر کی تحریف ہی ترکی میں خون کا مالک یا خون ریز بادشاہ وقت کو کہتے ہیں۔ اور صوی کے معنی پانی اور چشمہ کے ہیں اس بنا پر خونگر صوی کا لفظی ترجمہ "شاہی چشمہ" ہے یہ مقام شہر سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑوں کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور نہایت شاداب اور سرسبز ہے۔ اس میں ایک قطعہ نہایت موزوں نکل آیا ہے جو پہاڑ کی بلند سطح پر واقع ہی خاص جس جگہ تماشائیوں کا مجمع ہوتا ہے وہ نہایت پر لطف مقام ہے سایہ دار درختوں کی دو رویہ قطاریں ہیں۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہی سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے ایک طرف آبشار ہے جس کا پانی ایک حوض میں جمع ہوتا جاتا ہے درختوں کے نیچے جا بجا دو دو چار چار آدمیوں کی ٹکڑیاں ہوتی ہیں چار اور قہوہ کا دور چلتا ہے۔ حوض پر باجا بجتا ہے اور فرنچ اور ترکی گانا ہوتا ہے بھانڈ نقلیں کرتے ہیں۔

پانچ چھ زینے چڑھ کر پہاڑ کی اصل چوٹی ہے اور وہ نہایت مسطح اور سایہ دار ہے یہ خاص عورتوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور کثرت سے ترکش لیڈیاں جمع رہتی ہیں نازک اندام عورتوں کیلئے بیس تیس میل کی مسافت۔ پہاڑ کی چڑھائی۔ گھوڑے یا خچر کی سواری کچھ کم تکلیف کی بات نہیں۔ لیکن یہ جگہ کچھ ایسی دلاویز ہے کہ سب تکلیفیں اسکے لئے گوارا کی جا سکتی ہیں۔

مقری کوئی۔

مقری کوئی۔ یہ ایک قہوہ خانہ ہی جو عین سمندر کے کنارے پر ہی اور نہایت پر فضا مقام ہے موجیں بار بار کنارے سے آکر ٹکراتی ہیں اور عجیب مزہ آتا ہے۔ یہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ چھ سات یہودی عورتیں ایک بلند چبوترہ پر بیٹھکر عربی گیت گاتی ہیں۔ چونکہ میں نے اس سے پہلے عربی راگ نہیں سنا تھا مجھپر ایک خاص اثر ہوا سب ملکر ساتھ گاتی تھیں اور دف کی قسم کا ایک باجا بجاتی جاتی تھیں۔

محرم

قسطنطنیہ کا محرم

یہاں کا محرم بھی ایک قابل ذکر چیز ہے۔ اہل عجم جو مختلف تعلقات کی وجہ سے یہاں بود و باش رکھتے ہیں انکی تعداد پچاس ساٹھ ہزار سے کم نہیں ہے۔ بہت سے سرکاری محکموں میں ملازم ہیں بہت سے تاجر پیشہ ور۔ اور مزدور ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ شہر کے تمام حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن کثرت سے جہاں رہتے ہیں وہ والدہ خانہ نام ایک محلہ ہے محرم کے زمانے میں دھوم دھام کی مجلسیں اور نوحہ و بکا کا ہنگامہ زیادہ تر یہیں ہوتا ہے مجلسوں میں یہاں سوز اور تحت اللفظ کا دستور نہیں صرف حدیث خوانی ہوتی ہی اور درحقیقت مجلس عزا کا مقصود بھی یہی ہی۔ عام طریقہ یہاں کا یہ ہے کہ اول ممبر کے قریب ایک شخص کھڑے ہوکر زبانی جناب میر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل اور مناقب کے متعلق اشعار پڑھتا ہے پھر ایک مستعد عالم ممبر پر بیٹھکر حالات کربلا کو وعظ کے طور پر نہایت خوبی اور صفائی سے بیان کرتا ہے مجکو اسبات سے بہت خوشی ہوئی کہ ترک عموماً ان محفلوں میں ادب اور خلوص کیساتھ شریک ہوتے ہیں یہانتک کہ ترکوں کے لحاظ سے بجز ایک دو موقع کے اور تمام مجلسوں میں وعظ جو ہوتا ہی ترکی ہی زبان میں ہوتا ہی۔

ماتم کے عجیب و غریب طریقے

ماتم کے چند طریقے ہیں اور بعض نہایت عجیب اور موثر ہیں ادنے درجے کا ماتم یہ ہی کہ نہایت زور سے چھاتی پیٹتے ہیں یہانتک کہ اُس جگہ کا گوشت اُبھر آتا ہی۔ دوسرا طریقہ زنجیروں سے ماتم کرنا ہی تیس تیس چالیس چالیس آدمیونکا حلقہ ہوتا ہی اور سینہ یا پشت پر اس زور سے زنجیریں مارتے ہیں کہ دور تک آواز جاتی ہی تیسرا طریقہ تلواروں سے ماتم کرنیکا ہی اور وہ شب شہادت کے ساتھ مخصوص ہی ماتم کرنے والے ہاتھ میں ننگی تلواریں لئے صف باندھکر کھڑے ہوتے ہیں اور عجیب جوش و خود رفتگی کے عالم میں یا حسین کہے جاتے ہیں اور سر و پیشانی اور شانوں پر تلواریں مارتے جاتے ہیں زخموں سے خون کی چھینٹیں اُڑ اُڑ کر تمام بدن پر پڑتی ہیں اور حلقہ ماتم گویا لڑائی کا میدان بن جاتا ہی۔ اس عبرت انگیز ہنگامہ کے دیکھنے کے لئے خلقت کا نہایت اژدحام ہوتا ہے اور مشکل سے وہاں تک رسائی ہوتی ہی۔

سلاملق یا موکب سلطانی اور عید الضحیٰ

قسطنطنیہ میں سلاملق سے زیادہ کوئی چیز پر اثر اور دلچسپ نہیں ہے سلاملق ترکی لفظ ہے

جسکا لفظی ترجمہ سلام کرنا ہے۔ چونکہ اس موقع پر فوج اور سرداران فوج سلطان کے سلام کو آتے ہیں اس لئے اس رسم کو سلاملق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سلطان عام طور پر قصر شاہی سے کبھی باہر نہیں نکلتے۔ صرف نماز جمعہ پڑھنے کیلئے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور وہیں نماز کے بعد یہ رسم ادا ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسوقت جو شان و شوکت اور عظمت و جلال ظاہر ہوتا ہے زبان یا قلم کے ذریعے سے اسکی تصویر کھینچنی مشکل اور سخت مشکل ہے باوجودیکہ مہینہ میں چار بار اور سال میں اڑتالیس دفعہ یہ موقع پیش آتا ہے اور اس وجہ سے اسکو ایک معمولی چیز خیال کیا جاتا ہے تاہم ہمیشہ تماشائیوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ لوگ درختوں اور آدمیوں کے کندھوں پر چڑھکر تماشا دیکھتے ہیں یورپ کے اکابر اور سیاح جو سیر کو آتے ہیں اس موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ موکب ہمایوں کی گذرگاہ پر ایک بالاخانہ ہے معزز لوگوں کو ٹکٹ لیکر وہاں بیٹھنے کی اجازت ملتی ہے چنانچہ ہر جمعہ کو ان معزز تماشائیوں کا ایک معتدبہ مجمع موجود رہتا ہے۔ میرے زمانہ اقامت میں ہنگری کے بڑے بڑے ارکان سلطنت قسطنطنیہ کی سیر کو آئے تھے اور اس مجمع میں شریک ہوئے تھے۔

میں ہندوستان میں یہ حالت سن چکا تھا اس لئے قسطنطنیہ پہونچکر اول اسی کی سیر کا ارادہ کیا ایک شامی عرب کو جنسے حال میں ملاقات ہوگئی تھی ساتھ لیا اور جامع حمیدیہ پہونچا۔ وہاں پہونچکر دیکھا تو دور دور تک سپاہیوں کے پہرے جمے ہیں اور موکب ہمایوں تک نظر کی رسائی ہی مشکل ہے مجبوراً واپس آیا حسین حسیب آفندی جو کسی زمانے میں بمبئی ٹرکش کانسل تھے اور اب قسطنطنیہ میں پولیس کمشنر ہیں وہ مجکو اس ذریعہ سے جانتے تھے کہ مجاریہ روس میں میں نے بحیثیت سکرٹری انجمن تین ہزار کی رقم انھیں کے ذریعہ سے قسطنطنیہ کو روانہ کی تھی۔ اسی تعارف کی بنا پر میں انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور کہا کہ جمعہ کے دن جامع حمیدیہ میں آنا تمہارے لئے میں ٹکٹ لے رکھونگا لیکن بدقسمتی سے (اور سچ پوچھئے تو خوش قسمتی سے) جب میں وہاں پہونچا تو وہ موجود نہ تھے دیر تک مسجد کے دروازے پر انکا انتظار کرتا رہا تقریباً ایک بجے جب سلطان کی آمد آمد کا غل ہوا تو فوجیں دور دور تک پھیلکر ہلال کی شکل میں صف آرا ہوگئیں اور تمام راستے رکگئے میں مایوس ہوکر مسجد میں داخل ہوا اور افسوس کرتا تھا کہ یہ جمعہ بھی خالی گیا تھوڑی سی دیر گذری تھی کہ ایک گونج کی سی آواز آئی اور تمام میدان گونج اٹھا۔ معلوم ہوا کہ سلطان کی سواری قریب آپہونچی اور یہ ’’پادشاہم چوق یشا‘‘ کا نعرہ تھا

سلہ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے ۱۲

جو ترکوں کا قومی نعرہ ہے یہ نعرے پے در پے تین بار بلند ہوئے۔ کوکبہ سلطانی مسجد تک آپہونچا اور نعرے کی گونج ابھی تھم نہیں چکی تھی کہ موذن نے جو سلطان کے مشاہدہ جمال کا انتظار کر رہا تھا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا دونوں آوازیں ملکر دلپر عجیب اثر کرتی تھیں سلطان کھلی ہوئی گاڑی پر سوار تھے۔ چونکہ مسجد کا صحن داخل مسجد نہیں ہے یعنی وہاں نماز نہیں پڑھتے اور جوتے پہنکر جا سکتے ہیں گاڑی صحن تک آئی اور دیوار کے قریب آکر ٹھہری۔ مسجد دو منزلہ ہے اور اوپر کی مسجد میں گیلری بنی ہے جو خاص سلطان کی نماز پڑھنے کی جگہ ہے سلطان گاڑی سے اتر کر اوپر کی منزل میں گئے اور اُن کے جانے کے ساتھ گیلری کے دریچوں پر اطلسی پردے چھوڑ دئے گئے کہ اپنر کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے۔

لوگ اطمینان کے ساتھ بیٹھ چکے تو خطیب نے خطبہ شروع کیا۔ افسوس ہے کہ خطیب ترک تھا عرب نہ تھا اسلئے اُسکے لہجہ میں وہ اثر اور کیفیت نہ تھی جو عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ تاہم جب دوسرا خطبہ شروع ہوا اور اُسنے سلطان المعظم کی طرف اشارہ کر کے پرجوش الفاظ میں یہ الفاظ پڑھے اللھم انصر ھذا السلطان السلطان ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان السلطان عبد الحمید خان تو عجیب کیفیت پیدا ہوئی میرا یہ حال تھا کہ آنکھ سے متصل آنسو جاری تھے اور دیر تک بے اختیار زبان سے دعائیہ الفاظ نکلتے رہے عین اس موقع پر ایک بارگی پندرہ بیس شخص جنکے ہاتھوں میں عرض حال اور درخواستیں تھیں اُٹھ کھڑے ہوئے یہ لوگ سلطان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعائیں دیتے جاتے تھے اور عرضیاں پیش کرتے جاتے تھے۔ عرض بیگی ان کاغذوں کو لیکر جمع کرتا جاتا تھا بعضوں کو میں نے دیکھا کہ سلطان کی طرف اشارہ کر کے زمین تک جھکے اور زمین کو ہاتھ سے چھوکر ہاتھ کو چوما اگرچہ یہ تمام باتیں خطبہ کے داب و رسکون کے خلاف تھیں تاہم کیفیت سے خالی نہ تھیں دریافت سے معلوم ہوا کہ جن لوگونکو کسی طرح سلطان المعظم تک رسائی کا امکان نہیں ہوتا وہ اس ذریعے سے اظہار مطلب کرتے ہیں اور چونکہ سلطان کا مزاج قدرتی طور پر رحیمانہ اور فیاض ہے اس طریقے کو بند نہیں کیا جاتا۔

نماز کے بعد اتفاق سے حسین حسیب آفندی ملے اور شکایت کی کہ میں تمکو ڈھونڈتا پھرتا تھا کہاں غائب ہو گئے تھے؟ بالاخانہ کا ٹکٹ تو اب نہیں مل سکتا لیکن میں تمہارے لئے اُس سے زیادہ عمدہ موقع نکالتا ہوں۔ نماز پڑھکر تمام لوگ باہر چلے گئے تو سلطان گیلری سے اُترے اور ایک زینہ پر جہاں سے سلاملق کی بخوبی سیر ہوسکتی تھی اور سلطان کو کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا تھا آکر ٹھہرے۔

افسران فوج اور پاشا صحن کے داہنے طرف صف باندھکر کھڑے ہوئے حسین حسیب نے مجکو اسی صف
میں لاکر کھڑا کر دیا - اور لوگوں سے کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ایک معزز افسر نے حسن و اخلاق کی وجہ سے
پیچھے ہٹ گیا اور میرے لئے جگہ خالی کر دی -

تھوڑی دیر کے بعد فوجوں کی آمد شروع ہوئی - ایوان شاہی سے مسجد تک وسیع اور ڈھلوان
سڑک ہے - فوجیں جو دور دور تک ہلال کی صورت میں صف آرا کھڑی تھیں - ایوان شاہی کے سامنے
سے گذرتی ہوئی مسجد کے صدر دروازے سے داخل ہوتی تھیں اور دوسرے دروازے سے نکلجاتی
تھیں - صفوں کی ترتیب - سوار - پیادہ - بحری - بری - توپچی - برق انداز - ترک - کرد عرب کے
جدا جدا دستے - موزوں اور باقاعدہ رفتار زرق برق اسلحے مختلف اور خوشنما وضع کی وردیاں
فوجوں کا پے در پے آنا اور وفادارانہ جوش کے ساتھ اپنے شاہنشاہ کے سامنے سے گذرنا ایسا
عجیب و غریب سماں تھا جو کسی طرح بیان نہیں ہو سکتا عربوں کا رسالہ جو امپیریل گارڈ ہے
اُنکے سروں پر عمامے تھے اور سبز شملے ہوا میں اُڑ کر عجب لطف دکھاتے تھے متصل تین گھنٹے
تک یہ فوجی دریا لہریں لیتا رہا اور کم و بیش دس ہزار فوجیں گذریں - اخیر میں سلطان کے دونوں
شہزادے آئے اور عجب شان سے آئے - فوجی لباس تھا اور کمر سے تلواریں بندھی تھیں اگرچہ
دس دس بارہ بارہ برس کا سن تھا - لیکن جس انداز سے وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور اُنکے چہروں سے
جرائت اور شان کا اظہار ہوتا تھا بیان میں نہیں آسکتا شہزادے بھی جاچکے تو سلطان زینے
سے اُترے اور افسران فوج اور پاشاؤں کی صفیں جن میں میں بھی شامل تھا دفعتہً سلام کو جھکیں
میں ابتدا سے محو حیرت تھا اور آنکھوں کو ٹکٹکی لگ گئی تھی پہلے سے ارادہ تھا کہ سلطان کی زیارت
ہوگی تو نہایت نیازمندی کے ساتھ آداب بجالاؤں گا لیکن از خود رفتگی کا یہ عالم ہوا کہ تمام
صف کی صف دیر تک رکوع میں رہی اور میں اُسی طرح ٹکٹکی باندھے کھڑا رہا - البتہ زبان پر
دعائیہ الفاظ جاری تھے اور وہ بھی قصداً نہیں بلکہ ایک بے اختیاری کی حالت تھی -

پانچ چار قدم پیادہ چلکر سلطان گاڑی پر سوار ہوئے - افسروں نے دوبارہ سلامی دی
اور وہ عجیب و غریب سماں دفعتہً آنکھوں سے چھپ گیا ع دیدہ من باز بجوا ہم ہنوز سلطان جس
وقت زینے سے اُترکر گاڑی کی طرف بڑھے ہماری صف سے اُن تک صرف تین چار ہاتھ کا

فاصلہ تھا اور اس وجہ سے میں اچھی طرح انکو دیکھ سکا۔ سلطان کا حلیہ یہ ہی قد میانہ بلکہ کچھ نکلتا ہوا بدن چھریرہ۔ چہرہ کتابی۔ صورت سے وقار اور متانت ٹپکتی ہی بلکہ یہ خیال ہوتا ہی کہ کسی فکر میں ہیں لباس بالکل سادہ یعنی سیاہ بانات کا کوٹ اور معمولی ٹرکش ٹوپی تھی۔

سلاملق کی رسم

ترکوں میں سلاملق کا طریقہ ایک مدت سے چلا آتا ہے اور رسوم سلطنت کا ایک جزو بن گیا ہو اس سے فقط شاہانہ جاہ وجلال کا اظہار مقصود نہیں ہی بلکہ بڑا فائدہ یہ ہی کہ ہر ہفتہ میں فوج کے ایک بڑے حصہ کا جائزہ ہوجاتا ہی اور اس طرح کل فوجیں جو پایۂ تخت اور اُسکے اطراف میں رہتی ہیں سال میں چند بار ملاحظہ سلطانی سے گذر جاتی ہیں۔ سلطان وقت فوج کی حالت کا کافی اندازہ کر سکتا ہے اور فوج کے دل میں بادشاہ کی طرف سے جوش اور وفاداری کے خیالات تازہ ہوجاتے میں یہ تماشا دیکھ کے قیامگاہ پر واپس آیا تو دل جوش اور اثر سے معمور تھا شاعرانہ جذبات کی تحریک سے خود بخود جستہ جستہ مصرع زبان پر آتے جاتے تھے۔ قلم اور کاغذ لیکر بیٹھا اور کچھ اشعار قلمبند کئے پھر خیال آیا کہ عید کے دن اس سے بھی کچھ بڑھکر سامان ہوگا اُسکو بھی دیکھ لوں تو لکھوں چنانچہ تمہید کے جس قدر اشعار اُس وقت تک موزوں ہوگئے تھے لکھکر چھوڑ دئے تمہید کے آخر کے ان اشعار سے۔

دیں کہ بہر سید کہ زاں جلوہ گاہ — تا چہ بود حاصل چشم و نگاہ

اس شعر تک۔

بزم چو از جلوۂ زیبا پر است — دامن چشم ز تماشا پر است

یہی پُر اثر اور پرجوش نظارہ مراد ہے۔

عید کا جلوس

عید کے دن سلاملق نہ تھی اور اس وجہ سے فوج کی تعداد کم تھی لیکن شان وشوکت جاہ وجلال۔ جوش واثر سلاملق سے بھی کچھ بڑھکر تھا۔ قریباً آٹھ بجے فوجوں کی آمد شروع ہوئی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک تانتا بندھا رہا۔ اسکے بعد بہت سی خالی گاڑیاں آئیں لوگوں کو تعجب تھا کہ اس سے کیا مقصود ہی یکایک دور سے پیادہ صفیں نمودار ہوئیں معلوم ہوا کہ تمام وزرا پاشا افسران فوج اور بڑے بڑے عہدہ دار ملکی سلطان کے جلوس میں پیادہ پا آرہے ہیں یہ صفیں سڑک کے دونوں جانب متصل آدھ میل تک تھیں اور اُنکی وضع اور لباس سے عجیب شان وشوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ شانوں پر زریں پھول۔ دامن اور استینوں پر کلابتوں کی تحریر سینے

مرصع اور طلائی تمغوں سے ڈھکے ہوئے۔ ان سب پر آفتاب کا عکس۔ تمام میدان جگمگا اٹھا یہہ صف جا چکی تو سلطان کا جمال جہان آرا نظر آیا جناب ممدوح گھوڑے پر سوار تھے۔ لباس بالکل سادہ تھا چند بڑے بڑے نامور فوجی افسر رکاب میں تھے۔ گھوڑا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا تھا اور ہر قدم پر اس زور سے بادشاہ ہم جوق لیشا کا نعرہ بلند ہوتا تھا کہ میدان گونج اٹھتا تھا۔

میں یہ سمان دیکھکر واپس آیا تو قلم دوات لیکر بیٹھا کہ جو کچھ خود دیکھا ہے دوسروں کو بھی دکھا سکوں۔ لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ قلم نے بالکل کوتاہی کی۔ جو تصویر میں نے کھینچی ہے وہ بالکل ناکمل تصویر ہے۔

مثنوی عیدیہ

جون سنہ ۱۸۹۲ء

مقام قسطنطنیہ

قاصد فرخندہ من بان تعال	متعک اللہ بحسن المال
پیش رسیدت سفرے ناگزیر	گرم زجا خیز و رہ ہند گیر
زود رو و فکر دو عالم مکن	در نفسے راست کنی ہم مکن
دیدہ براہ اند عزیزان ہند	جملہ گرامے گہر کان ہند
چوں تو در آن بزم کشی زمزمہ	دائرہ گردند بگردت ہمہ
تاز حدیث تو شود بہرہ مند	ہر یکے از جائے جہد چوں سپند
جملہ بدیں حرف کہ اے نیکخوئے	حرفے ازاں یار سفر کردہ گوئے
تا بچہ حال ہست و چساں ست وخود	رفت چہا بر سرش از نیک و بد
بر روش دیدہ دراں ہیں مزید	یا کہ چو بہاں و فلاں ہیں مزید
از پس ایں محنت و رنج شگرف	از سفر روم چہ بُرد شست طرف
بزم خوشی بود تماشا چہ کرد	کار بسے بود از انہا چہ کرد
در صف دانش طلباں چوں نشست	زان چمن تازہ بدامن چہ بست

طے چو شود مرحلۂ پرس و چوئے ❊ از من آوارہ بیاراں بگوئے

کاے ہمہ گنجینہ کشایان فن ❊ صدرنشینان سرخوان فن

از کرم داور بالا و پست ❊ حال من آن گونہ کہ بالیست ہست

ہم بہماں طرز و روش میزیم ❊ زندہ ام و فارغ و خوش میزیم

گرچہ خودم با ہمہ ساماں نیم ❊ نازکش حاجب و درباں نیم

نیست سر انجمن آرائیے ❊ ایں منم و گوشۂ تنہائیے

ونیکہ بپرسید کہ زاں جلوہ گاہ ❊ تا چہ بود حاصل چشم و نگاہ

ہی چہ تواں گفت کہ ذوق سخن ❊ ہر نفسم مے بردازخویشتن

گرچہ نخواہم کہ نشینم خموش ❊ فرصت آن کو کہ بیایم بہوش

گرچہ بعرض سخن آمادہ ام ❊ مست زکیفیت این بادہ ام

بگذرازیں حرف و مکرر مپرس ❊ خواب خوشی دیدم و دیگر مپرس

خوان سخن گر نہ خود آراستم ❊ عذر بنہ محو تماشاستم

تندیے بود خرامم ہنوز ❊ دیدۂ من بازو نخوابم ہنوز

باتوچہ گویم کہ چہا دیدہ ام ❊ شعبدہ ہا پیش نظر چیدہ ام

بزم چو از جلوۂ زیبا پرست

دامن چشم ز تماشا پرست

مہر چو از جیب افق سرکشید ❊ خاست ز ہر ناحیہ گلبانگ عید

دیدہ پر از خواب چو برخاستند ❊ پیر و جوان جملہ تن آراستند

طفل کہ این شیوہ نداند درست ❊ مادرش از مہر تن و روئے شست

شیوہ و آئین طرب تازہ گشت ❊ کوچہ و بازار پر آوازہ گشت

مژدہ رسید این کہ شہ چارہ ساز ❊ زود برآید باداے نماز

تا بردازخواں کرم توشۂ ❊ خلق برون ریخت ز ہر گوشۂ

لبکہ عناں طلب انگیختند ❊ طفل و جوان بر سر ہم ریختند

پیک نظر راہ تماشا نیافت — نقش قدم ہم بزمین جا نیافت

جملہ بصد شوق و بصد آرزوے — سوئے بشکطاش نہادند روئے

سرمۂ خاک رہ شہ خواستند — جا بگذرگاہ سپہ خواستند

از دو سوئے راہ بکسب شرف — خلق بآئین ادب بست صف

ہر چہ در ہر جہت افشاند نور — کوکبۂ شاہ عیاں شد ز دور

گشت رواں از پئے ہم خیل و فوج — موج تو گوئی کہ شکستی بموج +

بود شعار ہمہ از ہم جدا — ہر ہمہ را رایت و پرچم جدا

پرتو آں اسلحۂ تابناک — نور ہمی ریخت بداماں خاک

باہمہ تمکین چو گذشت ایں گروہ — گشت بیکبار زمیں پر شکوہ

غلغلہ برخاست کہ بادا نوید — مہر جہاں تاب خلافت دمید

داغ نہ جبہۂ خورشید و ماہ — حضرت خاقاں خلافت پناہ

قاعدۂ دولت و دیں را مدار + — آئینہ رحمت پروردگار

پیکر لطف و کرم کبریائے — سایۂ یزداں سر کشور کشائے

خسرو لشکر شکن و قلعہ گیر — شاہ فلک عتبۂ گردوں سریر

فاتح دولت و طغرائے دین — زیب دہ افسر و تاج و نگیں

شاہ فلک کوکبۂ عبد الحمید — ایّدہ اللہ بنصر مزید

فرۂ شاہی ز جبیں آشکار — حاشیہ بوساں بہ یمیں و یسار

مرکب شہ پیش چو بگذاشت پائے — خلق بیکبار در آمد ز جائے +

طلعت شہ باز چو پرتو فگند — بانگ دعا گشت ز ہر سو بلند

شور بر آمد کہ بود تا جہاں + — باد بکام تو زمین و زماں +

چرخ بداں مایہ کہ گردندہ ہست — زندہ بماں کز تو جہاں زندہ ہست

زیب و طراز ہمہ عالم توئی + — سایۂ یزداں بجہاں ہم توئی +

جملہ بدانند کہ در غرب و شرق — ہست ترا تاج خلافت بفرق

آن توئی امروز که در روزگار ✦	ہست بہ دولت و دین را قرار
تازگی ہر دو نشین از تو ہست	زیب و طراز حرمین از تو ہست
جز تو کہ ہست اے شہ انجم سپاہ	آنکہ بود شرع نبی را پناہ ✦
فرۂ دین نبوی از تو ہست ✦	بازوئے اسلام قوی از تو ہست
شرع بجاہ تو شد ارجمند	باد بفرمان تو چرخ بلند ✦

سکۂ اقبال بنام تو باد ✦
ہر چہ بگیتی ست بکام تو باد ✦

ترکوں کے اخلاق وعادات وطرز معاشرت

قسطنطنیہ میں میں اگرچہ متصل تین مہینے تک رہا لیکن زبان کی اجنبیت کی وجہ سے ترکوں سے میرا میل جول بہت کم تھا۔ میرے ہم صحبت اور میرے احباب جس قدر تھے شام کے عرب تھے اسلئے ترکوں کے اخلاق اور عادات کے متعلق میری واقفیت سرسری اور اجمالی ہے۔ میں نے اکثر کالج اور اسکول اور بعض صنعت وغیرہ کے کارخانے دیکھے۔ چند معزز عہدہ داران ملکی سے ملا اور اُن کے یہاں دعوتیں کھائیں۔ قہوہ خانوں میں کبھی کسی سے ملاقات ہوگئی۔ ٹرامو ے اور ریل پر کسی سے تعارف ہوگیا۔ غرض اس قسم کے موقعے تھے جن میں مجکو ترکوں کے اخلاق و عادات کا تجربہ ہوا اور اس باب میں میں جو کچھ لکھوں گا ان ہی واقعات کی بنا پر ہوگا۔

ہر چند میری واقفیت کے ذریعے اس قدر محدود ہیں تاہم بعض امور کی نسبت مجکو بالکل یقین ہے کہ اُنکے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح ہے اور اُس میں ذرا بھی غلطی کا احتمال نہیں۔ ان میں سب سے مقدم ترکوں کی مہمان پرستی اور عام خوش اخلاقی ہے کچھ شبہ نہیں کہ ترکوں کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ ہیں۔ غرور و نخوت۔ ترفع اور کم بینی ان میں نام کو نہیں ہے امیر و غریب۔ مزدور و عہدہ دار و شریف جاہل و عالم۔ ہر درجے کے لوگوں سے مجکو سابقہ پڑا لیکن خوش اخلاقی اور فیاض طبعی میں گویا سب ایک ہی مکتب کے شاگرد اور ایک ہی سانچے کے ڈھلے تھے۔ غازی عثمان پاشا جن کو پلونا کے واقعہ نے تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے اور درویش پاشا جن کا پوتا سلطان کی دامادی کا شرف رکھتا ہے اس مرتبے کے لوگ ہیں جیسے ہندوستان

ترکوں کی مہمان پرستی اور خوش اخلاقی

میں گورنر جنرل یا کمانڈر ان چیف ہیں دونوں سے ملا ہوں اور وہ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے
سے پیش آئے اس کا اثر اب تک میرے دل میں ہے۔

ایک عام بات یہ ہے کہ بازار میں چلتے چلتے تم جس شخص سے گو وہ کسی رتبہ کا آدمی ہو راستہ
پوچھو وہ نہایت مہربانی سے تمہاری طرف متوجہ ہوگا اور تم کو راستہ بتلائے گا۔ بعض موقعوں
پر مجکو نہایت تنگ اور پیچدار گلیوں سے گذرنے کا اتفاق ہوا۔ اور راستہ کے بھول جانے کی
وجہ سے دیر تک حیران رہا۔ اتفاقاً کوئی ترک آنکلا تو اس نے راستہ بتانے پر اکتفا نہیں کی بلکہ
ساتھ ہولیا اور جہاں مجکو جانا تھا وہاں تک پہونچا کر واپس آیا۔

فیاضی اور مہماں نوازی

فیاضی اور مہماں نوازی ترکوں کی عام صفت ہے اور نہایت ادنے درجے کے لوگ بھی نہایت
سیر چشم اور فیاض ہیں۔ یہ عام طریقہ ہے کہ دو چار چشم آشنا کسی ہوٹل یا قہوہ خانے میں اتفاق سے
مل گئے تو قہوہ وغیرہ میں جو کچھ خرچ ہوگا ایک شخص سب کی طرف سے دیدے گا گویا تمام لوگ
اس شخص کے مہماں ہوتے ہیں اور وہ میزباں ہوتا ہے خونگر صوی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے میں
میں اسکی سیر کو گیا تو خوجے آفندی ساتھ تھے۔ چونکہ یہ مقام قسطنطنیہ سے بیس پچیس میل ہے اور
میرے ساتھ اور بھی چند احباب تھے۔ جہاز اور گاڑی کا کرایہ اور تفکہ وغیرہ میں عہ روپیہ خرچ ہوئے
یہ کل رقم خوجے آفندی نے ادا کی۔ میرے شامی احباب کو جو خود مقتدر اور فیاض طبع تھے آفندی
صاحب کا زیر بار احسان ہونا گوارا نہ تھا لیکن ملک کے رواج کی وجہ سے زیادہ اصرار
نکر سکے ٭

ایک دفعہ میں درویش پاشا کے مکان پر گیا وہاں چند اور بزرگ تشریف رکھتے تھے سب سے
تعارف ہوا اور دیر تک صحبت رہی۔ چونکہ اس وقت تک میں نے ترکی بوٹ کا استعمال نہیں
شروع کیا تھا اور انگریزی بوٹ پہنکر مکان کے اندر جانا یہاں معیوب ہے میں نے دروازے ہی
پر بوٹ اتار دیا تھا۔ ترکوں کے نزدیک بوٹ کا پاؤں میں نہ ہونا بد سلیقگی میں داخل ہے اس لئے
کسی کسی کو خیال ہوا۔ حاضرین میں سے ایک بزرگ جو اسکول کے ماسٹر اور معزز آدمی تھے چپکے
سے اٹھے اور ایک سلیپر لاکر میرے پاس رکھ دیا۔ ان بزرگ کا نام کاظم آفندی تھا نوجوان آدمی
ہیں ریاضی میں ان کی تصنیف حضور سلطانی میں پیش ہو چکی ہے۔ رخصت ہونے کے وقت

مجھ سے فرمایا کہ ہندوستان پہونچکر یاد رکھے گا کہ قسطنطینہ میں کاظم بھی آپ کا ایک نیاز مند تھا۔

حسین حسیب آفندی جو پولیس کمشنر اور معزز رتبے کے آدمی ہیں ملاقات کے ساتھ اس لطف و مہربانی سے پیش آئے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اصرار کرکے کھانا کھلایا کوٹھی اور پائیں باغ کی سیر کرائی پردہ کراکے زنانہ مکان کے تمام کمرے دکھائے رخصت ہونے لگا تو فرمایا کہ مجکو بھی کہیں جانا ہے ساتھ ہی چلیں گے چنانچہ اپنی گاڑی پر بٹھاکر دور تک ساتھ لائے لطف یہ کہ اسوقت تک میرا ذریعہ تعارف بجز اسکے اور کچھ نہ تھا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں اور مسلمان ہوں اس قسم کے واقعات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ ترکوں کے اخلاق نہایت عام ہیں اور اسکے لئے وسیلہ و تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہیں۔

ترکوں کی معاشرت

ترکوں کی معاشرت کا طریقہ نہایت پسندیدہ اور قابل تقلید ہے امرا اور معزز عہدہ دار ایک طرف معمولی حیثیت کا آدمی بھی جس صفائی اور خوش سلیقگی سے بسر کرتا ہے ہمارے ملک میں بڑے بڑے امیروں کو وہ بات نصیب نہیں میں نے دس ہزار کے تنخواہ دار سے لیکر بیس روپیہ کی آمدنی والوں تک کے مکانات دیکھے ہیں اگرچہ دونوں حالتوں میں نہایت تفاوت تھا اور ہونا چاہیے تھا تاہم خوش سلیقگی اور ترتیب و صفائی میں برابر برابر تھے۔

مکانات کی وضع اور ترتیب

ڈرائنگ روم کا قدیم طریقہ یہ تھا اور متوسط حیثیت والوں میں اب بھی جاری ہے کہ دیوار سے متصل قریباً دو ہاتھ چوڑے اور دیوار کے طول کی برابر لمبے چبوترے بنے ہوتے ہیں اور انپر گدا بچھا ہوتا ہے اب اگرچہ میز و کرسی کا زیادہ رواج ہے۔ تاہم چونکہ معزز ترکوں کے یہاں علما اور درویشوں کی اکثر آمد و رفت رہتی ہے ایک آدہ کمرہ اس طریقہ پر بھی ضرور مرتب رہتا ہے۔ میں نے عثمان پاشا اور درویش پاشا کے عالیشان مکانوں میں بھی اس وضع کے متعدد کمرے دیکھے زمانہ حال میں یورپین طریقہ زیادہ مروج ہے ترکوں نے اس میں اپنی طرف سے کچھ اصلاحیں کی ہیں اور وہ در حقیقت قابل تعریف اصلاحیں ہیں ڈرائنگ روم میں (جو اکثر عمدہ ٹرکش قالین سے آراستہ ہوتا ہے) اس سرے سے اس سرے تک سڑک کے طور پر کارپٹ وغیرہ کی ہاتھ ہاتھ بھر چوڑی پٹیاں بچھی ہوتی ہیں کمرے میں جو لوگ آتے جاتے ہیں اسی پر سے گذرتے ہیں ادھر اودھر پاؤں نہیں رکھہ سکتے ترکوں کا بوٹ

اگرچہ خاک آلودہ نہیں ہوتا لیکن اس طریقے سے فرش اور بھی صاف و پاک رہتا ہے۔

کھانیکا طریقہ

کھانا یورپین طریقے پر یعنی میز و کرسی پر کھاتے ہیں البتہ بعض باتوں میں فرق ہے اور میری دانست میں وہ اصلاح طلب ہیں۔ عام دستور یہ ہے کہ جب تمام لوگ میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو نوکر اگر ہر شخص کے آگے سادہ رکابیاں چن دیتا ہے۔ اسکے بعد باری باری مختلف کھانوں کی رکابیاں آتی ہیں اور میز کے بیچ میں رکھی جاتی ہیں۔ تمام لوگ ایک ہی رکابی میں کھاتے ہیں چھری کانٹا بھی ہوتا ہے لیکن اکثر کھاتے ہاتھ سے ہیں۔ میں نے حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر اور درویش پاشا کے یہاں کھانا کھایا درویش پاشا کے بیٹے احمد پاشا جو سلطان المعظم کے سمدھی ہیں میز پر ہمارے ساتھ تھے اور اسی طریقہ سے کھاتے تھے لوگوں نے بیان کیا کہ اب یہ طریقہ متروک ہوتا جاتا ہے اور حال کے تعلیم یافتہ بالکل یورپین طریقے پر کھاتے ہیں۔

مکانات کے دروازوں کا ہمیشہ بند رہنا

ہندوستان کے برخلاف عام دستور ہے کہ مکانات کے دروازے ہمیشہ بند رہتے ہیں اندر ایک کھٹکہ ہوتا ہے جو دروازہ بند کرنیکے وقت خودبخود لگ جاتا ہے باہر کی طرف ایک کڑا ہوتا ہے۔ کوئی شخص کسی سے ملنے کو جاتا ہے تو کڑے سے دروازے کو کھٹ کھٹاتا ہے آواز سنکر نوکر یا صاحب خانہ کواڑ کھولدیتا ہے امرا کے یہاں دروازہ کے بیرونی رخ پر پیتل کا پھول لگا ہوتا ہے اسکے دبانے سے اندر گھنٹی بجتی ہے اور نوکر کو خبر ہو جاتی ہے یہ طریقہ نہایت عام ہے یہانتک کہ غریب آدمی کے دروازے بھی کھلے نہیں رہتے اگرچہ دراصل سردی سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن اس سے طرز معاشرت میں خودبخود نہایت تہذیب و اصلاح پیدا ہو گئی ہے ہر شخص لانتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا کی تعمیل پر مجبور ہے۔

لباس

ترکوں کا لباس جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں بالکل یورپین ہے۔ البتہ بوٹ میں ایک اختراع کی گئی ہے۔ اور وہ واقع میں قابل تعریف ہے یہ بوٹ چرمی جراب اور سلیپر کا مجموعہ ہے جراب بالکل بوٹ کی شکل کی ہوتی ہے۔ لیکن ایڑی نہیں ہوتی سلیپر میں اندر ایڑی کے پاس ایک کھٹکا لگا ہوتا ہے جراب پہنکر جب اسکو پہنتے ہیں تو جراب اس میں اٹک جاتی ہے اور دونوں ملکر خاصہ بوٹ بنجاتا ہے بازار میں دونوں پہنے پھرتے ہیں لیکن فرش پر سلیپر اتار دیتے ہیں صرف جراب رہجاتی ہے اور چونکہ وہ گرد سے پاک ہوتی ہے فرش پر دھبہ نہیں پڑتا۔

طریقہ ملاقات

ملاقات کا طریقہ نہایت مہذب اور پسندیدہ ہے تم کسی سے ملنے جاؤ اور دروازہ کھٹ کھٹاؤ

تو اسی وقت نوکر آکر دروازہ کھولدیگا۔ مکان میں اسی غرض سے ایک خاص کمرہ فرش فروش سے آراستہ رہتا ہی۔ نوکر تمکو وہاں بٹھادیگا اور قہوہ یا چائے پیش کریگا اسکے بعد صاحب خانہ کو اطلاع ہوگی وہ ملاقات کے کمرے میں بیٹھے گا اور تم کو وہیں بلائے گا بڑے بڑے معزز افسروں کی ملاقات کا یہی طریقہ ہے۔ انگریزوں کی طرح احاطے کے باہر برانڈے میں ٹہلنا اور دیر تک انتظار کرنا نہیں پڑتا۔

سلام کرنیکا عجیب طریقہ ہی پہلے سینہ پر ہونٹو پھر پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہیں ان اعضا کا ہاتھ سے چھو لینا ضرور نہیں صرف محاذات کافی ہی۔ اگر اس طریقہ پر سلام کرنے میں ہاتھ کو تین منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن مشاقی کی وجہ سے تینوں مرحلے اس جلدی سے طے ہوتے ہیں کہ معمولی سلام زیادہ عرصہ نہیں لگتا۔ اس ایجاد میں یہ فائدہ ہے کہ قد کو جھکانا نہیں پڑتا اور ایشیائی تعظیم وادب بھی ہاتھ سے نہیں جاتا۔ مجلس میں سلام کرنیکا جو طریقہ ہے وہ زیادہ تکلف آمیز ہے یعنے بیٹھ جانے کے بعد حاضرین میں سے ہر شخص کی طرف الگ الگ مخاطب ہوکر سلام کرنا پڑتا ہی بالکل اس طرح جیسا کہ لکھنؤ میں دستور ہے معلوم نہیں ترک جیسے سپاہیوں کو یہ لکھنؤانہ تکلف کس نے سکھایا۔ ترکوں کی معاشرت میں مجکو جو چیز سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ باوجود نفاست پسندی اور عالی دماغی کے فضول شان و شوکت کا نام نہیں بڑے بڑے وزرا و امراء بازار میں نکلتے ہیں تو معمولی حیثیت سے نکلتے ہیں میں نے بارہا وزیر اعظم کی سواری دیکھی ہی صرف دو تین سوار ساتھ ہوتے ہیں سپہ سالار کل علی رضا پاشا کے ساتھ پانچ سوار سے زیادہ نہیں ہوتے مکانات اور تمام معاشرت کی چیزوں میں بھی سادگی پائی جاتی ہی عثمان پاشا۔ درویش پاشا۔ زکی پاشا جس حیثیت کے لوگ ہیں اسی لحاظ سے انکے مکانات کو کم از کم حیدرآباد کا فلک نما اور بشیر باغ ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ ہمارے مولوی مہدی علی صاحب کی کوٹھی کے برابر بھی نہیں۔ نوکر چاکر بھی کثرت سے نہیں ہوتے جیسا ہمارے یہاں کے نواب اور فرضی شاہزادوں کے یہاں دستور ہے حق یہ ہی کہ ترک اس بات پہ جہاں تک فخر کریں بجا ہی کہ انھوں نے چھ سو برس تک سلطنت کے سایہ میں پلکر سپاہیانہ پن نہیں چھوڑا۔ ورنہ عباسی۔ فاطمی۔ اموی (اندلس والے) تیموری تو۔ سو ہی دو سو برس میں اچھے خاصے رنگیلے بن گئے تھے۔

عورتوں کی تعلیم و تربیت

ترکوں کی تہذیب و ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل تقلید ہے وہ عورتوں کی تعلیم

وتربیت وطریقۂ معاشرت ہی۔ دنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یوروپین اور ایشیاٹک اس مسئلہ میں افراط اور تفریط کے انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دونوں کی حالت قابل اعتراض ہی ترکوں نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہے جو دونوں کی خوبیوں کا جامع اور دونوں کے عیوب سے خالی ہی ٹرکش عورتیں تعلیم یافتہ ہیں لیکن۔ بشیرمی۔ شوخی بیجا آزادی رقاصی کی اور وہ بھی غیر مردوں کے ساتھ انکو تعلیم نہیں ہوتی ہے۔ وہ پردے کی پابند ہیں۔ لیکن جاہل۔ دنیا سے بیخبر۔ مکاں کے قفس میں بند۔ حیوان انسان نما نہیں ہیں۔

زنانے مدرسے

لڑکیوں کی تعلیم کیلئے سرکاری اور خانگی مدرسے کثرت سے ہیں اور پردہ وحفاظت کا ایسا عمدہ انتظام ہی کہ شرفا کو اپنی لڑکیوں کے بھیجنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔ علمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس میں داخل ہی اور بعض بعض مدرسوں میں موسیقی کی تعلیم بھی ہوتی ہے

موسیقی کی تعلیم

معلمات کی تعلیم کیلئے ایک خاص مدرسہ ہی جسکی مہتمم رفیقہ خانم ہے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ خاتون ہے اور سلطان کے حضور سے اسکو درجہ دوم کا تمغہ عنایت ہوا ہے صنعتی مدارس میں ایک مدرسے کے ساتھ ایک بورڈنگ بھی ہی جسکی مہتمم ایک فرنچ لیڈی مادام بائلی ہی بورڈنگ کا سکرٹری ایک تعلیم یافتہ ترک ہی جسکا نام حسن آفندی ہی صنعت کا ایک اور بڑا مدرسہ اسکیدار میں ہی جسکی معلمہ اول خیریہ خانم ہی۔

ان مدارس کی وجہ سے تعلیم اس قدر عام ہو گئی ہی کہ زمانہ حال میں بمشکل ایسی عورت ملسکتی ہی جس نے مناسب درجے تک تعلیم نہ پائی ہو۔ بہت سی عورتیں مضمون نگار ہیں اور مشہور اخبارات میں اُنکے آرٹکل نکلتے رہتے ہیں۔ جودت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہی حال میں اسکی ایک نہایت عمدہ ناول شائع ہوئی ہی جس کا نام زنان[1] اسلام ہی عربی زبان میں اسکا ترجمہ بھی ہو گیا ہی اور بیروت میں چھاپا گیا ہے۔ اور بھی چند عورتیں ہیں۔

مصنفہ عورتیں

عورتوں کے باہر نکلنے میں آزادی حاصل ہی

عورتوں کو چلنے پھرنے میں عام آزادی حاصل ہی۔ ہر درجے اور ہر رتبے کی عورتیں بازار میں نکلتی ہیں سیر گاہوں کو جاتی ہیں۔ دعوت کے جلسوں اور علمی مجلسوں میں شریک ہوتی ہیں لیکن باوجود اس آزادی کے حفظ و احتیاط کے دائرے سے سرمو تجاوز نہیں ہوتا ہر مجمع میں عورتوں کی سوسائٹی مردوں کی سوسائٹی سے الگ رہتی ہے اور کوئی عورت کسی غیر مرد سے بجز خاص حالتوں کے بات تک نہیں کر سکتی۔

[1] اب یہ کتاب اردو میں ترجمہ ہو کر محمدن پریس علی گڈھ میں طبع ہو چکی ہے۔

عورتوں کا لباس

لباس بالکل یورپین ہی ہے۔ لیکن جب باہر نکلتی ہیں تو نہایت ڈھیلا ڈھالا ریشمی گون پہن لیتی ہیں جو گردن سے لیکر پاؤں تک ہوتا ہی اور اوپر سے نیچے تک بٹن لگے ہوتے ہیں اس سے بجز چہرے کے اور تمام جسم اس طرح ڈھک جاتا ہی کہ بدن کی ہیئت تک نہیں معلوم ہوتی سر پر قصابہ ہوتا ہی اور چہرہ ایک رومال سے چھپاتی ہیں جو ناک کی جڑ سے تھوڑی تک ہوتا ہی۔ دونوں آنکھیں اور ناک کی جڑ اور کسی قدر آنکھوں کے نیچے کی سطح کھلی رہتی ہے یہ رومال باریک ململ کے ہوتے ہیں کوئی شخص پاس سے آنکھ جماکر دیکھے تو چہرہ کا رنگ معلوم ہو سکتا ہی۔ لیکن ایسی جرأت کون کر سکتا ہے۔

ایک دفعہ میں عاشر آفندی کے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ترک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے جن سے میری جان پہچان ہو گئی تھی۔ اتفاق سے وہیں آنکی دو نوں جوان لڑکیاں جنمیں سے ایک کی شادی ہو چکی تھی اُن سے ملنے کے لئے آئیں۔ اُنھوں نے مجکو دونوں سے انٹرڈوس کرایا جس احترام اور متانت و شرم سے وہ معصوم خاتونیں میرے سامنے کھڑی تھیں مجکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں نہیں بلکہ عفت و عصمت کی دیبیاں ہیں۔

قسطنطنیہ میں ہندوستانی

ہندوستان میں کسی کو یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ قسطنطنیہ میں ہندوستانی حضرات بھی تشریف رکھتے ہیں۔ خود مجکو یہ گمان نہ تھا۔

ہندوستانیوں کا اصلی مرکز تو ہندی زاویہ ہی جسکا ذکر میں اوپر کہہ چکا ہوں وہاں اکثر ہندوستانی آنکلتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ گداپیشہ ہوتے ہیں ان کے سوا تین چار شخص ہیں جو مستقل طور پر سکونت رکھتے ہیں اور اُن کی حالت اور حیثیت بھی بُری نہیں ان کے نام اور مختصر حالات لکھتا ہوں۔

نصرت علیخان

نصرت علی خان یہ بزرگ اپنے تئیں دلّی کا کہتے ہیں۔ اُنھوں نے قسطنطنیہ میں ایک اخبار بھی نکالا تھا۔ لیکن چونکہ اسکے مضامین انگریزی حکومت کے خلاف ہوتے تھے۔ انگلش سفیر نے باز پرس کی اور اخبار بند ہو گیا اب محکمہ تعلیم میں نوکر ہیں۔ ڈیڑھ سو ماہوار تنخواہ ہی ایک ترکی عورت سے شادی کر لی ہی اس سے دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ہیں۔ خود سیاہ فام ہیں لیکن لڑکیاں گوری چٹی ہیں۔

مرزا احمد بیگ

مرزا احمد بیگ یہ بزرگ ملک اودہ کے رہنے والے ہیں۔شاہی فوج میں معزز عہدہ پر مامور تھے غدر سے پہلے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اب دس پندرہ برس سے قسطنطنیہ میں رہتے ہیں۔سلطان نے ڈیڑھ سو ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔خوش اخلاق اور شریف الطبع آدمی ہیں۔

حسن آفندی۔بدر الدین طیب جی بیرسٹرایٹ لا ساکن بمبئی کے عموزاد بھائی ہیں ہندوستانی اشیا کی تجارت کرتے ہیں پہلے انکا کارخانہ بڑے فروغ پر تھا۔چنانچہ اور مصارف کے علاوہ آٹھ سو ماہوار صرف دوکان کا کرایہ تھا۔لیکن اب فیشن کے بدلجانے سے ان چیزوں کی قدر نہیں رہی اور کارخانہ سُست ہوگیا۔تاہم خوشحالی سے بسر کرتے ہیں۔مکان اور فرنیچر قسطنطنیہ کے لحاظ سے امیرانہ ہی ایک باغ بھی تیار کرایا ہے۔تمام لوگ اُنکی عزت کرتے ہیں۔سلطان کے یہاں سے تمغہ بھی ملا ہے انگریزی بخوبی جانتے ہیں نہایت خوش اخلاق۔فیاض۔روشن ضمیر۔نیک طبع آدمی ہیں ہندوستانیوں سے انکو عجیب اُنس اور محبت ہی اور یہ حب الوطنی ہی میرا اور اُنکے تعارف کا ذریعہ ہوئی ایک دفعہ میں بازار میں پھر رہا تھا۔آفندی موصوف سامنے سے گذرے مجکو دیکھکر بے اختیار بڑھکر پوچھا آپ ہندوستانی تو نہیں" اس وقت میرا لباس عربی تھا۔طرہ یہ کہ جواب میں اتفاقاً زبان سے بجائے ہاں کے نعم کا لفظ نکلا۔تاہم میرا ہندی ہونا کیونکر چھپ سکتا تھا وہ گلے سے لپٹ گئے اور بولے کہ آپ تو ہماری چیز ہیں ہم سے بچکر کہاں چلے تھے میں جبتک وہاں رہا اکثر میرے مکان پر تشریف لاتے تھے کئی دفعہ دعوت کی اور اپنے گھر لے گئے معلوم نہیں یہ مہماں نوازی انکی طینت کا خمیر ہے یا قسطنطنیہ کی آب و ہوا کا خاصہ ہی اُنکا پتہ یہ ہی قسطنطنیہ مجوہر بدستانده۔حاجی حسن علے آفندی ہندی میں نے پتہ اس غرض سے لکھا ہی کہ کوئی صاحب قسطنطنیہ کا قصد کریں تو انسے ضرور ملیں ان سے بڑھکر کوئی غمخوار نہیں ملسکتا۔

قسطنطنیہ کے احباب

نہایت ناشکری ہوگی کہ اگر میں قسطنطنیہ کی پر لطف داستان ختم کردوں اور اُن محبت کیش دوستوں کا نام نہ لوں جو اس چند روزہ اقامت میں میرے یار غمگسار بن گئے تھے اور جلوت و خلوت میں ہمدم و ہمراز رہتے تھے۔چنانچہ شیخ عبد الفتاح ادہم شیخ علی ظبیان کے سوا جنکا ذکر

اوپر گذر چکا ہے باقی دوستوں کے نام اور مختصر حالات لکھتا ہوں۔

فواد بک

فواد بک ۔ مکتب ملکیہ کے ایک ممتاز طالب علم ہیں دمشق کے قریب حصنبا ایک موضع ہے
جہاں حضرت خالد بن الولید کی نسل سے ایک خاندان آباد ہے یہ لوگ دولتمند ہیں اور اسکے ساتھ
ملکی اثر رکھتے ہیں۔ چنانچہ ٹرکی حکومت کی طرف سے ابتک اُن اضلاع کا جو حاکم مقرر ہوتا تھا اسی
خاندان سے انتخاب کیا جاتا تھا۔ فواد سے میری ملاقات عزیزانہ تعلق کی حد تک پہونچ گئی تھی
اُنکے ایک بھائی سامی بک انھیں دنوں قسطنطنیہ آئے اور میں نے جو مکان کرایہ پر لیا تھا اسی کے ایک
کمرہ میں فروکش ہوئے وہ مکتب الحقوق میں داخل ہونیکی تیاری کرتے تھے اور چونکہ امتحان داخلہ
میں منطق کا بھی امتحان ہوتا ہے مجھسے درخواست کی کہ میں مختصر طور پر اُنکو منطق کے تمام مسائل عبور
کرادوں اگرچہ میرا ہرج اوقات تھا تاہم اُنکی خاطر سے میں نے اُنکو اور اُنکے ساتھ دو تین اور طالبعلموں کو
الیساغوجی پڑھائی حسن اتفاق یہ کہ امتحان داخلے میں وہ لوگ پاس بھی ہوگئے اسی طرح دوستی اور
محبت کا رشتہ اور بھی مضبوط ہوگیا۔ شام کو ہمیشہ ہم تین چار آدمی ایک قہوہ خانہ میں جو عین لب
دریا ہی ساتھ بیٹھا کرتے تھے اور عجیب لطف و مزے کی صحبت رہتی تھی کبھی کبھی مغرب کے بعد کشتی
کرایہ کرتے اور سمندر کی سیر کرتے پھرتے فواد کو گانا آتا ہے مزے میں آکر عربی گیت گایا کرتے ایکدن
مجھسے فرمائش کی کہ کوئی ہندی چیز سناؤں میں نے بہتیرا کہا کہ بھائی میں مولوی آدمی ہوں مجھکو گانے
سے کیا واسطہ، لیکن وہ کب مانتے تھے آخر مجبور ہوکر میں نے اردو کے دو تین شعر آواز کو گھٹا
بڑھا کر پڑھے اور کہا کہ ہندی میں یوں ہی گاتے ہیں۔

عبد السلام آفندی

عبد السلام آفندی۔ بیت المقدس میں سادات کا ایک مشہور خاندان ہے یہ اُسکے ایک
معزز ممبر ہیں بیت المقدس کے مفتی جنکا ذکر آگے آئے گا اسی خاندان سے ہیں نہایت لائق فائق
تعلیم یافتہ زندہ دل آدمی ہیں ایک مدت تک میں اور یہ ایک ہی مکان میں رہے اور اس وجہ سے
زیادہ میل جول ہوگیا۔ اکثر علمی بحثیں کیا کرتے تھے فلسفہ حال سے واقف اور اُسکے معترف
تھے اُنکا خیال ہے کہ قرآن شریف کا کوئی مسئلہ فلسفہ حال سے مخالف نہیں اکثر اسی امر کے
متعلق گفتگو کیا کرتے تھے میں اُن کی مسافر نوازی اور اسلامی ہمدردی کا از بس ممنون ہوں
یہ پہلے جنٹ مجسٹریٹ تھے کسی وجہ سے معزول ہوگئے اور اسی فکر میں یہاں آئے ہیں

ایک مشکل موقع پر انھوں نے میرے ساتھ جو تعجب انگیز ہمدردی کی اُسکا ذکر مناسب موقع پر آئیگا۔

خواجہ آفندی

خواجہ آفندی معزز آدمی ہیں۔ درویش پاشا کی بھتیجی ان سے بیاہی ہے اور پاشائے موصوف انکو نہایت عزیز رکھتے ہیں۔ انھیں کے مکان میں یہ رہتے ہیں۔ میں چند بار انسے ملا۔ فارسی بے تکلف بول لیتے ہیں۔ نہایت خوش اخلاق اور منکسر المزاج آدمی ہیں۔ ہمیشہ چائے اپنے ہاتھ سے بناکر پلاتے تھے۔ ایک بار میری قیامگاہ پر بھی تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے رہے خونگر صوفی کی سیر مجکو انھیں نے کرائی تھی۔

ملا محمد آفندی

ملا محمد آفندی۔ موصل کے رہنے والے ہیں۔ عربی بقدر ضرورت پڑھی ہے۔ فارسی اچھی طرح بول سکتے ہیں۔ انکی معاش کا کوئی ذریعہ نہیں مجبورانہ ایک تکیہ میں رہتے ہیں اور فقر و فاقہ سے بسر کرتے ہیں باایں ہمہ نہایت باحمیت اور غیر تمند ہیں۔ میں نے جب ترکی سیکھنے کا ارادہ کیا تو ایک دوست نے انکا نام لیا اُسوقت تک مجکو انسے بالکل تعارف نہ تھا اس لئے میں نے ۵ روپیہ ماہوار پر انکو مقرر کرنا چاہا۔ یہ رقم انکے لئے عطیۂ غیبی تھی۔ لیکن جب انکو معلوم ہوا کہ میں صرف تحقیق علمی کے لئے یہاں آیا ہوں تو معاوضہ لینے سے انکار کیا۔ اور مفت پڑھاتے رہے۔ اکثر میری قیامگاہ پر آکر پڑھا جایا کرتے تھے ٹوٹی پھوٹی ترکی جو میں نے سیکھی انھیں سے سیکھی افسوس ہے کہ اب وہ بھی محفوظ نہیں رہی۔

ان دوستوں کے سوا اور بہت سے چشم آشنا احباب پیدا ہو گئے تھے جنکا ذکر چنداں ضروری نہیں۔

غازی عثمان پاشا کی ملاقات اور تمغہ مجیدی کا عطا ہونا

یہ وہی نامور جنرل ہے جسنے پلونا میں چھبیس ہزار روسیوں کو مجروح اور آٹھ ہزار تہ تیغ کئے تھے جسکے مقابلے میں شہنشاہ روس نے اپنی کل فوجی قوت صرف کر دی تھی اور خود سپہ سالار بنا گیا تھا جس نے باوجود فوج کی کمی اور رسد کی قلت کے روس کی مجموعی طاقت کا مدت تک مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں زخمی ہو کر گرفتار ہوا تو خود شہنشاہ روس نے اسکی کمر میں تلوار باندھی اور مہینوں تک اپنا مہمان رکھا یہ واقعات اُسی زمانہ میں اخبارات کے ذریعہ سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو گئے تھے اور بچہ بچہ اس نامور بہادر کے نام سے واقف ہو گیا تھا قسطنطنیہ میں اگرچہ کسی فوجی افسر

سے نہیں ملا اور نہ ملنا چاہا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایسے نادرہ روزگار کے دیکھنے کا شوق دل میں نہ ہوتا۔

پاشائے موصوف اگرچہ اس رتبہ کے آدمی ہیں کہ ٹرکی میں کوئی شخص انسے بڑھکر بلکہ انکے برابر بھی نہیں۔ اور اس لحاظ سے مجکو اُن تک رسائی کی کم امید ہو سکتی تھی۔ تاہم شوق کی بیتابی نے نمانا اور میں ایک مترجم کو ساتھ لیکر اُنکے مکان پر گیا۔ گھنٹی بجانے پر دروازہ کھلا۔ دربان نے اندر جانے کی اجازت دی قاعدہ کے موافق ملاقاتیوں کے کمرہ میں جاکر بیٹھا ایک معزز ترک وہاں تشریف رکھتے تھے۔ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور مزاج پرسی کے بعد قہوہ منگایا۔ تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ہوئی پاشائے موصوف زنانے میں تھے۔ کہلا بھیجا کہ ذرا دیر میں آتا ہوں۔ قریباً دس منٹ کے بعد ایک ملازم آیا اور مجکو بالاخانہ پر لے گیا ایک خوبصورت کمرہ آراستہ تھا۔ ہم وہاں بیٹھے تھوڑی دیر کے بعد پاشائے موصوف تشریف لائے جن صاحب کو میں نے مترجمی کے لئے ساتھ لیا تھا سررشتہ تعلیم کے ایک افسر تھے اُنھوں نے آگے بڑھکر حسب قاعدہ پاشائے موصوف کے دامن کا کنارہ چوما اور مودبانہ طور سے پیچھے ہٹے۔ میں نے طریقہ سنت کے موافق سلام کیا۔ پاشائے موصوف نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مزاج پرسی کے بعد نام اور مقام پوچھا مترجم نے کہا کہ ہندوستان کے علما میں سے ہیں اور تحقیقات علمی کی غرض سے آئے ہیں،، یہ سنکر نہایت مہربانی اور توجہ ظاہر کی اور دیر تک مسلمانوں کے حالات پوچھتے رہے رخصت ہوکر میں اُٹھا تو خود بھی اُٹھے اور کہا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں تو مجکو خوشی ہوگی۔

پاشائے موصوف پست قامت ہیں۔ دُھرا بدن ہے رنگ گورا چمکتا ہوا ہے چہرے سے ہیبت اور شجاعت ٹپکتی ہے عمر ۶۰-۷۰ کے بیچ میں ہے لیکن بڑھاپے کا مطلق اثر نہیں ہے فارسی بقدر ضرورت جانتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک یمن کے گورنر رہ چکے ہیں عربی بے تکلف بول سکتے ہیں پلونا کے واقعہ کے بعد سلطان نے انکو کمانڈر انچیف اور صیغہ جنگ کا وزیر کر دیا تھا لیکن چونکہ اس عہدہ کی وجہ سے وہ سلطان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر نہیں رہ سکتے تھے سلطان نے اس عہدہ پر نواد پاشا کو مقرر کر دیا اور انکو مابین کی افسری دی جسکی وجہ سے وہ زیادہ تر سلطان کی خدمت میں حاضر نہیں رہتے ہیں سلطان کو پاشائے موصوف سے زیادہ کسی عزیز و قریب یا نوکر اور عہدہ دار پر اعتماد نہیں

ہی اور اس وجہ سے اُنکو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے۔ جمعہ و عید کو جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو
اُنکے ساتھ گاڑی میں عثمان پاشا کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہوتا ہے۔

دوسری دفعہ میں ملاقات کو گیا تو پہلے سے کمرے میں آبیٹھے۔ میں اندر داخل ہوا تو کرسی سے اُٹھکر
دو ایک قدم بڑھے اور پہلے دن کی طرح ہاتھ ملایا۔ اسکے بعد میں جب اُنسے ملا تو اُسی طریقہ سے ملے
پاشائے موصوف مجھپر نہایت مہربان ہو گئے تھے۔ جب میری روانگی کا زمانہ قریب آیا اور میں نے
اُنسے کہا کہ اب میں یہاں دو چار دن کا مہماں ہوں تو فرمایا کہ ایک دو دن جانے سے پہلے مجھسے مل لینا
اسی اثنا میں اُنھوں نے سلطان سے میرے لئے تمغہ مجیدی عطا ہونیکی درخواست کی اور وہ منظور
ہو گئی لیکن مجکو اسکی کچھ اطلاع نہ تھی ایک دن دوپہر کے وقت میں اپنے مکان میں سو رہا تھا کہ میرے
ایک دوست دوڑے ہوئے آئے اور جگا کر کہا کہ یا شبلے واللہ لقد طلع لك النیشان مجکو ایک
گونہ تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یوں ہی کہتے ہو۔ آخر تمکو معلوم کیونکر ہوا؟ بولے کہ تمام اخبارات میں
چھپ گیا ہی۔ میں اُسی وقت اُٹھا اور ایک قرارت خانے میں جاکر اخبار دیکھے تو واقعی وہ خبر صحیح تھی
اُسی وقت مجکو خیال پیدا ہوا کہ میں انگریزی رعیت ہوں اس لحاظ سے انگلش سفیر کو اسکی اطلاع دینی
ضرور ہی دوسرے دن میں سفیر کے پاس گیا۔ اتفاق سے وہ مکان پر نہ تھے میں اپنا کارڈ چھوڑ آیا دوسرے
دن تمام احباب مبارکباد کو آئے۔ میں نے ایک مختصر جلسہ دعوت ترتیب دیا۔ شیخ علی ظبیان عبد السلام
آفندی۔ فواد شامی۔ شریف۔ اور دیگر احباب شریک جلسہ تھے۔ دعوت کی صبح کو عثمان پاشا کی
وداعی ملاقات کو گیا۔ تمغہ کی خبر ایسی عام ہو گئی تھی کہ پاشائے موصوف کے مکان پر پہونچا تو سب سے
پہلے دربان نے کہا کہ "تمغہ مجیدی مبارک" مجکو تعجب ہوا کہ اسکو کیونکر خبر ہو گئی معلوم ہوا کہ یہاں امرا
اور پاشاؤں کے نوکر چاکر عموماً پڑھے لکھے ہوتے ہیں اور فرصت کے اوقات میں اخبارات پڑھا کرتے ہیں
پاشائے موصوف نے ملاقات کیساتھ تمغہ کی مبارکباد دی تمغہ میز پر سامنے رکھا ہوا تھا بکس سے نکالکر
پہلے اُنھوں نے آنکھوں سے لگایا (وہ سلطان کی ادنے سے ادنے چیز کی بھی ترک لوگ اس حد تک
تعظیم کرتے ہیں) پھر مجکو حوالہ کیا۔ میں سرو قد کھڑا ہو گیا اور سلطان کو دعا دی کچھ دیر کے بعد رخصت
کے ارادے سے اُٹھا تو پاشائے موصوف نے فرمایا ذرا دیر اور تشریف رکھئے یہ کہکر دوبارہ قہوہ منگوایا
اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اخیر میں فرمایا کہ میں آپکی تشریف آوری کا ممنوں ہوں چلتے چلتے

کہاکہ ہندوستان پہونچکر تمام مسلمانوں اور
بالخصوص علماء اور فضلا کی خدمت میں میرا سلام
پہونچانا اور کہنا کہ عثمان آپ لوگوں سے دلی محبت رکھتا
ہی میں نے نہایت خلوص اور جوش کیساتھ شکریہ
ادا کیا - پاشائے موصوف نے مجکو اپنی عکسی تصویر عنایت
کی اور اُسپر دست مبارک سے یہ الفاظ لکھے ودا شبو
فوٹوغرافم شبلی النعمانی آفندی بہ ہدیہ المشدد محرم
الحرام سنہ ۱۳۱۰ ہجری یعنی میں نے اپنا یہ فوٹوغراف
شبلی نعمانی کو ہدیہ دیا - یہ تصویر اس وقت میرے
پاس موجود ہے اور میں اسکو ایک بڑا تبرک اور
نشان فخر سمجھتا ہوں جو میرے خاندان اور میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہے گا تمغہ کیساتھ جو فرمان
عطا ہوا اُسکی نقل ذیل میں ہے -

نقل فرمان بخط فارسی

ہندوستانن علی گڈہ نام محلندہ کائن دار المعلمین معلم اول شبلی النعمانی آفندی نن شایان
تلطفات سنیہ شاہانہ م اولدنغنہ بنا راشرف افزائے سنوح وصدور اولان امر و فرمان
معالی عنوان بادشاہانہ م موجب عالیسی اوزرہ کندوسنہ مجیدی نشان ذیشانک
دردنجی رتبہ سندن بر قطعہ سی عنایت واحسان قلنمش اولدیغنی متضمن اشبو برات عالیشانم
تصدیر اولندی حرر فی الیوم الرابع عشر من شہر محرم الحرام سنہ عشر وثلث مائۃ

ترجمہ

شبلی النعمانی آفندی جو دار المعلمین علی گڈہ واقع ہندوستان کا معلم اول ہے چونکہ شاہانہ
تلطفات کا مستحق خیال کیا گیا اِسلئے اسکو تمغہ مجیدی درجہ چہارم کے عطا ہونیکے لئے حکم
والا صادر ہوا اور اسکی سند کیلئے یہ فرمان عالیشان صادر ہوا - تحریر ۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۱۰ھ
یہ عجیب اتفاق کہ میں نے تمغہ کو قسطنطنیہ - بیروت - مصر کسی مقام میں کبھی استعمال نہیں کیا

الغازي

سلطنتہائے غیر کے تمغوں سے متعلق گورنمنٹ کا رزولیوشن

ہندوستان میں پہونچکر خیال ہوا کہ گورنمنٹ سے اجازت حاصل کرکے استعمال کروں چنانچہ جناب ہریسن صاحب مجسٹریٹ علی گڈھ نے باضابطہ چھٹی کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں سفارش کی وہاں سے جواب آیا کہ رزولیوشن مورخہ ۲ مئی ۱۸۹۶ء ملاحظہ طلب ہے اس رزولیوشن کا حاصل یہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کی کوئی رعیت کسی دوسری سلطنت کا کوئی نشان یا تمغہ استعمال یا قبول نہیں کرسکتی تاآنکہ پہلے جناب ملکہ معظمہ سے اجازت نہ حاصل کیجائے اس حکم کی تعمیل کیموافق میں تمغہ کو استعمال نہیں کرتا

قسطنطنیہ سے روانگی ۲۶ محرم ۱۳۱۱ھ

سلطان کی تخت نشینی کا جشن

قسطنطنیہ میں میں پورے تین مہینے مقیم رہا۔ اخیر خیر طبیعت اُچاٹ ہوچلی تھی یہانتک کہ میں سلطان کی جشن تخت نشینی کا بھی انتظار نکرسکا۔ قسطنطنیہ میں ہرسال صفر کی آٹھویں رات جو سلطان کی تخت نشینی کی رات ہے بڑی دھوم دھام سے جشن ہوتا ہے تمام شہر میں چراغاں کیاجاتا ہے شہر کے تمام باشندے اپنے اپنے مکانوں میں بڑے تکلف اور اہتمام سے روشنی کرتے ہیں اور چونکہ یہ طریقہ سلطان کے ساتھ خلوص اور محبت کی دلیل ہے امراء اور پاشاؤں کے یہاں حد سے زیادہ اہتمام ہوتا ہے شیخ علی ظبیان نے مجھسے کہا کہ پچھلے سال درویش پاشا کے مکان میں چودہ ہزار ہومی گلاس روشن کئے گئے تھے سڑک پر جسقدر مکانات ہیں اُنکے دروازوں پر روشنی کے حرفوں میں یہ عبارت لکھی ہوتی ہے بادشاہم چوق یشا، یعنی ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے یہ طریقہ مسلمانوں کیساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ فرینچ جرمن۔ انگریز۔ اور یورپ کی قومیں جو یہاں مقیم یا خوش باش ہیں اُن کے دروازوں پر بھی یہ فقرہ روشنی کے حرفوں میں لکھا ہوتا ہے۔

مجکو نہایت افسوس ہے کہ میں یہ پر لطف اور پرجوش تماشا نہ دیکھ سکا بر خاستگی طبیعت کیساتھ کچھ ایسے اسباب جمع ہوگئے تھے کہ زیادہ ٹھہرنا ممکن نہ تھا۔ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ترکی حکومت میں ہر جگہ یہ جشن ہوتا ہے۔ تم جہاں کہیں ہوگے یہ سیر دیکھ سکوگے لیکن یہ ظاہر ہے کہ دارالسلطنت میں جو شان و شوکت اور اہتمام ہوتا ہے وہ دوسرے مقامات میں کیونکر ہوسکتا ہے طرہ یہ کہ مجکو بدقسمتی سے اس جشن کی معمولی سیر بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ اس تاریخ کو عالم آب میں تھا یعنی جہاز پر سوار تھا اور آبادی سے دور آچکا تھا۔

یاد ہوگا کہ میں جب قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا تو یکہ و تنہا تھا۔ لیکن واپسی کے وقت دوستوں کا ایک گروہ ساتھ ہے تمام احباب بندرگاہ تک ساتھ آئے ہیں رخصت کے وقت بڑی گرمجوشی سے بغلگیر ہوتے ہیں اور دعائیہ الفاظ کے ساتھ خط و کتابت اور دوستانہ مراسم جاری رکھنے کی دعدے لیتے ہیں

روانگی کے وقت احباب کی مشایعت

جہاز پر پہونچا تو حسن مہدی پہلے سے میرے انتظار میں وہاں موجود تھے انسے ملکر نہایت خوشی ہوئی دیر تک لطف و محبت کی باتیں رہیں۔ شام کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا شیخ علی ظبیان جو اسی جہاز پر اپنے وطن دمشق کو جا رہے تھے میرے ہمسفر اور مونس و غمگسار تھے۔ جہاز روڈس۔ سمرنا۔ سائپرس ہوتا ہوا بیروت پہونچا۔ ایک دن جہاز پر عجیب برہمی اور بے لطفی ہوئی۔ سائپرس میں دو شہر ہیں لنرنکہ اور لمونہ دونوں جگہ جہاز لنگر کرتا ہے۔ لنرنکہ میں جو لوگ جہاز پر سوار ہوئے انمیں سائپرس کا ایک رئیس تھا اور چونکہ اسکو صرف لمونہ تک جانا تھا۔ تیسرے درجے کی چھت پر ہمارے دوست شیخ علی ظبیان کے بستر کے قریب آبیٹھا شیخ موصوف باوجود فضل و کمال کے تنک مزاج آدمی ہیں رئیس مذکور نے انکے بستر پر کوئی چیز رکھدی۔ اتنی بات پر یہ برہم ہوگئے وہ غریب تو چپ رہا لیکن اسکا نوکر جو صورت سے قوی اور تنومند معلوم ہوتا تھا ضبط نکر سکا۔ بات زیادہ بڑھی یہانتک کہ جہاز کے اور مسافر جو اکثر شامی عرب تھے ادھر ادھر سے آکر جمع ہوگئے۔ عربوں کا سہارا پاکر ہمارے دوست زیادہ تیز ہوئے نوکر نے کہا آپ غصہ کیوں کرتے ہیں؟ ہم آپکی کچھ رعایا نہیں ہیں۔ ہمارا شہر انگریزی حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔

جہاز پر ایک ناگوار واقعہ

ان الفاظ کا اسکے منہ سے نکلنا تھا کہ تمام عرب برہم ہوگئے یہانتک کہ ایک عرب نے کمر پکڑکر اسکو اٹھا لیا اور کہا کہ مردود! تجکو دریا میں پھینکدیتا ہوں۔ اگرچہ ہجوم کی وجہ سے نہایت کشمکش تھی اور بعض آدمی اسکو روکتے بھی رہے تاہم وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا جہاز کے کنارے تک پہونچ گیا اور اس زور سے دو تین جھٹکے دئے کہ قریب تھا کہ وہ غریب سمندر میں جا پڑے اس وقت چند آدمیوں نے نوکر کو بزور اسکے قبضہ سے چھڑا کر اشارہ کیا کہ کمبخت جہاز کے کسی گوشہ میں چھپ جا پھر بھی تمام عرب دیر تک غل کرتے اور انگریزی حکومت کی شان میں نامناسب الفاظ کہتے رہے مجکو تعجب ہوتا تھا کہ جہاز کے افسر یہ ہنگامہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور مطلق دخل نہیں دیتے تھے۔

ساتویں دن ہمارا جہاز بیروت پہونچا۔ شیخ علی ظبیان جہاز سے اترے میں بھی ان کے ساتھ اس ارادے سے اترا کہ جہاز کے روانہ ہونے تک آجاؤنگا شہر میں پہونچکر معلوم ہوا کہ شیخ

طاہر مغربی اتفاقات سے آجکل یہیں ہیں شیخ موصوف دمشق میں مدرس ہیں اور اُنکے فضل و کمال کی ان اطراف میں بڑی شہرت ہے۔ میں نے قسطنطنیہ میں انکے اوصاف سُنے تھے۔ شیخ علی ظبیان نے کہا۔ تمکو ان ممالک میں دوبارہ آنا نہیں ہے شیخ طاہر کی ملاقات کا موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ غرض انکی صلاح سے میں نے جہاز سے اپنا اسباب اُتروایا اور ایک ہفتہ تک بیروت میں مقیم رہا۔ چونکہ یہ شہر صوبہ دمشق کا اسٹیشن اور اضلاع شام میں تہذیب و تمدن کا مرکز خیال کیا جاتا ہے اسلیے میں اسکے حالات کیقدر تفصیل سے لکھتا ہوں

بیروت

بیروت کی موجودہ ترقی

یہ نہایت قدیم شہر ہے مورخین اسکے زمانہ تعمیر کی ٹھیک تعین نہیں کر سکتے لیکن اسقدر یقینی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت کے پیشتر موجود تھا ۲۲۲؁ عیسوی میں جب اسکندر سفیروس رومۃ الکبریٰ کی مسند حکومت پر بیٹھا تو یہاں قانونی تعلیم کی بہت بڑی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی اور پورے سو برس تک بڑے اوج پر قائم رہی ۱۳؁ ہجری میں اسلام کے قبضے میں آیا یہانتک کہ ۱۵۱۶ء؁ میں سلطان سلیم اول نے اسکو فتح کیا اُسوقت سے آجتک ترکوں کے زیر حکومت ہے۔

اس موجودہ ترقی کی ابتدا ۱۸۴۲ء؁ سے ہے اور اُسوقت سے آجتک تجارت اور آبادی کو روز افزوں ترقی ہے۔ بیس برس پہلے اسکی مردم شماری چالیس ہزار تھی ۱۸۸۵ء؁ میں ستر ہزار ہوگئی اور اب ایک لاکھ سات ہزار چار سو ہے جسمیں ۳۳۰۰۰ مسلمان ہیں باقی عیسائی اور کچھ یہودی اور دُرزی ہیں شہر کا قدیم حصہ نہایت خراب ہے سڑکیں اور گلی کوچے تنگ اور ناہموار۔ اور مکانات پست اور کم فضا ہیں لیکن جدید حصہ نہایت پر رونق اور خوشنما ہے ہوٹل سرائیں۔ قہوہ خانے کثرت سے ہیں ایک قہوہ خانہ عین دریا میں ہے اور عجب فضا کی جگہ ہے۔

لباس اور وضع

زبان یہاں کی عموماً عربی ہے۔ عیسائی اور یہود وغیرہ سب عربی بولتے ہیں لباس اور وضع عرب کے قریب قریب ہے لیکن پائجامہ کا بلیوں کے انداز کا ہوتا ہے میانی سونڈ کی طرح زمین پر لٹکتی ہے اور یہ بڑا حسن سمجھا جاتا ہے ایک پاجامہ دس بارہ گز سے کم میں نہیں تیار ہوتا مسلمان عیسائی۔ درزی سب یہی لباس پہنتے ہیں البتہ نئے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون پہننے لگے ہیں)۔ آب و ہوا کسی قدر مرطوب ہے تاہم مشہور یہ ہے کہ تندرستی کے لیے بہت مفید ہے یہاں تک کہ اور مقامات سے لوگ تبدیل ہوا کے لیے یہاں آتے ہیں شاید ایسا ہی ہو لیکن تجربہ اسکے خلاف ہے میں جب تک وہاں رہا طبیعت بدمزہ رہی دو تین دن بخار بھی آیا

اور علاج کی ضرورت پڑی۔ البتہ لبنان جو ایک مشہور پہاڑ ہے اور یہاں سے تین چار میل ہے آب و ہوا کے لحاظ سے مشہور جگہ ہے متنبی نے اسکی نسبت کہا ہے۔

عقاب لبنان وکیف بقطعها
وهي الشتاء وصيفهن شتاء

بیروت کی علمی ترقی اور مدارس وغیرہ

بیروت کی علمی ترقی

بیروت میں علمی ترقی اگرچہ تھوڑے ہی زمانہ سے شروع ہوئی ہے لیکن جس تیزی سے یہ شہر ترقی کر رہا ہے اور ترقی کی جس حد تک آج پہونچ چکا ہے اسکے لحاظ سے تمام ممالک اسلامیہ میں قسطنطنیہ کے سوا کوئی شہر اسکا ہمسر نہیں ہے اور بعض خصوصیتوں میں تو اسکو قسطنطنیہ پر ترجیح ہے۔

عربی زبان کے ساتھ اعتنا

عیسائیوں کی ایک جماعت نے عربی زبان پر نہایت توجہ کی ہے اور وہ ہر طرح ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں ان لوگوں نے نہایت کوشش سے دور دور سے عرب کے قدیم دواوین بہم پہونچائے ہیں اور انکو چھاپ کر شائع کیا ہے۔ خنسا۔ عنترا بن شداد العبسی۔ اسمعیل ابو العتاہیہ ابن ہانی۔ ابو فراس وغیرہ کے دیوان انہیں لوگوں کی بدولت ہم تک پہونچے ورنہ انکا نام و نشان بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا عرب کے عیسائی شاعروں کے کلام کے ساتھ (اتحاد مذہب کی وجہ سے) اور بھی زیادہ اعتنا کیا ہے ان تمام شعرا کے اشعار یکجا جمع کئے ہیں اور انکا ایک سلسلہ چھاپنا شروع کیا ہے تین چار جلدیں چھپ چکی ہیں اور باقی تیار ہو رہی ہیں اس میں جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے کے شعرا داخل ہیں **اخطل نصرانی** جو فرزدق اور جریر کا معاصر اور دولت بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا اسکا دیوان نہایت کوشش اور اہتمام سے مستقل طور سے چھاپا ہے یہ دیوان نہایت نایاب اور عزیز الوجود تھا یہانتک کہ قسطنطنیہ اور مصر کے کتب خانے بھی اس سے خالی تھے صرف شہنشاہ روس کے کتب خانہ میں ایک نسخہ تھا چنانچہ اس کی نقل و کتابت کا انتظام کیا گیا اور سینٹ پیٹرسبرگ یونیورسٹی کے عربی پروفیسر نے اسکی تصحیح کی یہ قلمی نسخہ جسکو پروفیسر مذکور نے اپنے ہاتھ سے صحیح کیا تھا مجکو دکھلایا گیا۔ اور میں نے ان عیسائیوں کی بلند ہمتی اور ذوق علمی کا دل سے اعتراف کیا۔ مسلمانو! تمکو بھی کچھ غیرت آتی ہے

ان لوگوں نے خود بھی فن ادب کے متعلق مفید تالیفات کی ہیں۔ چنانچہ روضة الادب فی طبقات

شعرا العرب ۔ مجانی الادب ۔ شرح مجانی الادب ۔ مشہور اور شائع ہو چکی ہیں تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ یہاں مسلمان عالموں نے ادب میں جو مفید کتابیں لکھی ہیں وہ بھی انہیں عیسائیوں کی بدولت یعنی عیسائیوں نے انکو اُجرت اور صلہ دیکر یہ کتابیں تصنیف کرائی ہیں اور انکو اپنے اہتمام سے چھاپا اور شائع کیا ۔ مقامات بدیعی اور رسائل بدیعی کی شرحیں جو حال میں نہایت خوبی اور اہتمام سے چھپکر شائع ہوئی ہیں اس طریقے سے تیار ہوئی ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ان لوگوں کو عربی زبان کے ساتھ اس قدر اعتنا کیوں ہے ۔ ؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ اپنے تئیں عربی النسل کہتے ہیں اور اس انتساب پر انکو فخر ہے ۔

لٹریچر کا مذاق اس قدر عام ہے کہ بچہ بچہ کو شعر و شاعری کا چسکا ہے بہت سے لوگ صاحب دیوان ہیں اور دس پانچ قصیدے لکھنے والے تو سیکڑوں بلکہ ہزاروں ایک مشہور شاعر سے قہوہ خانے میں ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ ۴۰ برس سے مشق سخن میں مصروف ہیں ۔ البتہ یہ افسوس ہے کہ مذاق صحیح نہیں غزل اور بیہودہ مدح صرائی کے سوا کسی کا کلام پسند نہیں کرتے ہیں اکثر صحبتوں میں جاہلیۃ اور ابتداء اسلام کے شعرا کے اشعار پڑھتا تھا تو مجکو بدمذاق خیال کرتے تھے ۔

علوم و فنون جدیدہ

علوم جدیدہ اور نئے مذاق کو بہت کچھ ترقی ہے فلسفہ و صنائع و فنون جدیدہ کی اکثر کتابیں ترجمہ ہوگئی ہیں بڑے بڑے کالجوں اور اسکولوں میں جو نصاب تعلیم ہے اور جو یہاں کے انٹرنس اور ایف اے و بی اے کے برابر ہے عموماً عربی زبان میں ہے صرف ڈاکٹری کی تعلیم فرنچ زبان میں ہوتی ہے جسکی وجہ ان لوگوں نے مجھسے یہ بیان کی کہ اس فن کے متعلق روز بروز تجربہ کو ایسی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس کثرت سے نئی نئی کتابیں تصنیف ہوتی جاتی ہیں کہ ترجمہ انکا ساتھ نہیں دے سکتا فلسفہ و علوم جدیدہ کا بڑا ماہر اور مصنف پروفیسر فانڈیک ہے ۔ جو امریکہ کا رہنے والا ہے اور ایک مدت سے بیروت میں رہتا ہے ۔ اس نے عربی زبان میں علوم جدیدہ کا ایک مرتب سلسلہ تیار کر دیا ہے جس کا نام نقش فی الحجر ہے اسکے سوا اور بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں عربی زبان میں انسایکلوپیڈیا جسکا بالکل وجود نہ تھا اس ضرورت کو پروفیسر بطرس نے پورا کیا ۔ اس نے ۱۸۷۵ عیسوی میں اسکی ابتدا کی اور اول کی چند جلدیں لکھیں لیکن چونکہ اُس کا انتقال ہوگیا اس کے سلیم آفندی نے تکمیل کا ارادہ کیا اتفاق یہ کہ وہ بھی مرگیا ۔ اب پروفیسر مذکور کا دوسرا بیٹا نجیب آفندی باقی جلدیں تیار

تاریخ تصنیفات

کر رہا ہے دس ضخیم جلدیں اس وقت تک شائع ہو چکی ہیں۔
تاریخ اور متعلقات تاریخ پر نہایت مفید کتابیں لکھی گئی ہیں اور چونکہ یہ لوگ عربی زبان کیسا تھ یورپ کی زبانوں سے بھی بخوبی واقف ہیں انکی تصنیفات میں وہ جامعیت ہوتی ہے جو یورپ والوں کی تصنیفات میں نہیں ہوتی چنانچہ آثار الادہا جس جامعیت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے اس دعوی کی شاہد عادل ہے البتہ یہ افسوس ہے کہ ان عیسائیوں کی تصنیفات میں مذہبی تعصب کا رنگ پایا جاتا ہے چنانچہ صناجة الطرب و اصول المعارف وغیرہ میں اس قسم کی بد اعتدالیاں صاف محسوس ہوتی ہیں یہ مصنفین اکثر لبنان کے رہنے والے ہیں جنمیں سے بہت سے لوگ بیروت میں آ رہے ہیں ان لوگوں نے اس کوہستان (لبنان) میں عجیب علمی مذاق پھیلا دیا ہے اگرچہ یہ لوگ عموماً زمیندار یا کاشتکار ہیں اور ضرورت کے وقت اپنے کاروبار میں مصروف رہتے ہیں لیکن جس وقت انکو ان ضروریات سے ذرا بھی فرصت ملجاتی ہے علمی اشغال میں مصروف ہو جاتے ہیں اسکا یہ نتیجہ ہے کہ باوجودیکہ علم یہاں ذریعہ دولت نہیں تاہم اس علاقہ میں کثرت سے اہل علم اور مصنفین پیدا ہو گئے اور اب بھی موجود ہیں خاص لبنان کے علما اور شعرا کے حالمیں ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ تمام علمی ترقی اور تصنیف و تالیف جو کچھ ہے عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہے مسلمان ان چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے مدارس یہاں کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس کا نقشہ ذیل میں درج ہے

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ اور فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبا	تاریخ افتتاح مدرسہ
اسرائیلیہ	اسرائیلیہ	۲۰ پونڈ	۹۰	سنہ ۱۸۷۵ع
اعدادیہ	اسلام	۲۰ پونڈ	۱۵۰	سنہ ۱۸۸۳ع
اکلیریکیہ	روم آرتھوڈکس	مفت	۰	
بطریرکیہ	رومن کیتھولک	۲۵ پونڈ	۱۳۷	سنہ ۱۸۶۶ع
الحکمۃ	مارونیہ	۰	۲۲۵	سنہ ۱۸۷۶ع
راہبات	لاٹین	مفت	۱۱۵	۰
الکلیۃ السوریۃ العلیۃ یعنی شام کی علمی یونیورسٹی	انجیلیہ	۱۷ پونڈ	اسکا مفصل حال آگے آئے گا	سنہ ۱۸۷۵ع
الکلیۃ السوریۃ الطبیۃ یعنی شام کی میڈیکل یونیورسٹی	انجیلیہ	۲۲ پونڈ		۰
فدا ابن یوسف	لاٹن	۳۰ پونڈ	۰	۰

عورتوں کی تعلیم کے مدارس بھی کثرت سے ہیں جنمیں سے مشہور مدارس یہ ہیں۔

نام مدرسہ	مذہب	بورڈنگ اور فیس کا خرچ سالانہ	تعداد طلبہ	تاریخ افتتاح مدرسہ
باکورۃ الاحسان	رومن آرتھوڈکس	۱۵ پونڈ	۰	۰
رہبات پراٹسٹنٹ	انجلیلیہ	۳۰ پونڈ	۲۵۰	۰
ایضاً	ایضاً	مفت	۵۰۰	۰
عازریات یتامی	لٹین	؍؍	۰	۰
عازریات محبہ	؍؍	۲۵ پونڈ	۰	۰
عازریات ناصریہ	؍؍	۳۰ پونڈ	۰	۰
سوریہ امیرکانیہ	انجلیلیہ	۱۲ پونڈ	۰	۰

مسلمانونکی تعلیمی حالت کو اور قوموں کی تعلیمی حالت سے جو نسبت ہے وہ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگی

تعداد مدارس ابتدائی	تعداد ثانوی مدارس	بڑے بڑے فیکٹریوں اور کارخانوں کی تعداد	زنانہ مدرسے	تعداد طلبا ذکور	تعداد طلبا اناث	قوم
۲۱	۳	۵۰	۲۰	۲۰۰۰	۵۰۰	مسلمان
۴۶	۳۴	۳۳۷	۱۵۰	۶۷۳۰	۵۶۶۵	عیسائی و یہود وغیرہ

مسلمانونکی تعلیمی حالت

مسلمان طالب علموں کی یہ تعداد گو کافی نفسہ کم ہے لیکن یہ امر اور بھی زیادہ افسوس کے قابل ہے کہ اس تعداد میں بھی زیادہ تر ادنے درجے کی تعلیم والے شامل ہیں ورنہ اعلی تعلیم کے لحاظ سے انکی تعداد اس قدر کم ہے کہ گویا کچھ بھی نہیں کسقدر افسوس کی بات ہے کہ یہ شہر اسلامی حکومت کا مرکز اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں یہاں حاکم و محکوم کی نسبت ہے تاہم تہذیب و تمدن میں مسلمانونکو عیسائیوں سے کچھ نسبت نہیں تعلیم کی جو حالت ہے وہ نقشہ بالا سے معلوم ہوئی ہوگی تصنیف و تالیف کا حال اوپر گذر چکا اخبارات مطابع، تجارت وغیرہ میں اس سے بھی زیادہ بدتر حالت ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الکلیۃ السوریۃ العلمیۃ

یونیورسٹی

بیروت میں اگرچہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بہت سے اسکول و کالج ہیں لیکن یہ کالج یونیورسٹی ہے

اور اسی وجہ سے اسکا نام کلیہ سوریہ ہی کلیہ کا لفظ یہاں یونیورسٹی کے معنے میں اطلاق کیا جاتا ہی اور سوریا ملک شام کو کہتے ہیں یعنی شام کی یونیورسٹی میں نے اس کالج کو تفصیل کے ساتھ دیکھا اور اس وجہ سے اسکے حالات کسی قدر تفصیل کیساتھ لکھتا ہوں یہ کالج ۱۸۶۶ع میں رومن کیتھولک پادریوں نے قائم کیا پروفیسر اور ٹیچر قریباً ساٹھ ہیں جن میں سے اکثر کالج ہی کے احاطے میں سکونت رکھتے ہیں۔

میں جب اس کالج میں گیا تو شیخ علی ظبیان اور عبد الباسط آفندی ساتھ تھے کالج کے دروازے پر پہونچے تو عبد الباسط آفندی نے ہمکو وہیں ٹھیرا یا اور خود اندر گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے ان کے ساتھ ایک متین شخص تھا اس نے ہمارا استقبال کیا اور ہمکو ساتھ لیکر چلا کالج کی عمارت دو منزلہ ہی نیچے کے درجے میں چھاپہ خانہ ہی اور یہ وہی چھاپہ خانہ ہی جسنے عمدگی طبع کی وجہ سے بیروت کو تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہی جس شخص نے ہمارا استقبال کیا اسکا نام الیاس ہے اور چھاپہ خانہ کا تمام اہتمام اسی سے متعلق ہی الیاس نے پہلے ہمکو مطبع کی سیر کرائی تمام کام کل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں رولر کاغذ کو خود کھینچ لیتا ہی حرف پر سیاہی لگ جاتی ہی کاغذ دور خہ چھپتا ہے اور زمین پر گرتا جاتا ہی حرف بھی یہیں ڈھالے جاتے ہیں چنانچہ الیاس نے ہمارے سامنے چند حرف ڈھالے۔ یہاں کے کارخانہ کے حرفوں کی ایسی شہرت ہو گئی ہی کہ دور دور سے مانگ آتی ہے لیکن یہ تعجب ہی کہ جو صفائی اور خوشخطی یہاں کی مطبوعہ کتابوں میں ہوتی ہی اور کہیں نہیں ہوتی میں نے الیاس سے اسکی وجہ پوچھی اس نے کہا کہ یہاں حروف کی خوبی کے علاوہ اور بھی بہت اہتمام کیا جاتا ہی فرمہ اتارنے کے بعد نمی دیکر ایک آلہ سے اس ترکیب سے دبایا جاتا ہی کہ حرفوں کا ابھار بالکل جاتا رہتا ہی اور کاغذ چکنا اور صاف ہو جاتا ہی چنانچہ اسنے ہمکو دونوں طرح کے فرمے دکھلائے اصلاح کیا ہوا فرمہ بعینہ پتھر کا چھپا ہوا معلوم ہوتا تھا میں نے صفائی طبع اور حرفوں کی موزونی کی بہت تعریف کی الیاس نے کہا کہ اصل میں اس تعریف کا مستحق ابو الضیا ایک ترک ہی جسنے یہ حرف ایجاد کئے ہیں البتہ ہمنے اسکو جلا دی ہی۔ مطبع ہی میں جلد سازی کا بھی کارخانہ ہی نہایت عمدہ مطلا و مذہب جلدیں تیار ہوتی ہیں یہانتک کہ شام و مصر سے فرمائشیں آتی ہیں۔ میں نے یہاں ہاتی دانت کے پٹھے دیکھے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے

جلد سازی

چھاپہ خانہ سے فارغ ہو کر ہم نے کالج کو دیکھنا چاہا چونکہ اس کام کیلئے کالج کے کسی پروفیسر کا رہنما ہونا ضرور تھا الیاس نے پہلے پروفیسر انطوان سے ہماری ملاقات کرائی۔

کالج

یہاں ایک نہایت معقول طریقہ ہی اور اس قابل قدر ہی کہ ہمارے ملک میں اسکی تقلید کیجائے کالج کے

ملازم اور پروفیسر غیرہ جو کالج میں سکونت رکھتے ہیں اُنکے کمروں کے صدر دروازے پر ایک چھوٹی سی تختی لٹکتی رہتی ہے اس تختی پر جدا جدا سطروں میں صبح سے شام تک کے کاموں کی تفصیل لکھی ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب خانہ کس وقت کہاں ہوتا ہے اور کیا کام کرتا ہے؟ مثلاً پہلی سطر میں لکھا ہے لکچر روم دوسری میں کھانے کا کمرہ تیسری میں سیر و تفریح وعلی ہذا۔ تختی کی پیشانی پر ایک سوئی لٹکتی رہتی ہے صاحب خانہ جسوقت جس کام میں مصروف ہوتا ہے سوئی کو اُس سطر کے سامنے تختے پر اٹکا دیتا ہے جس میں کام اور کام کا موقع کا ذکر ہے جو شخص ملاقات کو آتا ہے اول اُسکی نگاہ تختی پر پڑتی ہے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ صاحب خانہ اسوقت کہاں ہے اور کس کام میں ہے؟ مجکو معلوم نہیں کہ یہ طریقہ کالجوں کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر طبقہ میں رائج ہے بہر حال یہ عمدہ طریقہ اس قابل ہے کہ ہر جگہ اِسکی تقلید کیجائے۔

پروفیسر انطون

غرض الیاس نے ہمکو پروفیسر انطوں سے ملایا پروفیسر مذکور نہایت قابل اور لائق شخص ہے فرینچ زبان خوب جانتا ہے۔ عربی علم ادب کا اُستاد ہے۔ دیوان اخطل جو حال میں چھپا ہے اسکی تصحیح اور اہتمام سے چھپا ہے۔ دیوان مذکور پر اُسنے جو حاشیے چڑہائے ہیں وہ مستقل شرح کے برابر ہے اور اس سے اُسکی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے کالج کا ہفتہ وار اخبار جو عربی زبان میں نکلتا ہے اور جس کا نام البشیر ہے اسی کی اڈیٹری میں نکلتا ہے ہمنے اسکی وجہ سے کالج کی ایک ایک عمارت اور آلات وغیرہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کالج یہاں کے عیسائیوں کے لئے باعث فخر اور تمام مسلمانوں کیلئے موجب رشک ہے مصر و شام کا تو کیا ذکر ہے قسطنطنیہ کا بھی کوئی کالج اِسکی ہمسری کا دعوی نہیں کر سکتا۔ عمارت اس قدر شاندار موزوں اور خوبصورت ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا اوپر کی منزل کا فرش بالکل سنگ مرمر کا ہے اور سنگ سیاہ کی پچے کاری ہے۔ کمرے نہایت کثرت سے ہیں پروفیسر اور ٹیچر جو ۶۰ سے زیادہ ہیں اور شب و روز کالج ہی میں رہتے ہیں سب کے لئے الگ الگ کمرے ہیں ایک عالیشان کمرہ جو نہایت عمدہ فرنیچر اور ساز و سامان سے آراستہ ہے اور جسکے بیچ میں مستطیل میز اور گرد بہت سی خوبصورت کرسیاں بچھی ہیں پروفیسروں اور اُستادوں کیلئے مخصوص ہے۔ فرصت کے اوقات میں وہ لوگ یہاں آ بیٹھتے ہیں اور دوستانہ صحبت رہتی ہے اس میں ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی ہے جسکا جی چاہتا ہے کوئی کتاب اوٹھا لیتا ہے اور اُس سے دل بہلاتا ہے مجکو اُسوقت خیال آیا کہ ہمارے کالج میں یہ بڑی کمی ہے کہ اس قسم کی کوئی عمارت نہیں جہاں تمام اساتذہ گھڑی دو گھڑی مل بیٹھا کریں حالانکہ اس قسم کی صحبت دل بہلانے کے سوا قومی مذاق کیلئے نہایت مفید ہے

عمارت کی خوبی مدرسین کی تعداد

کالج میں سائنس اور علوم جدیدہ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے اور اس غرض سے نہایت بیش قیمت
آلات اور نایاب چیزیں مہیا کی گئی ہیں۔ بہت سی الماریاں ہیں جنمیں عجیب عجیب مختلف رنگ اور صورت
کے پتھر اور حجر مٹی کے ٹکڑے ہیں یہ نادر چیزیں طبقات الارض کی تعلیم کے لئے دور دور مقامات سے
مہیا کی گئی ہیں نباتات کا الگ کمرہ ہے اور بہت وسیع ہے پروفیسر الطون نے مجھ سے کہا کہ ان نباتات
کی حفظ و پرداخت میں نہایت اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ پروفیسر مذکور نے ایک قسم کی گھانس دکھائی
اور کہا کہ یہ ہندوستان کے سوا اور کہیں نہیں پیدا ہوتی اور وہیں سے منگوائی گئی ہے۔

کالج کا کتب خانہ

کالج کے ساتھ بورڈنگ بھی ہے اور اسی وضع کا ہے جیسے قسطنطنیہ کے بڑے بڑے کالجوں کے بورڈنگ
ہیں کالج کی لابریری اگرچہ بہت بڑی نہیں ہے لیکن کتابیں نادر اور کمیاب جمع کی گئی ہیں۔
جو کتابیں چھپی نہیں اور اُنکے قدیم نسخے نہیں مل سکے یورپ و ایشیا کے مشہور کتب خانوں سے اُنکی
نقل و استنساخ کا انتظام کیا ہے۔ ابن رشیق قیروانی کی کتاب العمدہ جو اپنے باب میں بےمثل اور نادر کتاب ہے
میں نے اسی کتب خانہ میں دیکھی۔ اس کالج میں عربی زبان اور فرنچ کی تعلیم لازمی ہے۔ باقی زبانیں اختیاری
ہیں چنانچہ ترکی کی ایک جرمن کی ایک انگریزی کی پانچ لاٹین و یونانی کی سات کلاسیں ہیں یہ عجیب
بات ہے کہ اگرچہ بانیان مدرسہ عموماً عیسائی ہیں اور عیسائی بھی رومن کیتھولک جنمیں بہ نسبت اور
فرقوں کے تعصب زیادہ ہوتا ہے تاہم ادب کے نصاب میں قرآن مجید کا انتخاب بھی شامل ہے جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت میں بےمثل ہونا اُنکو بھی مسلم ہے علوم جو پڑھائے جاتے ہیں
ان میں فلسفۂ حال و علوم طبیعہ کے علاوہ موسیقی و تصویر کشی کا فن بھی داخل ہے طلبا کی تعداد ۱۵۰ اور

طالب علموں کی تعداد

۱۰ کے درمیان میں ہے جن میں مسلمان صرف ۸ یا ۱۰ ہیں۔
کالج کی عمارت باوجود اسکے کہ بیروت میں تمام چیزیں نہایت ارزاں ہیں دس لاکھ فرانک میں تیار ہوئی ہے
اور یہ کل رقم پادریوں کی ایک جماعت نے ادا اور مہیا کی ہے۔

طبی کالج

اس کالج کیساتھ میڈیکل (طبی) کالج بھی ہے لیکن اس کی عمارت کسی قدر فاصلہ پر ہے پروفیسر الطون
نے ہمکو اسکی بھی سیر کرائی عمارت نہایت وسیع اور بلند اور آلات نہایت بیش قیمت اور کثرت سے ہیں
تشریح کے کمرے میں جو بہت لمبا ہے اور وسیع انسان کے ایک ایک عضو کی تصویر موم کی بنی ہوئی ہے
اور اس خوبی و صفائی سے بنائی ہے کہ نقلی ہونیکا گمان بھی نہیں ہوتا ایک ایک عضو کے متعلق جس قدر

امراض ہیں اسی تعداد کے موافق ہر عضو کے نمونے ہیں چنانچہ ایک خانہ میں کم و بیش ۲۰۰ آنکھیں ہیں کسی میں انگلی ہے کسی میں ناخنہ ہے کسی کی پلکیں جھڑ گئی ہیں۔ میں نے ہندوستان کا کوئی میڈیکل کالج نہیں دیکھا ہے۔ لیکن مجکو کافی یقین ہے کہ تمام ہندوستان ایک کالج بھی اس سے بڑھکر یا اسکی برابر بھی نہ ہوگا۔

پروفیسر انطون نے ہمارے لئے جو تکلیف اُٹھائی اور جس توجہ اور اخلاق سے وہ تمام کمروں اور چیزوں کی ہمکو سیر کراتا رہا۔ یہ نہایت ناشکری ہے کہ میں اس موقع پر اس کا دلی شکریہ نہ ادا کروں معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر مذکور مجھ سے ملکر خوش ہوا چنانچہ اُس ہفتہ میں البشیر کا جو پرچہ نکلا اُس میں ایک اڈیٹوریل نوٹس میرے متعلق تھا جسکی عبارت یہ ہے۔

جتمعنا فی ھذہ الایام علی حضرۃ العالم الشیخ شبلی النعمانی المعلم اول للعلوم العربیۃ فی بلدۃ علی گڈہ من بلاد الھند فرأینا فیہ رجلا کثیر المعارف و ھو جایز النشان المجیدی من الرتبۃ الرابعۃ اقام فی الاستانۃ العلیۃ مدۃ ۱۳ شھر وحضر الی بیروت وتوجہ ھذہ النہار الی زیارۃ بیت المقدس ثم منہا الی مصر ثم الی بلاد الھند۔

جمعیات اور اخبارات

انجمنیں اور اخبارات اور رسالے

ہماری زبان میں انجمن کا لفظ جس معنی میں بولا جاتا ہے اُسکے مقابل میں یہاں جمعیۃ کا لفظ ہے مصر وغیرہ میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔ انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور اُنکے مقاصد نہایت مفید ہیں۔ لیکن تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بھی نہیں بعض مشہور انجمنوں کا نقشہ ذیل میں درج ہے جس سے اُنکے مقاصد بھی معلوم ہونگے۔

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
مجلس ملی	روم آرتھوڈکس	رفاہ عام	مطران عفرئیل
تعلیم مسیحی	ایضاً	مذہبی	″
قدیس بولیس پیغمبر رسول	″	″	″
خیریہ	″	اعانت فقراء	خواجہ سلیم
مرضی	″	غریبوں کا معالجہ	خواجہ نجیب

نام انجمن	مذہب	مقصد	بانی انجمن
دفن الموتی	ایضاً	لاوارث و غریب اشخاص کی تجہیز و تکفین	خوری یعقوب
زہرة الاحسان	ایضاً	فن ادب	سیدہ طریفہ
خیریہ	مارونیہ	اعانت فقرار	خواجہ نہایتہ
دائرہ علمیہ	؍؍	ترقی علوم	مطہران یوسف
اعویہ مارمارون	؍؍	فن ادب	سلیم آفندی
یوحنا مارون	؍؍	رفاہ عام	خواجہ خلیل
خیریہ	رومن کیتھلک	اعانت فقرار	بشارہ خوری
دیر القمر	؍؍	؍؍	خواجہ نخلہ
شمس البر	مسیحی	ادب	سلیم آفندی کساب
باکورة السوریة (یعنی شام کی صبح)	×	ادب	سیدہ حنہ عتیق
الجیلیتہ	الجیلیتہ	رفاہ عام	خلیل آفندی سرکس

اس فہرست سے ظاہر ہوگا کہ عیسائی مذہب کی جس قدر شاخیں ہیں سب کی الگ الگ انجمنیں ہیں لیکن مسلمانوں نے اس فضول کام کو سرے سے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔

اخبارات و رسالے جو یہاں سے نکلتے ہیں اُن میں البشیر۔ بیروت۔ تقدم۔ ثمرات الفنون۔ الصبح المنیر۔ الصفا۔ لسان الحلال۔ المصباح۔ الہدیۃ النشرۃ الاسبوعیہ حدیقۃ الاخبار زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں بیروت اور ثمرات الفنون کے سوائے اور تمام اخباروں کے مالک اور اڈیٹر عیسائی ہیں چونکہ مطبع کو یہاں آزادی نہیں اس لئے ان اخبارات میں معمولی خبروں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ علمی رسالے بڑی آب و تاب سے نکلتے ہیں اور خصوصاً الصفا اور المقتطف تو اس شان کے پرچے تھے کہ یورپ کے میگزینوں کی برابری کرتے تھے۔ افسوس یہ ہے کہ الصفا بند ہوگیا اور المقتطف نے اپنا مقام بدل دیا یعنی اب قاہرہ سے نکلتا ہے۔

رصد خانہ

یہاں ایک مختصر سا رصد خانہ بھی ہے جسکو پروفیسر فان ڈیک امریکانی نے ۱۸۷۴ء میں قائم کیا تھا۔ اس میں رصد کے متعلق اکثر ضروری آلات موجود ہیں۔ ہر روز جو امور رصد سے معلوم ہوتے ہیں اُسکی اطلاع بذریعہ تار کے قسطنطنیہ بھیجی جاتی ہے اور وہاں سے یورپ وغیرہ میں شائع ہوتی ہی اسکا اہتمام اب مسٹر رابرٹ کے ہاتھ میں ہی جو مدرسہ امیر کانیہ میں ریاضیات کا پروفیسر ہے

عام حالات اور بیروت کے احباب

بیروت کے علما

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ بیروت میں قیام کرنے کا اصلی سبب شیخ طاہر مغربی سے ملنا تھا چنانچہ عبد الباسط الانسی کے ذریعہ سے انسے ملاقات ہوئی اور دیر تک علمی صحبت رہی دو تین دفعہ اور ملاقاتیں ہوئیں ایک بار فرودگاہ پر بھی تشریف لائے شیخ موصوف ابھی جوان ہیں لیکن علم و فضل کی وجہ سے لوگ اُنکی بہت عزت کرتے ہیں۔ میں نے اُنکے کمال کا جس چیز کو جوہر سمجھا اور جس کا مجکو خود تجربہ ہوا وہ یہ تھا کہ شیخ موصوف اور علما کی طرح محدود خیال کے آدمی نہیں ہیں نئے خیالات سے آشنا ہیں کسی قدر فرنچ بھی جانتے ہیں فرانس کی سیر کی ہے۔ قومی ہمدردی کا مادہ ہے مسلمانوں کے تنزل سے بے خبر نہیں ہیں اگر یہ مذاق ان ممالک کے عام علما میں پیدا ہو جائے تو ترقی کی واقعی امید ہو سکتی ہی۔ شیخ موصوف دمشق کے مدرسے میں مدرس ہیں وہ صاحب تصانیف بھی ہیں اور ریاضی کے فن میں انکی بعض تصنیفات چھپکر شائع بھی ہو چکی ہیں۔

شیخ طاہر مغربی

بیروت کے اور علما اور اہل کمال سے بھی نیاز حاصل ہوا میں معمولاً عبد الباسط الانسی کی دوکان پر بیٹھا کرتا تھا وہاں اکثر اہل علم اور ارباب مناصب آنکلتے تھے اور انسے ملاقات و تعارف ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ شہر میں زیادہ چرچا ہوا تو بعض بعض حضرات میری قیام گاہ پر بھی تشریف لائے۔ ان میں شیخ عمر جیلی اور ایک اور صاحب جن کا نام اب یاد نہیں رہا میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے تھے شیخ عمر جیلی مشہور رسالہ الصفا کے مالک اور مہتمم ہیں اور نہایت فیاض اور خوش اخلاق ہیں۔ دوسرے صاحب جو طالب علم ہیں منطق کی تحصیل کی غرض سے تشریف لائے میں نے تنگی وقت کا عذر کیا۔ تاہم وہ اکثر تشریف لاتے تھے اور فن ادب کے تذکرے رہتے تھے

شیخ عمر جیلی

ایک دن مجھ سے پوچھا کہ متنبی کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے میں نے کہا کہ لہ حسنات و

سیاٰت بولے کہ ”وَالحسنات یذھبن السیات“، مجکو اُن کا پرلطف جواب
نہایت پسند آیا۔

ایک دن عبدالباسط الانسی نے میری دعوت کی اور بیروت کے اکثر مشہور علما کو مدعو کیا
شیخ عبدالقادر جزائری جو الجزائر کا بادشاہ تھا اور ایک مدت تک فرانس کے ساتھ معرکہ آرا رہا
اسکے بھتیجے شیخ عبدالرحمن الجزائری مدت سے یہاں رہتے ہیں اور سلطان کے یہاں سے وظیفہ
پاتے ہیں وہ بھی تشریف رکھتے تھے نہایت معمر اور صاحب علم ہیں عبدالباسط الانسی کے مکان
میں چھوٹا سا پائیں باغ ہے سب لوگ وہاں بیٹھے بنچ اور کرسیوں کی نشست تھی۔ تھوڑی
دیر کے بعد سب لوگ کھانے کے کمرے میں گئے کھانا انگریزی طریقے پر تھا یعنی میز اور کرسیاں
تھیں۔ اور ایک کھانا ہو چکتا تھا تو دوسرا لایا جاتا تھا۔ ایک ڈش کے بعد دوسری ڈش آتی تھی
میں نے شیخ طاہر سغربی سے کہا کہ ہندوستان میں ایسا اتفاق ہوتا تو من تشبہ بقوم کا فتویٰ
لگایا جاتا۔ بولے کہ اُن ممالک میں یہی مناسب ہے کیونکہ وہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اسلیے
رسم و رواج اور مذہبی تعصبات کا (گو وہ صحیح نہوں) قائم رکھنا ضرور ہے تاکہ مذہب کا عام اثر کم ہونے
پائے۔ لیکن اسلامی ممالک میں ان فضول باتوں کی کچھ ضرورت نہیں،، یہ صحبت دیر تک رہی اور
بڑے لطف سے گزری۔ کھانے بھی نہایت لذیذ اور خوشگوار تھے۔

دعوت میں مدعو ہونا

چونکہ یہاں کی آب و ہوا مرطوب ہے میری طبیعت برابر بدمزہ رہی۔ ایک دن بخار بھی آگیا
عبدالباسط آفندی کے چچیرے بھائی عبدالرحمن الانسی یہاں کے مشہور ڈاکٹروں میں ہیں اور مصر کے
میڈیکل کالج میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی ہے۔ علاج کی غرض سے میں اُنکی خدمت میں حاضر ہوا انھوں
نے نہایت مہربانی کی اور کہا کہ آپ جب قیامگاہ پر تشریف لیجائیں گے تو دوا وہیں پہونچ جائیگی
چنانچہ دو گھنٹے کے بعد ایک آدمی دوا کی شیشی لیکر آیا اور کہا کہ اگر اس سے آرام نہو تو ڈاکٹر صاحب کو اطلاع
دیجیے گا۔ دوا سریع الاثر ہونے کے ساتھ خوش مزہ بھی تھی۔ بخار اُسی دن جاتا رہا ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ یورپ
کے طریقہ پر تعلیم پائی ہے لیکن ایشیائی بلکہ اسلامی مہمان پرستی کا اثر اس قدر باقی ہے کہ فیس درکنار دوا کی
بھی قیمت لینی گوارا نہ کی۔

طبیعت کی ناسازی

(۱) بخار نے بڑا ہرج کیا کہ طرابلس کی سیر مفت جاتی رہی انھیں دنوں طرابلس کے بعض علما اتفاق

سے وہاں آگئے تھے۔ ایک صحبت میں ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان لوگوں نے نہایت اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ طرابلس چلو۔ طرابلس مشہور اسلامی شہر ہے۔ اور بعض اسلامی خصوصیتوں کے لحاظ سے بڑا یادگار مقام خیال کیا جاتا ہے۔ بیروت سے صرف دو دن کی راہ ہے۔ کافی وقت تھا کہ وہاں جا کر جہاز کی روانگی تک واپس آ جاتا میں نے ہر طرح تیاری بھی کر لی تھی لیکن عین وقت پر بخار آ گیا اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

اس سے زیادہ بدقسمتی یہ کہ احباب نے بھی ساتھ چھوڑا شیخ علی ظبیان جو کئی مہینے تک انیس و ہمدم رہے تھے صرف میری وجہ سے بیروت میں مقیم تھے دمشق سے ان کے والد ماجد کا خط آیا اور انکو مجبوراً جانا پڑا۔ رات کے آٹھ بجے روانگی کا وقت تھا۔ رخصت کے وقت گلے ملکر میرے شانوں کو بوسہ دیتے تھے (یہاں یہ عام دستور ہے) اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

تمتع من شمیم عرار نجد

فما بعد العشیۃ من عرار

یعنی اب نجد کے عرار (ایک پھول کا نام ہے) کی خوشبو سے لطف اٹھانا ہو تو اٹھا لو ورنہ آج کی رات کے بعد پھر عرار نصیب نہیں ہونے کا۔

مغنی کا بیہودہ طریقہ

بیروت میں میں نے جس چیز کو نہایت ناپسند کیا وہ ایک مکان ہے جسکو مغنی کہتے ہیں یہ نہایت نامہذب۔ اور مخرب اخلاق چیز ہے اور معلوم نہیں کہ ایک اسلامی حکومت نے اسکو کیونکر جائز رکھا ہے۔ عین سڑک پر ایک عالیشان دو منزلہ مکان ہے اوپر کی منزل میں ایک وسیع کمرہ ہے جس میں ترتیب کے ساتھ بہت سی کرسیاں بچھی ہیں صدر کی جانب ایک بلند مستطیل چبوترہ ہے بہت سی یورپین لیڈیاں اس پر بیٹھکر گاتی بجاتی ہیں ایک دور ختم ہو جاتا ہے تو لیڈیاں چبوترے سے اتر کر کمرے میں ٹہلتی ہیں اور معشوقانہ انداز کے ساتھ تماشائیوں کے پاس سے گزرتی ہیں جسکو منظور ہوتا ہے اشارے سے انکو بلاتا ہے اور وہ بڑے ناز و انداز سے اسکے پہلو میں آکر بیٹھ جاتی ہیں نہایت بیحیائی اور بے شرمی کے ساتھ اختلاط شروع ہوتا ہے شراب کا دور چلتا ہے۔ اور ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالکر ٹہلتے ہیں معانقہ۔ بوس و کنار۔ غرض بیحیائی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے

نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأت اعمالنا۔

بیروت سے روانگی

بیروت میں میری طبیعت یوں ہی بدمزہ تھی شیخ علی ظبیان - اور شیخ طاہر مغربی کے چلے جانے کے بعد اور بھی وحشت ہوئی لیکن جہاز کے انتظار میں چار و ناچار دو تین روز ٹھہرنا پڑا ۲ صفر ۱۳۱۰ھ شام کے وقت بیروت سے روانہ ہوا - شیخ عبدالباسط اور شیخ عمر جیلی بندرگاہ تک ساتھ آئے اور انہیں کے ذریعہ سے اسباب وغیرہ کے انتظام میں نہایت آسانی ہوئی دوسرے دن جہاز یافہ پہنچا - جہاز کے لنگر کرنے کیساتھ ملاحوں اور قلیوں کا حملہ ہوا اور اس قدر شور و غل اور ابتری پیدا ہوگئی کہ میرے حواس جاتے رہے میرا اسباب ہر چند نہایت مختصر تھا تاہم اُسکے بھی حصے بخرے کر لئے گئے اور جس ملاح کو جس قدر ہاتھ لگا لیکر چلتا ہوا - اور اپنی کشتی میں رکھ آیا میں حیران تھا کہ خود کہاں جاؤں آخر تن بتقدیر ایک کشتی میں بیٹھ گیا کنارے پر پہونچکر دیر تک اُس کشتی کا انتظار کرنا پڑا جسمیں بقیہ اسباب تھا - یہ مرحلہ طے ہوا تو آگے پروانہ راہداری اور معائنہ اسباب کی مصیبت کا سامنا تھا بارے بہزار خرابی دوپہر تک ان جھگڑوں سے نجات ملی اور نماز ظہر کے قریب شہر میں پہونچا -

یافہ جسکو انگریزی میں جافا کہتے ہیں - نہایت قدیم شہر ہے توریت میں اسکا ذکر ہے اور مورخ بلینی کا بیان ہے کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھا ۱۳ھ ہجری میں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد تھا اسلام کے قبضہ میں آیا چونکہ یہ شہر بیت المقدس کا اسٹیشن ہے یعنی یہیں سے بیت المقدس جاتے ہیں اسلئے ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے شہر کا حصہ جسکو یورپین آبادی کہا جا سکتا ہے خوبصورت اور پرفضا ہے میوہجات یہاں کثرت سے ہوتے ہیں - انار نہایت عمدہ ہوتا ہے اور بہت سستا آتا ہے - ایک بڑی خصوصیت اس شہر کی یہ ہے کہ شہر کے باہر باغوں کا ایک سلسلہ ہے اور متصل دو تین میل تک چلا گیا ہے بیت المقدس یہاں سے ۴۰ میل ہے اب تو ریل جاری ہوگئی ہے لیکن اُس وقت شکرم چلتی تھی میں مغرب کے قریب سوار ہوا راہ میں بعض مشہور مقامات (رملہ وغیرہ) آئے لیکن رات کی وجہ سے میں کچھ دیکھ نہ سکا -

صبح ہوتے ہوتے پہاڑوں کا سلسلہ نظر آیا جو برابر بلند ہوتا چلا گیا ہے - سڑک اگرچہ بڑے پیچ و پیچ سے چکر کھاتی ہوئی گئی ہے لیکن نہایت صاف اور ہموار ہے پہاڑ کا دامن بالکل سرسبز اور شاداب ہے اور عجیب لطف و فضا کا مقام ہے - جا بجا عرب بدوؤں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں مکانات اگرچہ

تنگ ومختصر ہیں لیکن بالکل سفید پتھر کے ہیں سبزہ زار میں یہ سپیدی نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہی
یہ سلسلہ دس بارہ میل چلکر ختم ہوا۔ اور بیت المقدس کی آبادی نظر پڑی۔

بیت المقدس اور زاویۃ الہند

بیت المقدس پہاڑ پر آباد ہے میں ایک ہفتہ یہاں رہا اور مسجد اقصیٰ اور قمامہ وغیرہ کی سیر کی گاڑی سے اُترکر میں سیدھا عبدالرزاق آفندی کے مکان پر گیا اُنھوں نے بے اعتنائی کی (یہ واقعہ کتاب کے خاتمہ میں تفصیل کیساتھ آئیگا) تو ہوٹل میں جانیکا قصد کیا راہ میں ہندیوں کا زاویہ تھا میں نے خیال کیا کہ یہاں کے لوگوں سے ملنا مفید ہوگا۔ چنانچہ زاویہ میں داخل ہوا تو پہلے شیخ زاویہ کا سامنا ہوا یہ شیخ رامپور کے رہنے والے ہیں اور ایک مدت سے یہاں رہتے ہیں۔ بیچارے کچھ لکھے پڑھے نہیں نہایت معقول اور منتظم آدمی ہیں۔ زاویہ کو نہایت خوش سلیقگی سے درست کیا ہی۔ ایک کمرہ جو ملاقاتیوں کے لئے مخصوص ہی معقول طور پر آراستہ ہی۔ صحن میں پھولوں کی کیاریاں ہیں سلام علیک ورسم پرسی کے بعد باتوں باتوں میں جب اُنکو معلوم ہوا کہ میں ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا کہ تم کو یہاں مفتی صاحب اور دیگر اہل علم سے ملنا ہے وہ ہوٹل میں ٹھہرنا معیوب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ میں زاویہ ہی میں ٹھیرا لیکن زاویہ کا کھانا اس خیال سے نہیں کھاتا تھا کہ فقرا اور محتاجوں کے لئے مخصوص ہے

بیت المقدس۔ مسجد اقصیٰ۔ قمامہ

بیت المقدس کی ابتدائی تاریخ

بیت المقدس کسی خاص عمارت کا نام نہیں بلکہ شہر کا نام ہی لیکن یہاں زیادہ تر قدس کہتے ہیں یہ متبرک شہر اگرچہ حضرت داؤد و سلیمان کی انتساب سے شہرت رکھتا ہے اور گویا اس کے وجود کی تاریخ انہیں انبیا کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے بہت پہلے موجود تھا حضرت عیسےٰ سے ۱۰۴۰ برس پہلے حضرت داؤدؑ نے اسکو یبوسیوں سے چھینا اور اپنا پایہ تخت قرار دیا اس عہد سے آج تک وہ بڑے بڑے تاریخی واقعات کا مرکز رہا ہی۔ شروع اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ تھا اور عیسائیوں کا آج بھی ہے۔

موجودہ حالت

موجودہ شہر کی آبادی پچاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نہیں ہے مکانات اور عمارتیں معمولی درجہ کی ہیں سڑکیں بھی چنداں وسیع نہیں ہیں اور چونکہ اکثر جگہ مسقف بازار ہیں اسلئے زیادہ تنگی اور تاریکی ہی شہر کے گرد پتھر کی شہر پناہ ہے جو سلطان سلیمان اعظم نے ۱۵۴۳ء میں تیار کرائی تھی۔ یہ حالت

قدیم شہر کی ہی لیکن جدید آبادی نہایت پر فضا اور پر رونق ہی سڑک نہایت وسیع اور دونوں طرف عالیشان عمارتیں ہیں۔ بنگلے اور کوٹھیاں کثرت سے ہیں اور احاطے عموماً وسیع اور سبزہ وچمن بندی سے آراستہ ہیں۔ تمام شہر کی زبان اور وضع ولباس عربی ہے۔ قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی بہت سے زاویے اور تکیے ہیں ہر قوم اور ہر ملک کے لئے الگ الگ زاویہ ہی اور مسافر ونکو کھانا اور قہوہ ملتا ہے آب وہوا نہایت عمدہ ہی میں اگست کے آغاز میں پہونچا تھا تاہم دن کو گلابی جاڑا ہوتا تھا اور رات کو اچھی خاصی سردی پڑتی تھی۔ میوے کثرت سے اور نہایت شیریں ولذیذ ہوتے ہیں اس وقت انگور کا آغاز تھا جس طرح ہمارے یہاں صبح کے وقت بھٹے گاجریں وغیرہ ٹوکروں میں بھر کر بازار میں لاتے ہیں اور دور تک ڈھیر لگ جاتا ہے بعینہ یہی حالت یہاں انگوروں کی ہے میرا تمام دن یہ مشغلہ رہتا تھا کہ انگور کے دانے ٹونگا کرتا تھا۔

میوہ جات

مسجد اقصیٰ

یہ وہ مبارک مسجد ہے جسکی بنا حضرت داؤد نے ڈالی اور حضرت سلیمانؑ نے انجام کو پہونچایا مسجد کا احاطہ جس کو حرم کہتے ہیں نہایت وسیع ہے لیکن زیادہ تر ناہموار اور غیر مسطح ہی اور اکثر جگہ خود رو گھاس اور جھاڑیاں ہیں۔ میں نے لوگوں سے اسکا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ سلطان نے کئی دفعہ اس کی مرمت اور درستی کے لئے رقم کثیر بھیجی۔ لیکن کارپردازوں اور مجاوروں نے اس کا بہت کم حصہ صرف کیا۔ طرہ یہ کہ میں نے خود مجاوروں سے پوچھا تو ایک صاحب نے فرمایا کہ ہاں کچھ رقم مجاوروں کے تصرف میں بھی آتی ہے اور کیوں نہ آئے باورچی کھانا پکاتا ہی تو نمک خواہ مخواہ چکھ لیتا ہی مسجد کی عمارت جس کا طول (۱۰۰۰) گز اور عرض (۲۰۰) گز ہی نہایت خوبصورت پر تکلف اور شاندار ہی چھت ستونوں پر ہی اور (۷۰۰۰) صرف سنگ رخام کے ستون ہیں۔ جا بجا پچی کاری اور طلائی کام ہی۔ یہ عمارت جس قدر ہی عبد الملک بن مروان کی بنوائی ہی۔ البتہ بنیادوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد کے عہد کی ہیں بائیں جانب عمارت اور کسی قدر فاصلے پر ایک وسیع تہ خانہ ہی دس بارہ سیڑھیاں اُتر کر مسطح زمین ملتی ہی۔ یہاں نہایت عالیشان محرابوں کی سات قطاریں ہیں محرابوں کے ستون نہایت چوڑے اور بلند ہیں۔ مجاورین ان محرابوں کو حضرت سلیمان کے عہد کی تعمیر بتاتے ہیں

اور اس قدر تو یقینی ہے کہ اسلام کے قبل کی ہیں۔
حرم مسجدیں اور بہت سے متبرک مقامات ہیں۔ مثلاً قبۃ السلسلہ۔ قبۃ المعراج۔ قبۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لیکن سب میں زیادہ پرشان قبۃ الصخرہ ہے یہاں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جسکی نسبت عوام میں مشہور ہے کہ آسمان و زمین کے بیچ میں معلق ہے اور قیامت کے دن عرش مجید اُسی پر رکھا جاوے گا اہل عرب اس کو صخرہ اور ہمارے ملک کے عوام تخت رب العالمین کہتے ہیں اسی میں شبہ نہیں کہ یہ پتھر نہایت قدیم زمانہ کا ہے اور ہر زمانے میں اسکی نہایت عظمت کی گئی ہے عیسائیوں کا خیال ہی کہ حضرت علیہ السلام نے اس پر قدم رکھا تھا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے عہد سے پہلے جب اسپر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا تھا تو انھوں نے اپنے خیال کے موافق اس نشان پر سونے کا قبہ بنایا تھا۔ مسلمان بھی اس کی نہایت عزت کرتے ہیں لیکن مجکو معلوم نہیں کہ کسی صحیح حدیث میں بھی اس کی کوئی فضیلت مذکور ہے۔

ہر نوع قبہ کی صورت یہ ہی کہ ایک بلند چبوترے پر مثمن برج ہے جسکی بلندی کم و بیش (۱۰۰) فٹ ہی چھت اور دیواروں پر نہایت عمدہ لاجوردی اور طلائی کام ہے اور باوجودیکہ مدتوں کا بنا ہے تاہم اس قدر روشنی و چمک ہے کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی مختصر یہ کہ زیب و زینت کے لحاظ سے علامہ بشاری کا یہ دعوی چنداں بیجا نہیں کہ دو تمام ممالک اسلامیہ میں ہیں نے ایسی خوبصورت اور پُر تکلف کوئی عمارت نہیں دیکھی، چند سیڑھیوں سے اُتر کر غار میں داخل ہوتے ہیں یہاں وہ مقدس پتھر رکھا ہوا ہی۔ غار اس قدر وسیع ہے۔ ساٹھ ستر آدمیوں کی بخوبی گنجائش ہی صخرہ زمین سے دو قد آدم بلند ہی۔ بیان کیا جاتا ہی کہ اس سے پہلے وہ بالکل ہوا میں معلق تھا ممکن ہے کہ اُس زمانہ میں ایسا ہی ہو۔ لیکن موجودہ حالت یہ ہی کہ ایک مدور دیوار ہی اور صخرہ اُسپر اسطرح رکھا ہوا ہے کہ دیوار کی چھت بنگیا ہے۔ مجاورین کا بیان ہے کہ صخرہ کو ہوا میں معلق دیکھکر لوگ اسکے نیچے جاتے ہوئے ڈرتے تھے یہاں تک کہ ایکدفعہ ایک عورت کا اسقاط حمل ہوگیا۔ یہ واقعہ شیخ محی الدین اکبر کے عہد میں ہوا تھا۔ شیخ موصوف نے اسکے گرد دیوار کھنچوادی کہ بظاہر معلق نہ معلوم ہو۔ مجاورین یہ بھی کہتے ہیں کہ دیوار اس قدر بودی اور اندر سے کھوکھلی ہی کہ کسی طرح صخرہ کا بار نہیں اُٹھا سکتی چنانچہ ایک مجاور نے میرے سامنے دیوار کو انگلی سے کھٹ کھٹایا اور ٹھن ٹھن آواز نکلی۔

یہ واقعہ صحیح ہو یا نہ ہو مگر اس میں شبہہ نہیں کہ یہ مقام مدت تک انبیائے کرام کا مسکن اور وحی و الہام کا مہبط رہا ہے - اس لئے آیات اور تجلیات الٰہی کے جسقدر آثار یہاں موجود ہوں محل تعجب نہیں بیت المقدس اور اسکے قرب وجوار میں اور بھی بہت سی زیارت گاہیں ہیں مثلاً بیت اللحم جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے مقام خلیل - جہاں حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب و حضرت اسحق کی قبریں ہیں - وادی جہنم جہاں حضرت مریم مدفون ہیں ایک افسوس ہے کہ بعض اتفاقات کی وجہ سے میں ان مقامات کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکا - مقام خلیل کے لئے جو بیت المقدس سے پندرہ بیس میل میں ہے میں نے دو تین روز برابر کوشش کی لیکن ان دنوں یہودیوں کا کوئی تیوہار تھا اس لئے سواریاں بالکل ناپید تھیں اور ملتی بھی تھیں تو چوگنے کرایہ پر ملتی تھیں -

قمامہ

عیسائیوں کا بڑا گرجا

یہ وہی قیامت زا مقام ہے جسکے لئے ایک زمانہ میں تمام یورپ اُمنڈ آیا تھا اور مدتوں تک طوفان برپا رہا تھا - یہ ایک نہایت وسیع گرجا ہے اور عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی مقام میں مصلوب و مدفون ہوئے اور یہیں سے آسمان پر گئے اس مکان کا اہتمام وانتظام اگرچہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے لیکن چونکہ ٹرکی حکومت میں واقع ہے اور چھ لاکھ اہل یورپ کے مقابلہ میں صلاح الدین کی معرکہ آرائیوں کی یادگار ہے اُس کا بوّاب یعنی کلید بردار مسلمان ہی ہے چنانچہ میں جب اس گرجا میں گیا تو اُسی کی رہبری سے تمام مقامات کی سیر کی -

مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر طرف بڑے بڑے رہبان اور قسیس نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ عبادت میں مصروف ہیں - بوّاب پہلے مجکو اُس مقام پر لے گیا جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق آسمان پر گئے یہ ایک مختصر سا حجرہ ہے صدر کی جانب چبوترے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مورت ہے تمام بدن بجز ستر عورت کے برہنہ ہے - صورت سے کسی قسم کے تقدس در شان نبوت کا اظہار نہیں ہوتا میں جب اس حجرے میں گیا تو شمع روشن تھی اور ایک بڑا مشین پادری تصویر کی طرف ٹکٹکی باندھے مراقبہ میں مصروف تھا - مراقبہ سے فارغ ہو چکا تو مجاور نے اسکے سر پر تھوڑا سا پانی چھڑکا جسکو اُسنے بڑے ادب وخشوع سے اپنے چہرہ اور ڈاڑھی پر مل لیا -
صلیب لے جانیکی جگہ بھی شان وشوکت کی ہے لیکن اسکو دیکھکر عیسائیوں کی سادہ دلی پر سخت افسوس

ایک بلند مستطیل چبوترے پر جو سر تا پا سنگ مرمر کا ہی صلیب کھڑی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتھیلیوں میں آہنی کیلیں ٹھکی ہیں۔ پاؤں کو اوپر تلے لکڑی پر رکھکر اس طرح میخ ٹھونکدی ہی کہ پاؤں کو توڑ کر لکڑی میں نکل گئی ہی اسی کے قریب ایک طرف حضرت مریم نہایت غمگین کھڑی ہیں۔ حضرت مریم کا مجسمہ یعنی اسٹیچو نہایت شاندار ہی سونیکی مورت ہی اور لباس کے ساتھ بنائی گئی ہی لباس پشواز کے مشابہ ہی اس مقام پر بڑے بڑے رہبان اور قسیسوں کا مجمع تھا (راہبہ عورتیں) بڑی خضوع و خشوع سے صلیب کی طرف ٹکٹکی باندھے ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں۔ مذہبی خیالات بھی کیا ہی عجیب چیز ہیں۔

علما و فضلا کی ملاقات اور بعض دیگر حالات

بیت المقدس کے مشہور اور نامور عالم سید طاہر ہیں جو مفتی شہر ہیں اور مفتی ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ میں میں نے انکی تعریف سنی تھی۔ اس لئے بیت المقدس پہونچکر سب سے پہلے انھیں کی ملاقات کا قصد کیا۔ جوں ہی کمرے میں داخل ہوا مفتی صاحب اور تمام حاضرین تعظیم کو اُٹھے (یہ طریقہ یہاں عام ہی اور ہر شخص کیلئے برتا جاتا ہے) مزاج پرسی اور مختصر حالات پوچھنے کے بعد ایک صاحب نے فرمایا لعل حضرتکم من العلماء یعنی غالباً آپ علما میں سے ہیں میں نے کہا کہ لا ولکنی من طلاب العلم ،، یعنی عالم تو نہیں البتہ طالب علم ہوں ،، وہ پہلے سے ایک علمی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میرے پہونچنے کی وجہ سے انکی صحبت برہم ہو گئی تھی جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں بھی کچھ پڑھا لکھا ہوں تو ایک صاحب نے نہایت تہذیب و معقولیت سے کہا کہ ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو وہ مسئلہ آپ کے سامنے بھی پیش کیا جائے ،، اُنکے خاص الفاظ یہ تھے یا حضرۃ الشیخ قد کنا قبل ذالک فی بحث فلو احببتم عرضنا علیکم غرض اُنھوں نے وہ مسئلہ بیان کیا اور وہ یہ تھا کہ وہ قرآن مجید کی اس آیت میں کہ الم تر کیف فعل ربک بارم ذات العماد خدا نے آنحضرت کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے یہ واقعہ نہیں دیکھا حالانکہ یہ واقعہ آنحضرت کی ولادت سے سیکڑوں برس پہلے واقع ہوا تھا ،، میں نے کہا کہ رویت کا اطلاق علم یقینی پر بھی ہوتا ہے خود قرآن مجید میں ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل عرب کے جاہلیت کے اشعار میں بھی یہ اطلاق جا بجا موجود ہے ایک صاحب نے میری تقریر پر اعتراض

کرنا چاہا۔ لیکن مفتی صاحب نے کہا یہ جواب بالکل صحیح ہے اور اس میں جائے گفتگو نہیں ہے جب تک بیت المقدس رہا قریباً ہر روز اس پر لطف صحبت میں شریک ہوتا رہا۔

مفتی صاحب تقدس اور شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر ہیں اور اسی کا اثر ہے کہ تمام شہر انکی نہایت عزت کرتا ہے انکی تنخواہ کل تین سو قرش ہے یعنی تیس پینتیس روپے لیکن شہر میں جو انکا اثر ہے وہ حاکم شہر کا بھی نہیں۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ اگرچہ پرانے زمانے کے آدمی ہیں اور نہایت متقدس ہیں تاہم آزاد خیال ہیں اور مذاق حال سے آشنا ہیں۔

لطیفہ ان ممالک میں علما کو عمامہ یا ٹوپی پر ایک سفید دھجی جسکو لفہ کہتے ہیں۔ لپٹنا ضروری امر ہے۔ میں جس دن قمامہ کی سیر کو گیا میرے سر پر صرف ٹوپی تھی عمامہ نہ تھا راہ میں جا رہا تھا کہ ایک صاحب نے جو روشناس ہو گئے تھے دیکھ لیا۔ اور مفتی صاحب کے جلسے میں اس کا تذکرہ کیا۔ چونکہ وہاں کی رسم کے موافق یہ بالکل نئی بات تھی لوگوں میں اسکے چرچے ہوئے یہاں تک کہ دوسرے دن جب میں مفتی صاحب کے دربار میں گیا تو ایک صاحب نے بڑے تعجب اور حیرت سے پوچھا کہ سمعنا ان حضرۃ الشیخ خرج من غیر لفہ یعنی ہمنے سنا کہ جناب والا عمامہ ولفہ کے بغیر بازار میں نکلے ہیں نے کہا ہاں عیسائیوں کے گرجے میں گیا تھا اور ایسے مقامات کے لئے عالمانہ لباس موزوں نہیں ہے سب بول اٹھے کہ واللہ قد اصبتم یعنے آپ نے بالکل بجا کیا۔

ایک دن میں بخاراوالوں کے زاویہ میں گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی دن بخارا کے چند معزز رئیس اور معزز لوگ حج سے پھر کر بیت المقدس کی زیارت کو آئے تھے۔ شیخ زاویہ نے مجکو ان لوگوں سے ملایا صورت اور وضع سے دولتمند اور محترم اور موقر معلوم ہوتے تھے بعض صاحب علم اور فقیہ تھے چونکہ یہ لوگ روس کی حکومت میں رہتے ہیں۔ میں ان سے روسی گورنمنٹ کے متعلق گفتگو کرتا رہا بہت شکایت کرتے تھے اور زیادہ تر اس بات کے شاکی تھے کہ مسلمان بجبر فوج میں داخل کئے جاتے ہیں اور کسی اسلامی حکومت سے جنگ پیش آتی ہے تو مسلمانوں کو اپنی ہی ہم مذہبوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

بیت المقدس سے روانگی

بیت المقدس سے روانہ ہوکر میں یافہ میں آیا اور وہاں سے جہاز میں سوار ہوکر تیسرے دن

اسکندریہ پہنچا - جہاز کا لنگر کرنا تھا کہ قلیوں اور ملاحوں کی مصیبت کا سامنا ہوا - یہ آفت یوں تو ہر جگہ ہے لیکن اسکندریہ تو اس خصوصیت میں تمام مقامات پر ترجیح ہی بہزار خرابی کنارے پہونچا وہاں قلیوں کا ہجوم تھا اور ایک ایک مسافر پر چار چار گرے پڑتے تھے ایک قلی نے زبردستی میرا اسباب اٹھا لیا مجبوراً میں اسکے ساتھ ہو لیا - اسکندریہ - نہایت قدیم زمانے کی یادگار ہے - اور اس لحاظ سے اسکی سیر ضروری تھی لیکن مجکو قاہرہ جانے کی جلدی تھی - اس لئے میں نے اسی وقت گاڑی کرایہ کی اور اسٹیشن پہونچا لطف یہ کہ قلی صاحب بھی گاڑی پر بیٹھ لئے اور میرے پہلو میں بیٹھے میری کیا مجال تھی کہ انکی اس جسارت پر معترض ہوتا -

اسکندریہ

دریا کے کنارے سے اسٹیشن تک شہر کا جو حصہ نظر سے گذرا نہایت آباد اور پر رونق تھا سڑکیں وسیع اور دونوں طرف نہایت بلند مکانات اور دکانیں تھیں اسٹیشن پر پہونچکر معلوم ہوا کہ ابھی دو تین گھنٹہ کی دیر ہے - میں نے کہا لاؤ جبتک ادھر ادھر پھر آؤں پاس ہی ایک جامع مسجد تھی وہاں گیا نہایت شاندار اور خوبصورت ہے - وضو کرنیکا حوض وسیع اور خوشنما ہے - گرد استنجا خانے اور پاخانے ہیں - لیکن صفائی کا اس قدر اہتمام ہے کہ بو اور رائحہ کا نام تک نہیں -

دس بجے ٹرین روانہ ہوئی - یہاں کی گاڑیوں میں بجائے بنچوں کے آہنی کرسیاں ہوتی ہیں اور دو دو اس طرح ساتھ جڑی ہوتی ہیں کہ دونوں کی پشت ملی ہوتی ہے ہر درجے میں آٹھ آدمیوں کی نشست ہوتی ہے - چار ایک طرف چار ایک طرف سونے کی کوئی تدبیر نہیں رفع حاجت کا بھی کوئی بندوبست نہیں دریافت سے معلوم ہوا کہ یورپ میں بھی اسی قسم کی گاڑیاں ہیں - البتہ ایک بات نئی ہے اور آرام سے خالی نہیں وہ یہ کہ گاڑی ہی میں خوانچے والے جو بسکٹ ڈبل روٹی پنیر اور میوے بیچتے ہیں ہر وقت موجود رہتے ہیں اور چونکہ تمام گاڑیوں میں اس سرے سے اس سرے تک آمد و رفت ہو سکتی ہے خوانچہ والا ہر وقت پھرتا رہتا ہے اور تمام گاڑیوں میں چکر لگاتا ہے -

ریلوے گاڑیوں کی قطع

سید صاحب نے اپنے سفرنامے میں یہاں کی ریل کے کارخانے - سڑک - اسٹیشن لالٹینوں غرض ہر ایک چیز کی نسبت بے سلیقگی اور میلے پن کی سخت ہجو کی ہے اسوقت شاید یہی حالت ہو گی لیکن اب یہ شکایت نہیں ہو سکتی میں نے اسکندریہ سے قاہرہ اور قاہرہ سے اسمعیلیہ تک ریل میں سفر کیا میرے نزدیک اسکی کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی -

اس سفر میں جسقدر حصہ مصر کا میری نظر سے گذرا عجب سرسبز وشاداب تھا جہانتک نگاہ جاتی تھی نہایت سرسبز کھیتیاں نظر آتی تھیں۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک جس قسم کی عمدہ پیداوار نظر آئی میں نے ہندوستان میں پچاس ایکڑ زمین بھی ایسی نہیں دیکھی۔ ریل شام کے قریب قاہرہ پہونچی اور میں نے جامع ازہر کے قریب ایک لوکاندہ (ہوٹل) میں قیام کیا۔

بیروت میں عبد الباسط آفندی نے مجکو ایک خط دیا تھا کہ قاہرہ پہونچکر شیخ عبد الحلیم کے پاس بھجوا دینا شیخ عبد الحلیم۔ عبد الباسط آفندی کے چچیرے بھائی ہیں اور جامع ازہر میں پڑھتے ہیں میں نے وہ خط انکے پاس بھجوا دیا وہ دوسرے دن ہوٹل میں تشریف لائے اور کہا کہ اگر آپکو یہاں کے علمی حالات دریافت کرنے ہیں اور علما اور شیوخ سے ملنا ہے تو ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب نہیں یہاں علما اس کو بہت معیوب خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ انکی ہدایت کے موافق میں جامع ازہر میں گیا اور انھوں نے رواق الشامئیں میں ایک پر فضا حجرہ میرے لئے خالی کرا دیا۔ ایک مہینے سے زیادہ میں یہاں مقیم رہا شیخ عبد الحلیم قریباً ہر وقت میرے پاس رہتے تھے اور میری تمام ضرورتوں کو انجام دیتے تھے وہ میرے رہنما انیس مُعَرِّف اور اگر گستاخی نہو تو نوکر اور خادم بھی تھے۔ اور نوکر بھی بے تنخواہ بے غرض۔

قاہرہ کا اجمالی حال

یہ شہر مصر کا دار السلطنت ہی بلکہ حال کے محاورہ میں مصر کا لفظ جب استعمال کیا جاتا ہی تو یہی شہر مراد ہوتا ہی جوہر سپہ سالار فاطمین نے ۳۵۸ھ میں اسکو آباد کرایا تھا اور اُس عہد سے آجتک اسکو روز افزوں ترقی ہی موجودہ مردم شماری ۳۴۴۸۳۸ ہی سڑکیں وسیع اور مکانات عموماً بلند اور خوش فضا ہیں۔ میں جب انکے وسیع اور پر رونق بازاروں میں سیر کرتا پھرتا تو بمبئی کا دھوکا ہوتا تھا۔ قہوہ خانہ نہایت کثرت سے ہیں اور بڑی تفریح اور آرام کی چیز ہیں۔ لباس اور وضع یہاں کی نہایت بھونڈی اور ناموزوں ہی عوام نیلگوں لمبا کرتہ پہنتے ہیں جسکا چاک کھلا رہتا ہی۔ پاجامہ۔ تہمد وغیرہ بالکل نہیں پہنتے۔ خواص قفطان اور عبا پہنتے ہیں۔ لیکن چونکہ عبا میں کالر نہیں ہوتا گردن کھلی رہتی ہی اور بدنما معلوم ہوتی ہی نئی تعلیم یافتہ کوٹ پتلون کا استعمال کرتے ہیں اور یہ طریقہ روز بروز زیادہ مستعمل ہوتا جاتا ہی عورتوں کی وضع اور لباس اس قدر بیہودہ اور بدنما ہی کہ اس سے زیادہ قیاس میں نہیں آسکتا۔ عام عورتیں تو وہی نیلگوں لمبا کرتہ پہنتی ہیں لیکن دولتمند اور نئے فیشن کی

بیگمات جنکا لباس بالکل یورپین ہوتا ہے وہ بھی ایک بدنما نیلگوں برقع اوڑھکر بیچا یا ہوا نجاتی ہیں برقع میں ناک کی جڑ سے سینے تک ایک سیاہ دھجی سونڈ کی طرح لٹکتی رہتی ہی۔ اس دھجی کے اٹکانے کے لئے سونے یا پیتل کی ایک گلی ہوتی ہے جو پیشانی پر لٹکتی ہی اور بجائے زیور کے استعمال کیجاتی ہی۔

عام آدمیوں کے اخلاق میں دنارت زیادہ پائی جاتی ہے۔ معمولی سے معمولی چیز کی قیمت چکانے میں حضرت امام حسین علیہ السلام یا حضرت عبدالقادر جیلانی کا واسطہ دلایا جاتا ہے مرد اور عورت بکثرت بھیک مانگتے ہیں اور بلا کی طرح لپٹ جاتے ہیں۔

عام آدمیونکا اخلاق

موسم کے لحاظ سے یہ ملک ہمارے ہندوستان کے مشابہ بلکہ اس سے بدتر ہے کچھ عجیب طرح کی گرمی پڑتی ہے۔ طبیعت ہر وقت مضمحل اور سست رہتی ہی اور کسی کام کے کرنیکو جی نہیں چاہتا مجکو خیال تھا کہ میں یہاں بہت کام کر سکونگا اور اسی وجہ سے بیروت و بیت المقدس میں کم قیام کیا تھا کہ یہاں زیادہ دنوں تک رہ سکوں لیکن گرمی نے وہ تمام منصوبے غلط کر دیئے صبح کے وقت گھنٹہ دو گھنٹہ کام کرتا تھا باقی تمام دن حجرے میں بیکار پڑا رہتا تھا۔

مصر میں تعلیم کی حالت

ممالک اسلامیہ میں جو مقامات آجکل تعلیم کے مرکز خیال کئے جاتے ہیں قسطنطنیہ اور قاہرہ ہیں اسی لحاظ سے میں نے ان دونوں مقاموں کی تعلیمی حالت دریافت کرنے میں بہت کچھ کوشش کی قسطنطنیہ کی طرح یہاں سررشتہ تعلیم کے عہدہ داروں سے ملا۔ سالانہ رپورٹیں پڑھیں۔ متعدد کالجوں کے پروگرام دیکھے۔ بڑے کالجوں میں خود جاکر اساتذہ کا طریق درس دیکھا۔ ان تحقیقات سے جو باتیں معلوم ہوئیں اُنکو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اس موقع پر یہ کہنا بھی ضرور ہے کہ اگر قسطنطنیہ میں تعلیم کو جو وسعت اور ترقی حاصل ہے مصر اور قاہرہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں تاہم مصر کو اس بات میں ترجیح حاصل ہے کہ یہاں سررشتہ تعلیم کے کاغذات جو عام طور پر شائع ہوتے ہیں زیادہ مرتب اور مفصل ہیں اور اسلئے میں قسطنطنیہ کی بہ نسبت یہاں کی تعلیمی حالت زیادہ تفصیل اور تحقیق کیساتھ لکھ سکونگا

قسطنطنیہ کی نسبت یہاں بھی تعلیم کے دو طریقے ہیں قدیم و جدید یہ دونوں طریقے بالکل مختلف ہیں اور اس اختلاف نے دونوں کو نہایت سخت نقصان پہونچایا ہی۔ قدیم تعلیم جو ہزار برس پیشتر کی تعلیم کا نمونہ تھا خاک ہے۔ ملک کی آب و ہوا میں سرایت کر گئی اور چونکہ وہ مذہب کے پیرایہ میں ہے سلطنت کا اثر

بھی اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتا اسی کا نتیجہ ہی کہ مصر میں اگرچہ ایک مدت سے جدید تعلیم کی بنیاد پڑ چکی ہی اور خود گورنمنٹ نے اُسکو خاص اپنے سایۂ عاطفت میں لیا ہی بہت سے لڑکوں کو وظیفہ دیا جاتا ہے اور فی صدی ۸۱ سے کچھ فیس نہیں لیجاتی، تمام بڑے بڑے عہدے صرف نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو ملتے ہیں یہ سب کچھ ہے تاہم وسعت تعلیم کا یہ حال کہ شہر و اطراف کے تمام چھوٹے بڑے اسکولوں اور کالجوں کو ملا کر طالب علموں کی تعداد دس ہزار بھی نہیں ہے حالانکہ قدیم طریقے پر تعلیم پانے والے صرف جامع ازہر میں دس ہزار سے زائد ہیں اس قدر ضرور ہے کہ جدید تعلیم کا ہر قدم آگے ہے اور قدیم طریقے کا زور روز بروز گھٹتا جاتا ہی سرکاری مدرسوں میں ہر قسم کے طلبا کی تعداد جو ہر سال بڑھتی رہتی ہی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں بورڈوں کی تعداد فیصدی ۴۰ تھی اور ۱۸۸۹ء میں ۵۶ ہوگئی۔ اسی طرح غیر بورڈر ۱۸۸۷ء میں ۱۷ فیصدی تھے اور ۱۸۸۹ء میں ۲۹ ہوگئے۔ ہم اس موقع پر ایک اجمالی نقشہ دیتے ہیں جو ۱۸۸۹ء کی رپورٹ سے مرتب کیا گیا ہے اور جس سے تمام اسکولوں اور کالجوں کی تفصیل اُنکے سالانہ مصارف۔ طالب علموں کی تعداد اور دیگر حالات معلوم ہوں گے۔

نام مدرسہ	مصارف سالانہ جون ۱۸۸۹ء	تعداد طلباء موجودہ جون ۱۸۸۹ء	تعداد طلباء جو فیس دیتے ہیں	تعداد فیس	بلا فیس	جنکو وظیفہ ملتا ہے	کیفیت
مدرستہ الطب	۸۴۱۲ پونڈ	۱۸۲	۷۹	سالانہ ۶ پونڈ	۷۴	۲۲	پونڈ کم از کم پندرہ
مدرستہ الولادۃ	۸۱۶	۱۱	۰	۰	۱۱	۰	روپیہ کا ہوتا ہی
مہندس خانہ	۴۱۴۰	۳۳	۷	۱۵ پونڈ	۱۲	۱۰	
مدرستہ الحقوق یعنی قانون کا مدرسہ	۴۱۴۲	۶۲	۲۷	۱۵	۱۵	۱۱	
دار العلوم	۱۵۲۶	۳۱	۰	۰	۱	۳۷	میں نے جب اس کالج
مدرستہ الترجمہ	۱۴۳۵	۳۰	۳	۶	۲۳	۲	کو دیکھا تو ۴۵
مدرستہ الصنائع	۷۸۱۹	۲۷۰	۱۲	۶	۲۶۰	۰	طالب علم تھے

التوفیقیہ	٦٢١٨	١٨٨	داخلیہ ٢٥ خارجیہ ٢١	٢٠ ١٢	٣	١٥	داخلیہ سے بورڈر خارجیہ سے غیر بورڈر مراد ہیں
التجہیزیہ	[illegible]	٣٣٠	داخلیہ ٥٢ خارجیہ ٩٠	١٦ ٨	١٨٥	٠	
بتدیان	٣٢٨٣	٢٥٨	داخلیہ ٦٩ خارجیہ ٨١	١٣ ٦	١١٨	٠	
اسکندریہ	١٢٦٦	٢١٣	١٠٩	١	٦٦	٠	
المنصورہ	١٢٩٣	١٤٣	٨٠	١	٤١	٠	

پرایوٹ اسکول

ان سرکاری مدرسوں کے سوا ۲۰ پرایوٹ اسکول ہیں جنکا طریقہ تعلیم اور کورس بالکل سرکاری مدرسوں کے مطابق ہے اور امتحانات وغیرہ بھی سررشتہ تعلیم کی نگرانی میں ہوتے ہیں ۱۸۸۹ء میں ان اسکولونکا خرچ سالانہ ۱۲۳۳ پونڈ تھا جو کم وبیش ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کی برابر ہے۔ طالبعلموں کی تعداد ۱۸۸۹ء میں ۲۳۶۳ تھی

طلباکی تعداد

مدارس اور طالبعلموں کی تعداد ہر سال ترقی کرتی تھی چنانچہ ۱۸۹۱ء میں پرایوٹ اسکولوں کی تعداد ۲۰ سے ۱۲۰ ہوگئی جس میں دس ہزار تیرہ سو طالبعلم تعلیم پاتے ہیں اسی طرح اس سنہ میں سرکاری مدارس کے طالبعلموں کی تعداد ۲۰۰۰ء ۱۷ اور فیس کی آمدنی ڈھائی لاکھ سے زیادہ ہوگئی۔

مصر کی اصطلاح میں تعلیم کے تین درجہ قرار دئے گئے ہیں۔
ابتدائی جس میں چار صفیں ہیں اور اسکی کل خواندگی ہمارے یہاں کے مڈل کلاس کے برابر ہے۔
تجہیزی ابتدائی کے بعد شروع ہوتی ہے اس میں پانچ کلاسیں ہیں اور اسکی خواندگی ہمارے یہاں کے انٹرنس کے برابر ہے۔ خصوصی یعنی لا کلاس اور دار العلوم وغیرہ۔
مدارس تجہیزیہ میں فرنچ یا انگریزی کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور ۱۸۸۸ء سے یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ ان مدرسوں

ل؎ خدیو حال کو تعلیم کی ترقی کا نہایت خیال ہے چنانچہ سنہ حال یعنے ۱۸۹۴ء کے اس اجلاس میں جسمیں سلطنت کا بجٹ پیش ہوا تھا۔ خدیو موصوف نے خاص تعلیمات کے صیغے کے متعلق جو گفتگو کی اسکے بعض فقرے یہ تھے سررشتہ تعلیم کی وسعت اور ترقی کی نہایت ضرورت ہے چنانچہ میں نے اس سال رقم سابق پر بارہ ہزار پونڈ قریبًا دو لاکھ روپیہ کا اضافہ منظور کیا تعلیم کیطرف لوگونکا میلان روز بروز بڑھتا جاتا ہے اس سال بہ نسبت اور سالوں کے پندرہ سو لڑکے کالجوں اور اسکولوں میں زیادہ داخل ہوئے صنعت کے جو مدرسے بند ہو گئے تھے میں نے دوبارہ انکے جاری ہونیکا حکم دیا علی پاشا کی وہ یادداشت جسمیں انھوں نے پانسو ابتدائی مکتبوں کا دیہات و قصبات میں کھولا جانا تجویز کیا تھا میں نے اسکی طرف توجہ مائل کی ہے اور میں اس تجویز کو بالکل پورا کرنا چاہتا ہوں بہرحال آپ لوگ تعلیم کی طرف سے مطمئن رہئے میں اس صیغے کو بہت قوت دوں گا +

میں تاریخ۔ جغرافیہ۔ علوم طبیعۃ۔ لازمی طور پر فرنچ یا انگریزی زبان میں پڑھائی جائیں ان زبانوں کی ترقی
کیلئے سررشتہ تعلیم نے یہ حکم جاری کیا کہ انکی تعلیم صرف یورپین پروفیسروں کے ذریعے سے دلائی جائے اس سے
پہلے چونکہ فرنچ کا اثر زیادہ تھا اسلئے فرنچ پڑھنے والے طلبا کی تعداد زیادہ تھی چنانچہ ۱۸۸۹ء میں انکی تعداد
۲۵۰۰ تھی اور انگریزی خواں صرف ۸۰۰ تھے لیکن اب انگریزی خواں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے
اور فرنچ پڑھنے والوں کی تعداد قریباً وہی ہے جو ۱۸۸۹ء میں تھی۔

اب ہم بڑے بڑے کالجوں اور بعض سکولوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں۔

دار العلوم

مصر اور نہ صرف مصر بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں جو کالج مجکو سب سے زیادہ پسند آیا اور جسکو میں نے
مسلمانوں کے درد کیلئے کافی سمجھا وہ یہی کالج ہے اور میرا ہمیشہ یہ خیال ہے اور میں نہایت مضبوطی سے اسپر
قائم ہوں کہ مسلمان مغربی علوم میں گو ترقی کے کسی رتبہ تک پہونچ جائیں لیکن جبتک اُنمیں مشرقی تعلیم کا
اثر نہو انکی ترقی مسلمانونکی ترقی نہیں کہی جا سکتی بے شبہہ مشرقی تعلیم کی موجودہ اسکیم ہی وہ نہایت ابتر اور
غیر ضروری ہے لیکن اسی تعلیم میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو مسلمانونکی قومیت کی روح ہیں اور جس تعلیم میں اس
روحانیت کا مطلق اثر نہو وہ مسلمانونکے مذہب قومیت۔ تاریخ۔ کسی چیز کو بھی زندہ نہیں رکھ سکتی۔

جس مصیبت کا ہندوستان میں رونا ہے وہی قسطنطنیہ۔ بیروت اور مصر میں بھی موجود ہے یعنی نئی تعلیم
میں قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے اور پرانی تعلیم اس قابل نہیں کہ دنیا کی موجودہ ضرورتونکا ساتھ
دیسکے صرف ایک یہ دار العلوم ہے جو دونوں ڈانڈوں کو ملانا چاہتا ہے اگرچہ افسوس ہے کہ ابھی پورا کامیاب
نہیں ہوا اس کالج کا اول جسکو خیال آیا وہ علی پاشا مبارک مصر کا روشن ضمیر جس نے خود مشرقی اور
اور مغربی تعلیم دونوں حاصل کی ہیں اور یورپ کی متعدد زبانیں جانتا ہے وہ کئی دفعہ مصر کی سررشتہ تعلیم کا
افسر رہ چکا ہے اسکی تاریخ تصنیفات تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور درحقیقت بہت مفید
ہیں اُسنے جامع ازہر کی طرز تعلیم کی بھی اصلاح کرنی چاہی تھی لیکن ازہر کے شیوخ راضی نہوئے غالباً اسکے
بعد اُس نے کالج کی بنیاد ڈالی۔

اول اول اس کالج کا ظاہری مقصد یہ قرار دیا گیا کہ اسکے تعلیم یافتہ۔ مدارس سرکاری کی مدرسی کیلئے
انتخاب کئے جائیں لیکن ۱۸۹۱ء میں گورنمنٹ کی اجازت کے مطابق سررشتہ تعلیم نے یہ قاعدہ منظور کیا کہ اسکے

جج اور قاضی ومفتی مقرر ہو سکیں اسکے ساتھ کورس ہیں اور متعدد علوم اضافہ کئے گئے اور ایک کمیٹی نے جسکا پریسیڈنٹ جامع ازہر کا شیخ الشیوخ تھا اسکے کورس کیلئے کتابیں منتخب کیں۔ اس کالج میں داخل ہونیکی ضروری شرط یہ ہو کہ طالب علم مشرقی علوم میں سے نحو صرف۔ فقہ اصول فقہ تفسیر حدیث میں مناسب استعداد رکھتا ہو

تعلیم کی کل مدت چار برس ہی اور جو علوم پڑھائے جاتے ہیں اور جس طرح ہر ہفتہ میں انکے درس مقرر کئے گئے ہیں انکی تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

علوم جو پڑھائے جاتے ہیں	پہلا سال	دوسرا سال	تیسرا سال	چوتھا سال
فقہ	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق	ہفتہ میں ۵ سبق
تفسیر	۰	۰	۲	۲
تاریخ طبیعی	۲	۲	۰	۰
علوم بلاغت	۲	۲	۰	۰
اصول فقہ	۰	۰	۲	۲
حکمت عملیہ	۱	۰	۰	۰
جبر مقابلہ وحساب	۴	۴	۴	۴
جغرافیہ	۲	۲	۲	۲
تاریخ عمومی	۱	۱	۱	۱
فن انشائے عربی	۳	۳	۴	۴
مختلف خطوط	۴	۴	۴	۴
تصویر کشی	۱	۱	۰	۰
ادبیات لغت عربیہ	۰	۰	۳	۳
قسموغرافی	۰	۰	۱	۱
طبیعات وکیمیا	۰	۰	۲	۲
حدیث۔ کلام۔ منطق	۰	۲	۱	۰
نحو صرف۔ رسم خط عروض قوافی	۳	۲	۰	۰

چونکہ اس کالج میں وہی طلبا داخل ہو سکتے ہیں جو علوم عربیہ اور فقہ وحدیث سے واقف ہوں
اور اس قسم کے طلبا وہی ہو سکتے ہیں جنہوں نے قدیم طریقے پر تعلیم پائی ہو اس کالج میں طالبعلموں
کی تعداد بہت کم ہے۔ اگرچہ سررشتہ تعلیم نے اسی لحاظ سے اس کالج میں کچھ فیس نہیں مقرر کی بلکہ
بجائے اسکے ہر طالب علم کو پندرہ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے ایک وقت کھانا کھانا بھی کالج ہی
سے ملتا ہے طالب علموں کے لئے جو لباس مقرر کیا گیا ہے وہ بھی وہی قدیم مولویانہ لباس ہے
جو لوگ یہاں سے تعلیم پاکر نکلتے ہیں اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز بھی ہوتے ہیں یہ سب کچھ ہے
لیکن جن لوگوں کو پرانی تعلیم نے ایک دفعہ بھی چھو لیا تمام عمر کے لئے اُن کو علوم جدیدہ
سے وحشت ہو جاتی ہے حالانکہ یہ علوم عربی زبان ہی میں تعلیم دئے جاتے ہیں۔ میں نے
جب اس کالج کو دیکھا تو اس میں ۴۵ طالب علم تھے جن میں سے اکثر جامع ازہر کے تعلیم
یافتہ تھے

طریقہ درس

درس کا طریقہ بھی یہاں خاص ہے اُستاد شاگرد کسی کے ہاتھ میں کتاب نہیں ہوتی اُستاد
زبانی لکچر دیتا ہے اور اس وسعت اور فصاحت سے تقریر کرتا ہی کہ خود دل پر نقش ہو جاتی ہے
اسی لحاظ سے مصر کے نہایت نامور علما اسکی پروفیسری کے لئے انتخاب کئے گئے ہیں مثلاً شیخ
حمزہ فتح اللہ پروفیسر ادب شیخ حسن الطویل معلم الحدیث ڈاکٹر عثمان بک پروفیسر تاریخ طبعی
یہ سب مصر کے مشہور علما ہیں اور انکی تصنیفیں نہایت قدر کے قابل خیال کی جاتی ہیں مصر میں
آج جو لوگ عربی کے نامور انشا پرداز ہیں اکثر اسی کالج کے تعلیم یافتہ ہیں ادب کا جو کورس مقرر
کیا گیا ہے وہ کوئی خاص کتاب یا چند کتابوں کا انتخاب نہیں ہے۔ بلکہ عربی لٹریچر کے وہ تمام
نادر حصے جنکو فن ادب کی جان کہنا چاہیئے۔ اسی طرح تفسیر میں صرف اُن آیتوں کا درس ہوتا
ہے جو بلحاظ بلاغت یا اخلاق یا مسائل کلام زیادہ مہتم بالشان ہیں چنانچہ ۱۸۹۰ء میں جو نصاب
تعلیم مقرر کیا گیا اُس میں ان تمام مقامات کی تفصیل کر دی گئی ہے اور وہ سرکاری مطبع میں
چھپکر شائع ہو گیا ہے۔

ادب اور فقہ کے درس میں خود بھی شریک ہوا تھا۔ دونوں پروفیسروں نے جس فصاحت
اور خوبی سے تقریر کی اب تک میرے دل میں نقش ہے کاش ہمارے یہاں کے علما بھی اس

طریقہ کی تقلید کرنے ۔ طالب علموں کی استعداد کا حال اس سے ظاہر ہوگا کہ جس وقت ہم کالج
کی سیر کر رہے تھے احمد پاشا ناظم نے جو کالج کے سکرٹری ہیں ایک طالب العلم کو جس کا نام احمد توفیق
تھا بلایا اور اس سے کہا کہ قلم دوات لیکر بیٹھ جاؤ اور اسی وقت انکی شان میں (میری طرف اشارہ
کرکے) کچھ اشعار لکھو وہ سامنے ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور یہ اشعار لکھکر سنائے ۔

محمد انت شبلی المعالی — لقد فقت الوری وعلوت قدرا

وقد اولیتنا شرفا وفضلا — بتشریف زیارتک ارض مصرا

فلازلنا نزال بکل انس — تذیل تفضلا ونزید شکرا

اگرچہ شبلی المعالی کی ترکیب بے جوڑ ہے اور دوسرے شعر میں اقواء ہے تاہم بھی زبان و برجستگی
ادا کے لحاظ سے میں نے بہت داد دی ۔

مدرسۃ الحقوق

داخلے کے شرائط

اس کالج میں قانون کی تعلیم ہوتی ہے اور یہاں کے سند یافتہ سول سروس عہدوں پر مامور
ہوتے ہیں اس کالج میں داخل ہونیکی ضروری شرطیں یہ ہیں کہ طالب علم کی عمر ۱۶ برس سے زیادہ
ہو تجہیزی تعلیم (انٹرنس کلاس) کی سند رکھتا ہو چال چلن اچھا ہو بچپن میں چیچک کا ٹیکا لگوا چکا
ہو تندرستی اچھی ہو داخلہ کے وقت ایک خاص امتحان تحریری و تقریری لیا جاتا ہے تحریر میں
فرنچ اور عربی کی زباندانی کے متعلق سوالات ہوتے ہیں اور تقریر میں انکے علاوہ تاریخ اور جغرافیہ
بھی داخل ہے اس امتحان میں کامیاب ہونیکے بعد اسکو اپنے باپ یا مربی کا ایک خط پیش کرنا
ہوتا ہے جسکے یہ الفاظ ہوتے ہیں کہ کالج کے خارج اوقات میں میں اس لڑکے کے چال چلن کا ذمہ دار
ہوں ،، ان تمام باتوں کے بعد ۱۵ پونڈ یعنی کم و بیش دو سو روپیہ بطور فیس کے داخل کرنے ہوتے ہیں
اور اس وقت طالب العلم کالج میں داخل کر لیا جاتا ہے تعلیم کی مدت چار برس ہے اور مضامین جو
تعلیم میں داخل ہیں حسب ذیل ہیں ۔

سال اول ۔ عربی ۔ فرنچ ۔ ترجمہ ۔ مسک دفاتر (یعنی املا و تحریر) شریعت اسلامیہ قانون قضا
و عدالت ۔ عام قانون اور پالٹیکس کے اصول عام ۔

سال دوم ۔ علاوہ مضامین بالا کے رومن لا ۔ قانون فوجداری ۔

سال سوم علاوہ مضامین بالا پولیٹیکل اکونمی - تعزیرات - مرافعات - مدینہ و تجاریہ -
سال چہارم شریعت اسلامیہ پولیٹیکل اکونمی مرافعات قانون تجارت - قانون عدالت خاص سلطنت کا قانون
ہر سال مختلف مضامین میں امتحان لئے جاتے ہیں اور یہ تمام امتحانات اور اخیر امتحان فرنچ زبان
میں ہوتا ہے - صرف شریعت اسلامی کا امتحان عربی زبان میں ہوتا ہے طالب علموں کو جب کسی قدر
قانونی استعداد حاصل ہو جاتی ہے تو ہائی کورٹ اور دوسری عدالتوں میں کارروائی سے واقف ہونے کے
لئے بھیجے جاتے ہیں - اور حکم ہوتا ہے کہ مقدمات کا خلاصہ لکھیں - خود کالج میں بھی عدالت کی مسلین
منگائی جاتی ہیں اور طالبعلموں سے اُنکے متعلق تحریری دعویٰ بیانات تحریری - ادائے شہادت سوالات
جرح - اور فیصلہ مقدمہ کی مشق کرائی جاتی ہے - میں نے اس کالج کی اچھی طرح سیر کی کالج کا سکرٹری ایک
فرنچ ہے وہ تو عربی سے بالکل ناواقف ہے لیکن اُسکا نائب ایک نوجوان مسلمان ہے جو نہایت لائق
شخص ہے اور متعدد زبانیں جانتا ہے - وہ کالج کا پروفیسر بھی ہے اور فرنچ زبان میں نہایت برجستگی سے
لکچر دیسکتا ہے مجکو اپنے کلاس میں لے گیا اور کہا کہ آج فرنچ میں لکچر دینے کا دن تھا - لیکن میں تمہاری
خاطر سے عربی میں لکچر دوں گا چنانچہ تعزیرات کے اصول پر کھڑے ہو کر لکچر دیا اور نہایت فصاحت
اور وسعت سے تقریر کی - تمام کلاسوں میں جس قدر لڑکے تھے پاکیزہ صورت اور پاکیزہ لباس تھے
اور اُنکے چہروں سے متانت اور وقار ٹپکتا تھا -

مدرسۃ الترجمہ

مصر میں چونکہ فرنچ اور انگریزی کا بہت اثر ہے اور تمام بڑے بڑے ملکی عہدے انہیں دونوں قوموں کے
ہاتھ میں ہیں مصریوں کو اُنکے ساتھ تعلق رکھنے اور اُنکی ماتحتی میں کام کرنے کے لئے فرنچ اور انگریزی زبان
سیکھنی پڑتی ہے - اس کالج کے قائم کرنیکی اصلی غرض اسی قدر تھی اور اسی وجہ سے وہ ابتدا میں زبان دانی کی
تعلیم پر محدود تھا اور ایک معمولی اسکول کہا جاسکتا تھا لیکن ۱۸۸۶ء میں اُسکی اسکیم بہت وسیع کر دی گئی
اور چار پروفیسر اور بڑھائے گئے جنمیں ایک فرنچ ہے - عربی - ترکی - فرنچ - انگریزی زبانوں کے علاوہ
مضامین ذیل کی تعلیم بھی ضروری قرار دی گئی - جغرافیہ - تاریخ - حساب - ہندسہ - جبر ومقابلہ - علوم
طبیعیہ - کیمیا - فقہ - توحید - یہ تمام مضامین بجز فقہ و توحید کے فرنچ میں پڑھائے جاتے ہیں - اور
بعض مضامین انگریزی زبان میں بھی اس کالج نے جس طرح مصر کو ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے

فائدہ پہونچایا ہے علمی ترقی کے لئے بھی وہ نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ مصر کی علمی زبان ابتک عربی
ہے اور غالباً ہمیشہ رہے گی۔ کالجوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً فرنچ سے ترجمہ کی گئی ہیں ایک
خاص محکمہ اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ فرانس میں ڈاکٹری وغیرہ کی جو نئی عمدہ تصنیف شائع ہو
فوراً ترجمہ کرلیجائے۔ اور کالجوں کے کورس میں داخل کی جائے چنانچہ اس وقت تک سیکڑوں کتابیں
ترجمہ ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں ان تمام ضرورتوں کو اسی کالج نے پورا کیا ہے۔

مدرسۃ الطب

علم الحیوانات ونباتات

یہ بہت بڑا کالج ہے اور اس کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ کالج کی عمارت نہایت وسیع ہے اور
مختلف مضامین کی تعلیم کیلئے کثرت سے جداگانہ بڑے بڑے کمرے مخصوص ہیں تشریح کے لئے جو کمرہ
ہے وہ نہایت وسیع ہے اور اس میں ہر وقت بہت سی لاشیں موجود رہتی ہیں جن پر تشریح کے تجربے
عمل میں لاتے ہیں ١٨٨٦ء میں میکرو جبرانی کی تعلیم کیلئے اُسکے متعلق جداگانہ کارخانہ کھولا گیا علم الحیوانات
کی تعلیم ایک وسیع مکان میں ہوتی ہے جسمیں مختلف قسم کے جانور نہایت کثرت سے موجود ہیں کالج کے
احاطہ میں ایک باغ ہے جو علم نباتات کی غرض سے تیار کیا گیا ہے اور اس میں سیکڑوں مختلف اقسام کے
نباتات ہیں جنکی برداخت نہایت اہتمام و نگرانی میں کیجاتی ہے علم الکیمیا بھی اسکی تعلیم کا ضروری
جزو ہے ١٨٨٥ء تک اسکی تعلیم صرف نظری طریقے پر ہوتی تھی ١٨٨٦ء میں عملی تجربہ کے لئے کالج کی
عمارت میں متعدد بڑے بڑے کمرے اور اضافہ کئے گئے اور ١٨٨٩ء میں گیس وغیرہ اور جو چیزیں عملی تجربے
کے لئے ضروری تھیں اس میں مہیا کی گئیں ہر سال اس کالج سے ایک گروہ کثیر تعلیم پاکر نکلتا ہے جنمیں سے
بعض تکمیل کیلئے یورپ بھیجے جاتے ہیں۔

یورپ کی طبی کتابوں کا ترجمہ

تمام کتابیں جو اس کالج کے نصاب تعلیم میں داخل ہیں عربی زبان میں ہیں اور فرنچ وغیرہ سے ترجمہ کی
گئی ہیں چونکہ یورپ میں ہمیشہ اور علوم و فنون کیطرح علم طب بھی روزافزوں ترقی کرتا جاتا ہے اور ہر سال
اسکے مسائل میں بہت سی نئی معلومات کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے ایک کمیٹی خاص اس غرض سے مقرر
ہے کہ اس قسم کی جو کتاب فرنچ وغیرہ میں شائع ہو اُسی وقت عربی زبان میں ترجمہ کیجائے اور اس کالج کے
کورس میں داخل کیجائے اس طریقے سے علم طب کے متعلق ترجمہ شدہ کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تیار ہوگیا ہے جسکی
تعداد کتب خانہ خدیوی کی فہرست سے معلوم ہوسکتی ہے مصر کے علمانے بہت سی کتابیں اس فن میں خود بھی

تصنیف کی ہیں اور یونانی و موجودہ طبابت میں محاکمہ بھی کیا ہے - کاش ہمارے ملک کے اطبا جو انگریزی نہ جاننے کیوجہ سے یورپ کی تحقیقات سے محروم ہیں - ان جدید تصنیفات کو بہم پہونچاتے اور انسے مستفید ہوتے لیکن ہماری قوم میں یہ ہمت کہاں! حالانکہ سچ پوچھئے تو یہ کچھ ہمت کی بات بھی نہیں -

اس کالج میں کل ۱۵ پروفیسر ہیں جن میں سے تین یورپین اور باقی مصری ہیں -

بقیہ کالج اور سکول

ان کالجوں کے سوا اور متعدد کالج انجینیری - صناعی - وغیرہ کے ہیں اور ترقی کی حالت میں ہیں

انجینیرنگ کالج — انجینیرنگ کالج میں جو علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں اور اسکے داخلہ و امتحان کے متعلق جو قواعد ہیں ایک جداگانہ رسالے میں چھاپے گئے ہیں جسکے صفحوں کی تعداد ۱۵۱ ہے - اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی اسکیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے جب اس کالج میں گیا تو پرنسپل نے مجھسے شکایت کی کہ موجودہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے اس کالج کو نہایت سخت نقصان پہونچایا ہے اسکے قبل یہاں کا کورس وہی تھا جو فرانس کے انجینیرنگ کالج کا ہے اور اسی غرض سے تمام مضامین فرنچ زبان میں پڑھائے جاتے تھے لیکن حال کے ڈائرکٹر نے حکم دیا ہے کہ تمام مضامین انگریزی میں پڑھائے جائیں اور ہندوستان کے رڑکی کالج کی تقلید کیجائے پرنسپل صاحب کہتے تھے کہ رڑکی کی متعدد کتابیں یہاں منگوائی گئیں اور میں نے انکو دیکھا وہ یہاں کے موجودہ کورس سے نہایت کم رتبہ کی کتابیں ہیں مگر افسوس ہے کہ ہمکو اسکی تعمیل پر مجبور کیا جاتا ہے

صنعت کا مدرسہ — مدرستہ الصنائع جسمیں صنعت اور حرفت کی تعلیم ہوتی ہے اور جسکا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہے نہایت ترقی کی حالت میں ہے نجاری - حدادی وغیرہ صنعتیں جو سکھائی جاتی ہیں علمی طریقے سے سکھائی جاتی ہیں اور اس بنا پر کوئی طالب علم جبتک تعلیم ابتدائی (جو مڈل کی برابر ہے) حاصل نہ کر چکا ہو اسمیں داخل نہیں ہو سکتا - عربی و فرنچ - و انگریزی زبانوں کے علاوہ - علوم ریاضیہ - مشین - کیمیا - طبیعات کے ابتدائی حصے بھی پڑھائے جاتے ہیں ہر روز تین گھنٹہ ان نظری علوم کی تعلیم ہوتی ہے اور سات گھنٹے مختلف صنعتوں عملی مشق کرائی جاتی ہے - سررشتہ تعلیم نے رپورٹ کی ہے کہ اس مدرسے کو نہایت ترقی ہے - اور جو چیزیں وہاں تیار کی جاتی ہیں تعجب انگیز ہیں -

عام مدارس — عام اسکول بھی کثرت سے ہیں مدارس تجہیزیہ دو ہیں - توفیقہ - تجہیزیہ توفیقیہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زائد ہے اور قریباً چار سو طلبا اسمیں تعلیم پاتے ہیں اسمیں ابتدائی بھی شامل ہیں اس مدرسے کا مکان نہایت خوبصورت اور خوش فضا ہے خدیو مصر نے شاہی عمارتوں میں سے ایک وسیع

مکان جس کا نام قصر النزہتہ ہے مدرسہ کو عنایت کیا اور چونکہ اسکی وضع تعلیمی اغراض کے مناسب نہ تھی
پچاس ہزار روپیہ اس غرض کے لئے اور عنایت کئے کہ حسب ضرورت اسمیں ترمیم واصلاح کیجائے چنانچہ
سکرٹری مدرسہ کی ہدایت کے مطابق اُسکی عمارت میں ترمیم واضافہ کیا گیا چونکہ مدرسے میں تعلیم
کے تین درجے تھے۔ قسم خاص۔ ابتدائی۔ تجہیزی۔ ان تینوں کے لئے جداگانہ عمارتیں تعمیر ہوئیں اور
۳۵۰ طالبعلموں کے لئے بورڈنگ کے کمرے بنائے گئے۔ مدرسے کے متعلق دو بڑے بڑے کمرے
تصویر کشی اور کیمسٹری کی مشق کے لئے ہیں اور نہایت خوشنما ہیں۔

مدرسہ تجہیزیہ

تجہیزیہ اسکا سالانہ خرچ کم وبیش دو لاکھ ہے۔ اور چار سو لڑکے اس میں تعلیم پاتے ہیں بورڈوں
سے ۲۵ پونڈ یعنے ساڑھے چار سو روپے سالانہ فیس لیجاتی ہے۔ بورڈنگ اگرچہ وسیع نہیں اور نہ
طالب علموں کے لئے الگ الگ کمرے ہیں لیکن تمام لڑکے نہایت سلیقہ اور صفائی کیساتھ رہتے ہیں
ہیں جبوقت اس مدرسے میں گیا کھانے کا وقت تھا سکرٹری مدرسہ نے جس کا نام احمد بک نظیم ہے
مجھے کہا کہ پہلے کھانے کے کمرے کی سیر کیجئے کمرہ نہایت وسیع اور خوشنما تھا۔ اور دو ہی میزیں اور
کثرت سے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں کھانے کا طریقہ اگرچہ قسطنطنیہ اور شام کے موافق یعنی چار شخصوں
کے آگے ایک ایک پلیٹ تھی چھری کانٹے بالکل نہ تھے۔ تاہم مجکو تعجب بلکہ حیرت ہوئی کہ لڑکے
اس خوبی اور صفائی سے کھاتے تھے کہ انکے ہاتھ مطلق نہیں بھرتے تھے۔ نہ میز کی چادر پر کہیں دھبہ
تھا آپس میں بات چیت کرتے تھے۔ لیکن شور وغل کا کیا ذکر ہے۔ گونج تک نہ تھی۔ دریافت سے معلوم
ہوا کہ مدرسے کے افسروں میں سے دو ایک ہمیشہ طالب علموں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور ہر ہفتے
میں کھانا کھانے کی تہذیب وشایستگی پر لیکچر دیا جاتا ہے

یورپ میں تعلیم پانیوالے

طلبہ جو یورپ میں تعلیم پاتے ہیں

مصر میں مدت سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر سال سلطنت کی طرف سے چند طالب علم تکمیل تعلیم کے
لئے یورپ بھیجے جاتے تھے یہ تعداد اس مناسبت سے ہوتی تھی کہ ہمیشہ تیس طالب علم یورپ میں
موجود رہتے تھے۔ سفر اور وہاں کے قیام کا تمام صرف گورنمنٹ مصر کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اگرچہ
گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے یہ مصارف برداشت کئے لیکن بدقسمتی سے گورنمنٹ اور ملک کو ایک
ستنا سا کچھ فائدہ نہوا جو لوگ تعلیم پا کر آئے ان میں ہمارے ہندوستان کیطرح بہت کم ایسے نکلے جو

کسی فن میں کامل ہوں یا اُنکی ذات سے ملک کو کسی قسم کا فائدہ پہونچ سکے آخر سر رشتہ تعلیم کے افسر نے
اس پر توجہ کی اور غور و تحقیق کے بعد اس نقصان کے اسباب دریافت کئے جن میں سے ایک بڑا سبب یہ تھا
کہ لڑکوں کے انتخاب میں غلطی ہوتی تھی - اکثر بڑی عمر کے لڑکے بھیجے جاتے تھے اور چونکہ ابتدائی تعلیم بلیت تر
عمدہ نہیں ہوتی تھی یورپ کی تعلیم و تربیت کا اثر اُنپر بہت کم پڑتا تھا اس وقت سے یہ لازمی قرار دیا
گیا کہ آئندہ سے جو لڑکے بھیجے جایئں اُنکی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ ہو اس میں ایک یہ شکل تھی کہ مذہب
اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ اس لئے یہ قاعدہ قرار دیا گیا کہ چند علما طالب
علموں کے ساتھ جایا کریں جو عربی زبان اور مذہب کی تعلیم دیتے رہیں یہ طریقہ نہایت مفید ثابت
ہوا اور چونکہ ملک نے ان طالب العلموں کی عمدہ مثالیں دیکھیں لوگ اپنی اولاد کو اپنے صرف سے بھیجنے
لگے یہاں تک کہ ۱۸۹۹ء میں جس قدر لڑکے یورپ میں تعلیم پاتے تھے اُنمیں ۵ ۲ گورنمنٹ کی طرف
سے اور ۵۲ خود اپنے صرف سے تعلیم پاتے تھے ۱۸۹۹ء میں جس قدر طالب علم یورپ میں موجود تھے
اور جن علوم میں اُنکی تعلیم ہوتی تھی اُنکی تفصیل یہ ہے -

جن صیغوں میں تعلیم پاتے تھے	اپنے خاص صرف سے	حکومت کے صرف سے
بیرسٹری	۱۷	۵
ڈاکٹری	۱۲	۴
امور مالیہ	۰	۱
معلمی یا پروفیسری	۰	۳
زراعت	۲	۰
بیرسٹری کے لئے تیاری	۰	۱
ٹیکنیکل کالج کے لئے تیاری	۱	۰

ان میں سے ۱۳ طالبعلموں نے جو سلطنت کی طرف سے وظیفہ پاتے تھے نہایت اعلیٰ درجہ کی
ڈگریاں حاصل کیں ایک ان میں رشدی طپوزادہ تھا جسکو بیرسٹری میں ڈاکٹری کی سند ملی ایک لڑکا
نام اسمٰعیل آفندی تھا اور فرانس کے کالج میں پروفیسری کی تعلیم پاتا تھا - طبیعات کے امتحان
میں تمام کالج میں اس کا دسواں نمبر رہا حالانکہ کل امیدوار جو امتحان میں شریک تھے ۱۵۰۳ تھے اور سب

فرانس کے رہنے والے تھے۔ ایک اور لڑکا جسکا نام عبداللہ تھا اس نے پولیٹکل اکانمی میں سب سے اول
درجہ کا انعام حاصل کیا ان طالب علموں کے سوا چند اور طالب علم انگلستان اٹلی جرمن میں تعلیم پاتے
ہیں ان میں سے بعض کلوں کے بنانے کا کام سیکھتے ہیں اور ان سب کا صرف گورنمنٹ مصر ادا کرتی ہی
یورپ میں تعلیم پانے کے متعلق ۱۸۸۹ء کی رپورٹ میں ڈائرکٹر تعلیم نے ایک نہایت مفید اور مدلل
تقریر لکھی ہی اس میں اہل ملک سے خطاب کیا ہی کہ اگر وہ لوگ چند خاص باتوں کا لحاظ رکھیں گے تو
یورپ کی تعلیم سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ مدت دراز کے تجربے سے ثابت ہو چکا ہے وہ
لکھتا ہی کہ یا تو نہایت کم عمر لڑکے بھیجنے چاہیئں جو ابتدا سے لیکر انتہا تک یورپ ہی میں تعلیم پائیں۔
یا اگر بڑی عمر کے ہوں تو ضرور کہ یورپ جانیسے پہلے ایف اے کی سند حاصل کر چکے ہوں ہمارے ہندوستان
میں بھی عام شکایت ہی کہ یورپ کی تعلیم میں جو مصارف کثیر برداشت کئے جاتے ہیں اُن کا کافی صلہ
نہیں ملتا یہ شکایت بالکل سچ ہے اور غالباً اسکی وہی وجہ ہی جو مصر کے ڈائرکٹر تعلیم نے بیان کی ہی

قدیم تعلیم و جامع ازھر

جامع ازہر کی ابتدائی تاریخ

یہاں کی قدیم تعلیم۔ دوسرے لفظوں میں جامع ازھر کی تعلیم ہی اسلئے قدیم تعلیم کی کیفیت بیان
کرنیکے لئے جامع ازھر کے حالات بیان کرنے کافی ہیں۔ یہ وہی جامع ہی جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ کل
دنیا میں اس سے قدیم کوئی یونیورسٹی نہیں ہی یہ ایک جامع مسجد ہے اور قاہرہ میں سب سے پہلے مسجد جو تعمیر ہوئی
وہ یہی ہی۔ فاطمیین مصر میں سے خلیفہ المعز الدین اللہ کے ایک غلام نے جو سسلی کا رہنے والا تھا اور اپنی
قابلیت خداداد سے دولت فاطمیہ کا دست بازو بن گیا تھا ۳۵۹ہجری میں اس مسجد کی بنیاد ڈالی اور
۳۶۱ہجری میں انجام کو پہونچی ۳۷۸ھ میں خلیفہ عزیز باللہ نے مسجد سے متصل طالب علموں کے
لئے کچھ مکانات بنوائے اور ۳۵ طالبعلموں کے لئے وظیفہ مقرر کیا۔ حاکم بامر اللہ نے ۴۰۰ہجری میں
مسجد کی عمارت میں تجدید کی اور اسکے مصارف کے لئے ۱۶۷ دینار منافع سالانہ کی جائداد وقف کی ۵۶۱ھ
میں امیر طوشی نے یتیموں کیلئے ایک خاص مکتب قائم کیا اور اسکے ساتھ عام طلبا مسجد کے لئے بہت
سی جائدادیں وقف کیں۔ رفتہ رفتہ بہت بڑا دار العلوم بن گیا یہانتک کہ ۸۱۸ھ میں اسکے طالبعلم

طالب العلم کی تعداد

کی تعداد ۷۰۰ سے متجاوز تھی جسمیں ہر ملک اور ہر قوم کے اشخاص تھے اور آج تو یہ حالت ہی کہ کثرت طلبا
کے لحاظ سے تمام دنیا کی کوئی یونیورسٹی اسکی ہمسری نہیں کر سکتی کم و بیش چار پانچ ہزار طالب علم خود

مسجد میں سکونت رکھتے ہیں۔ بہت سے آس پاس کی مسجدوں میں رہتے ہیں لیکن کھانا یہیں سے ملتا ہی
غرض ہر قسم کے طلبا کی تعداد جنکو جامع ازہر سے تعلق ہی بارہ ہزار سے متجاوز ہی۔ ہر ملک کے طالبعلموں کے
لئے الگ الگ بالاخانے ہیں جنکو یہاں رواق کہتے ہیں بہت سے طالبعلم بلکہ کثرت سے ایسے ہیں جن کے
لئے مکان یا حجرہ کچھ بھی نہیں مسجد کے صحن میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں چھوٹی چھوٹی الماریاں اوپر تلے چنی
ہیں یہی انکے توشہ خانہ ہیں جنمیں وہ اپنے کپڑے اور ضروری اسباب رکھتے ہیں۔ سونے بیٹھنے کے لئے مسجد
کا تمام صحن پڑا ہوا ہے۔ اول اول جب میں اس مسجد کی زیارت کیلئے گیا تو دور سے گونج کی آواز آئی اندر
داخل ہوا تو ہر طرف طالب علم ہی طالب علم نظر آتے تھے جا بجا مدرسین درس دے رہے تھے اور ایک ایک
کے گرد تیس تیس چالیس چالیس کا مجمع تھا۔ یہ حلقے تیس چالیس سے کم نہ تھے اور چونکہ پاس پاس تھے اس لئے
اسقدر شور و غل تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی مجھکو خیال ہوا کہ آج کوئی خاص دن ہی اور اس
وجہ سے کثرت سے طلبا جمع ہوگئے ہیں لیکن دو چار روز رہکر یہ معلوم ہوا کہ یہ معمولی حالت ہی مجھکو خیال ہوا
کہ اس ہنگامہ میں جمعیت خاطر ایک طرف مدرسین کی آوازیں بھی طالب علموں کے کان تک پہونچتی ہیں یا نہیں

طالب علموں کے رہنے کا طریقہ

جن جن ملکوں مثلاً شام۔ مغرب۔ جزیرہ۔ عراق۔ بخارا۔ خراسان۔ افغانستان۔ ہندوستان وغیرہ کے
طالب العلموں کے لئے رواق بنے ہیں وہاں کے لوگ ہمیشہ سوداگروں کے ذریعے سے سالانہ کچھ رقم بھیجتے ہیں
جوان طلبا کو جیب خرچ کے طور پر دیجاتی ہی معمولی کھانا خود ازہر سے ملتا ہی۔ لیکن چونکہ صرف روٹیاں
ملتی ہیں اسلئے سالن کا اہتمام انکو خود کرنا پڑتا ہی۔ بہت سے طلبا جنکو چار چار پانچ پانچ روٹیاں ملتی
ہیں نان بائی کو دو تین روٹیاں دیکر اسکے بدلے سالن لے لیتے ہیں اور اسطرح انکے جیب خرچ پر چنداں بار
نہیں پڑتا۔ روٹیوں کی تقسیم کا طریقہ یہ ہی کہ وقت معین پر طلبا کا ایک گروہ بازار میں (جو مسجد کے سامنے
ہی) دو رویہ صف باندھکر کھڑا ہو جاتا ہی اور روٹیاں تقسیم ہونی شروع ہوتی ہیں۔ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ
آتا ہی اور یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک قائم رہتا ہی۔ طالب علموں کے ہاتھوں میں کوئی تولیہ یا رومال نہیں ہوتا
جسطرح بھیک منگے جو کچھ ملتا ہی ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہیں ان طالب علموں کا بھی یہی حال ہی۔

خوراک

مدرسین کی تعداد چالیس سے زیادہ ہی۔ مدرس اول جو شیخ ازہر کہلاتا ہی اور جسکی تنخواہ چھ سات سو
ماہوار سے کم نہیں ہوتی نہایت معزز سمجھا جاتا ہی یہانتک کہ خود حکومت اسکا پاس کرتی ہی اس مدرسے
کا مجموعی خرچ دو تین لاکھ روپئے سالانہ سے کم نہیں ۱۸۹۴ء میں علاوہ اس رقم کے سررشتہ تعلیم سے دو لاکھ

تعداد مدرسین

سالانہ کی رقم اور منظور ہوئی۔

مجکو اپنے تمام سفر میں جس قدر جامع ازہر کے حالات سے مسلمانوں کی بدبختی کا یقین ہوا کسی چیز سے نہیں ہوا۔ ایک ایسا دارالعلوم جسمیں دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان جمع ہوں جسکا سالانہ خرچ دو تین لاکھ سے کم نہو جسکے طالب علموں کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو اسکی تعلیم و تربیت سے کیا کچھ امید ہو سکتی تھی لیکن افسوس ہو کہ وہ بجائے فائدہ پہونچانیکے لاکھوں مسلمانوں کو برباد کر چکا ہو اور کرتا جاتا ہو تربیت و معاشرت کا جو طریقہ ہو اور جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں اُس سے حوصلہ مندی بلند نظری۔ جوش ہمت غرض تمام شریفانہ اوصاف کا استیصال ہو جاتا ہو میں نے یہاں ایسے طلبا دیکھے ہیں جنکے عزیز اور نہایت قریب عزیز (چچا ماموں وغیرہ) خود اسی شہر میں بڑی بڑی معزز عہدوں پر ہیں اور انکی تمام ضروریات کے متکفل بھی ہیں تاہم چونکہ یہ طلبہ ازہر میں رہتے ہیں اس لئے اُنکو عام بازار میں ہاتھ پھیلا کر روٹیاں لینے میں ذرا شرم نہیں آتی۔ طالب علموں کی دنارت اور پست حوصلگی کا یہ حال ہو کہ بازار میں پیسے کی ترکاری خریدتے ہیں تو کنجڑے کو قسم دلاتے جاتے ہیں کہ بِرَاسِ سیدنا الحسین یعنی تجکو امام حسین کے سر کی قسم واجبی قیمت بتانا! کیا اس قسم کے تربیت یافتہ لوگوں سے یہ امید ہو سکتی ہو کہ وہ اسلام کی عظمت و شان بڑھائیں گے! ہمارے ملک میں جو اس قسم کے مدرسے ہیں ازہر اُنسے بھی گیا گزرا ہے۔

اس سے زیادہ تر افسوس تعلیم کی ابتری کا ہو یہاں مستقل و اصلی طور پر صرف فقہ و نحو کی تعلیم ہوتی ہو اور دونوں کیلئے آٹھ آٹھ برس مقرر ہیں منطق۔ فلسفہ ریاضی اور دیگر علوم عقلیہ تو گویا درس میں داخل ہی نہیں اصول فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ ادب۔ معانی۔ بیان کی تعلیم ہو لیکن اس قدر کم ہو کہ اتنی بڑے دارالعلوم کی کسی طرح شایاں نہیں۔ نحو اور فقہ جس پر ایک عمر صرف کیجاتی ہو انکی تعلیم بھی محققانہ اور مجتہدانہ نہیں ہوتی کافیہ وغیرہ کی شرحیں۔ شرحوں کے حاشی اور حاشی کے حواشی پڑھائے اور یاد کرائے جاتے ہیں شیخ طبان حال میں ایک بزرگ گذری ہیں انکی ایک شرح ہو اس شرح کو اس قدر مہتم بالشان سمجھا گیا ہو کہ اسکی شرحیں اور شرحوں کے حاشیے درس میں داخل ہیں اور اس تمام سلسلہ کا ضبط و حفظ کرنا انتہا کمال خیال کیا جاتا ہے چونکہ میں نے خود ازہر میں قیام کیا تھا اکثر طلبا سے صحبت رہتی تھی میں انکو نہایت معمولی ناقابل التفات جزئی بحثوں میں مصروف دیکھتا تھا۔ اور افسوس کرتا تھا اسی لغو طریقہ تعلیم کا اثر ہے کہ ایک مدت سے ازہر نے کوئی قابل قدر عالم اور مصنف نہیں پیدا کیا ہے

طالب کا اخلاق

طلباء سے دریافت کیا کہ شیخ ازہر جو استاد الکل خیال کئے جاتے ہیں انکی کوئی تصنیف بھی ہی انھوں نے
بڑے فخر سے کہا صبان پر بڑے معرکہ کے حاشیہ لکھے ہیں۔

زیادہ افسوس یہ ہی کہ تعلیم کسی اصول پر نہیں ہے نہ صف بندی ہی نہ کوئی خاص نصاب ہی نہ امتحان
ہوتا ہی نہ ترقی پانے کیلئے کوئی قاعدہ مقرر ہی افسوس بر افسوس یہ ہی کہ ان ابتریوں کی اصلاح کی کوئی
تدبیر نہیں۔ علی پاشا مبارک نے جو ایک زمانے میں سررشتہ تعلیم کا افسر تھا کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی
اس پر ازہر کے تمام علما اسکے دشمن بنگئے اور چونکہ شیخ ازہر کا اثر طلبا پر منحصر نہیں بلکہ تمام ملک اسکو
مذہبی پیشوا تسلیم کرتا ہی اس لئے پاشائے موصوف کو اغماض کرنا پڑا ازہر حقیقت میں ایک ملکی
طاقت ہی اور خود سلطنت اسکی مخالفت پر آسانی جرات نہیں کر سکتی۔

کتب خانہ خدیویہ

کتاب کے لینے کا متعارف طریقہ

یہ نہایت عالیشان کتب خانہ ہی اور ترتیب خوش اسلوبی زیب و زینت حسن انتظام خوبی عمارت
میں قسطنطنیہ کے تمام کتب خانون سے بہتر ہے۔ عمارت نہایت شاندار و وسیع ہی اور مختلف حصّون
میں منقسم ہے ایک حصہ سیر و مطالع کیلئے مخصوص ہی اس میں تین بڑے بڑے کمرے ہیں ایک کمرے
میں بہت بڑی لمبی میز ہے جسپر رجسٹر اور فہرست کی جلدین چنی ہیں ایک کمرہ مطالعہ اور ایک نقل
و کتابت کے لئے خاص ہی جو شخص کوئی کتاب لینی چاہے افسر کتب خانہ اسکو ایک چھپا ہوا کارڈ دیتا
ہی کارڈ مین مفصلہ ذیل عنوان ہوتے ہیں۔ کتاب لینے والے کا نام مع تصریح سکونت و پیشہ ضامن
کا نام (اجنبی شخص کو بغیر ضمانت کے کتاب نہیں ملسکتی) کتاب کا نام اور فن اور یہ تصریح کہ کتاب مطالعہ
کے لئے لیتا ہی یا نقل کے لئے تعداد ایام یہ کارڈ خانہ پری کر کے ملازم کتب خانہ کو حوالہ کر دیا جاتا ہی اور
تھوڑی دیر کے بعد کتاب مطالعہ یا نقل کرنے کے کمرے میں آجاتی ہے۔ یہ طریقہ اگرچہ حسن انتظام
کی دلیل ہی۔ لیکن دقت سے خالی نہیں۔

کتابیں جہاں رکھی ہیں وہ بالکل جداگانہ قطعہ ہی جسمیں متعدد کمرے ہیں ایک کمرہ جو نہایت وسیع ہے
اُس میں نہایت پرتکلف ترکی قالین بچھا ہے۔ چاروں طرف دیوار سے ملی ہوئی آئینہ دار الماریاں ہیں
بیچ میں آئینہ دار میزین ہیں جنکے اندر قلمی اور نایاب کتابیں کھلی ہوئی رکھی ہیں ان میں ایک قرآن ہی
جو ہرن کے چمڑے پر لکھا ہوا ہے اور جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادق ؑ کے ہاتھ کا

لکھا ہوا ہے اُس کے سوا قرآن مجید کے اور نادر نسخے ہیں جو سلاطین مصر نے آٹھویں اور نویں صدی میں وقف کئے تھے۔

یہ کتب خانہ ۱۲۸۶ھ میں قائم ہوا اُسکی مختصر تاریخ یہ ہے کہ قاہرہ و اسکندریہ وغیرہ میں اس سے بہت سے چھوٹے چھوٹے وقفی کتب خانے تھے اور چونکہ انکی حفاظت کا کافی انتظام نہ تھا کتابیں ابتر اور ضائع ہوتی جاتی تھیں اس لحاظ سے علی پاشا ڈائرکٹر سرشتہ تعلیم کی رپورٹ پر یہ کتب خانہ قائم کیا گیا اور تمام قدیم کتب خانوں کی کتابیں اس میں داخل کردی گئیں۔ خدیو کے حکم سے علما کی ایک مجلس قائم ہوئی جسکا یہ کام تھا کہ عمدہ اور نادر کتابیں تلاش کریں تاکہ اُنکی نقلیں لکھوا کر کتب خانہ میں داخل کی جائیں جب کتابوں کا ایک معتد بہ ذخیرہ جمع ہو گیا تو خدیو نے فہرست کی تیاری کا حکم دیا چنانچہ ۱۳۰۱ھ میں یہ فہرست شروع ہو کر ۱۳۰۵ھ میں انجام کو پہونچی یہ فہرست آٹھ جلدوں میں ہے اور صرف عربی کتابوں کی ہے۔ ترکی۔ اور فریچ و انگریزی کتابوں کی جدا فہرستیں ہیں۔

نقشہ ذیل سے عربی کتابوں کے متعلق ایک اجمالی اطلاع حاصل ہوگی۔

نام فن	تعداد کتب	نام فن	تعداد کتب
مصاحف مجید	۱۶۱	حدیث	۱۵۰۳
علم قرارت	۸۵	توحید	۵۶۳
تفسیر	۶۴۷	تصوف	۷۰۵
مواعظ	۳۷۷	الفوائد والادعیۃ	۶۴۴
اصول فقہ	۴۲۵	اداب البحث	۲۰۸
فقہ حنفی	۱۴۵۱	فقہ مالکی	۲۳۷
فقہ شافعی	۵۲۰	فقہ حنبلی	۱۲۶
علم الفرائض	۱۳۸	علم صرف	۲۳۸
نحو	۱۰۲۹	بلاغۃ	۲۸۵
علم الوضع	۱۸	علم اللغۃ	۱۶۰
عروض والقوافی	۶۸	علم ادب	۱۲۴۹

تاریخ	۱۱۸۴	ریاضی	۱۸۸
علم الہیئۃ	۱۹	علم المیقات	۵۵۴
علم الحرف والاسرار	۱۸۵	الکیمیا و الطبیعۃ	۹۸
طب	۴۶۴	منطق	۲۵۶
حکمت و فلسفہ	۱۲۴	فنون متنوعہ	۱۰۹۶

میزان کل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۷۰۵۰

میں اس موقع پر بعض نادر اور نایاب کتابوں کے نام درج کرتا ہوں جو اس کتب خانہ میں موجود ہیں

تفسیر احکام القرآن لابی بکر الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن العربی احکام القرآن الکیا الہراسی المتوفی ۵۰۴ھ اعراب القرآن للنحاس النحوی المتوفی ۳۳۸ھ اعجاز القرآن للباقلانی البحر المحیط لابن حیان الاندلسی۔ البرہان للشیخ ابی الحسن الاوحدی المتوفی ۴۳۵ھ فی عشر مجلدات البسیط للواحدی۔ تنزیہ القرآن للقاضی عبد الجبار المعتزلی۔ جامع البیان فی تاویل القرآن لمحمد بن جریر الطبری ۲۱ مجلدات۔ تفسیر ابن جوزی ۴ مجلدات۔ تفسیر حافظ عبد الرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ غریب القرآن السجستانی المتوفی ۳۳۰ھ غریب القرآن لاحمد بن الہروی المتوفی ۴۰۱ھ غریب القرآن لابن قتیبۃ قانون التاویل للقاضی ابی بکر ابن المغربی الاندلسی المتوفی ۵۴۳ھ الکفیل بمعنے التنزیل للعماد الکندی قاضی اسکندریہ المتوفی ۷۱۰ھ

حدیث الاحکام الکبری لعبد الحق الاشبیلی۔ اختلاف الحدیث للامام شافعی آداب للامام الحافظ البیہقی۔ جامع المسانید والقاب لابن الجوزی۔ الجوہر النقی۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی سنن کبری بیہقی۔ شرح معانی الآثار للعینی۔ مسند امام حنبل۔ مسند امام راہویہ مسند حافظ ابی عوانۃ مسند حافظ ابو عبد اللہ المزوری۔ مسند حافظ ابو نعیم۔

تاریخ احاطہ فی اخبار غرناطہ۔ اخبار ابی نواس عدد اوراقہا ۱۲۰۔ اخبار سیبویہ النحوی اوراقہا ۳۶ الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبۃ اوراق صولی ناقص۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ناقص تاریخ بغداد خطیب ناقص تاریخ الحکما لجمال الدین القفطی طبقات الامم لصاعد الاندلسی سلم الوصول الی طبقات الفحول لمصنف کشف الظنون۔ السہم المصیب فی الرد علی الخطیب طبقات الحفاظ للذہبی طبقات کبری

سبکی - طبقات الشافعیہ - طبقات الشعراء لابن قتیبہ - طبقات الفقہاء امام ابواسحق شیرازی - طبقات
ابن سعد تاریخ عینی - طبقات حملۃ المذہب لابن الملقن فضائل ابی بکر الصدیق لابن العشاری من
اصحاب القرآن الخامس - فضائل ابی حنیفۃ النعمان لابن العوام - فضائل مصر لابن یوسف الکندی
المتوفی ۳۵۵ھ منقولہ من نسخۃ الاصل الکتبۃ لکافور الاخشیدی اللباب فی الانساب لابن الاثیر
مناقب الشافعی مختصر المتنابلۃ لابن الجوزی واختصارہ ایضاً لہ - مسالک الامصار لابن فضل اللہ -
مناقب الامام الشافعی للرازی - مناقب امام احمد حنبل لابن الجوزی سیرۃ الفاروق لابن الجوزی
المنتظم لابن الجوزی - نہایۃ الارب للنویری ناقص -

ادب الاشباہ والنظائر - البیان والتبیین للجاحظ جمہرۃ اشعار العرب ابن درید حماسۃ
البصریین - دیوان حافظ ابن حجر - دیوان ابن الرومی - دیوان ابن المعتز - دیوان ابی نواس - دیوان
الاعشی - ذوالرمۃ - دیوان قطامی - دیوان قیس بن الخطیم - دیوان لبید - دیوان المتلمس روضۃ
البلاغۃ الزاہر للزجاجی - شرح ابن جنی علی المتنبی - شرح دیوان ابی تمام للصولی المتوفی ۳۳۵ھ شرح
دیوان جران لعود للامام السکری المتوفی ۲۷۵ھ شرح دیوان حطیئہ - شرح مرزوقی علی الحماسۃ شرح الحماسۃ
لابی العلاء المعری - شرح دیوان حماسہ لابن جنی شرح دیوان خرنق وہی مشاعرۃ جاہلیۃ شرح دیوان
زہیر بن ابی سلمیٰ للامام ثعلب - شرح دیوان زہیر للاعلم الشنتمری - شرح دیوان عبیداللہ بن قیس الرقیات
للسکری شرح دیوان المثقب العبدی وہو جاہلی - شرح المعلقات لابن النحاس شرح المفضلیات
لابن الانباری دیوان سراقہ بن مرداس - دیوان شماخ - دیوان عمر بن ابی ربیعۃ شرح دیوان روبۃ
شرح دیوان العجاج دیوان واوا الدمشقی -

قدیم یادگاریں اور قابل سیر مقامات

آثار قدیمہ کے لحاظ سے کوئی شہر اس شہر کی ہمسری نہیں کرسکتا سچ یہ ہے کہ یہاں کی ایک ایک
ٹھیکری قدامت کی تاریخ ہے - سواد شہر کے ویرانوں میں اسوقت تک سیکڑوں خزف ریزے ملتے
ہیں جن پر کئی کئی ہزار قبل کے حروف و نقوش کندہ ہیں - مجکو اتنا وقت بلکہ سچ یہ ہے کہ اتنی مہلت
کہاں تھی کہ تمام قدیم یادگاروں کی سیر کرتا - البتہ چند مشہور مقامات دیکھے اور ان ہی کے حال پر اکتفا کرتا ہوں
اہرام - یہ وہ قدیم بنا ہیں جنکی نسبت عام روایت ہے کہ طوفان نوح سے پہلے موجود تھے اور اسقدر

تو قطعی طور سے ثابت ہی کہ یونان کی علمی ترقی سے انکی عمر زیادہ ہی۔ کیونکہ جالینوس نے اپنی تصنیف میں اسکا ذکر کیا ہی۔ یہ مینار نہایت کثرت سے تھے یعنی دو تین میل میں پھیلے ہوئے تھے۔ صلاح الدین کے زمانہ میں اکثر ڈھلائے گئے۔ ان میں سے جو باقی رہ گئے ہیں اور جنپر خاص طور سے اہرام کا اطلاق ہوتا ہی صاف تین ہیں۔ جو سب سے بڑا ہے اسکی لمبائی ۴۸۰ فیٹ یعنی قطب صاحب کی لاٹ سے دگنی ہی نیچے کی چبوترہ کا ہر ضلع ۷۶۴ فیٹ مینار کا مکعب ۸ کرور نوے لاکھ فیٹ ہی اور وزن ۶۸ لاکھ ۴۰ ہزار ٹن اسکی تعمیر میں ایک لاکھ آدمی بیس برس تک کام کرتے رہی۔ پتھر ۳۰-۴۰ فیٹ لمبے اور پانچ پانچ فیٹ چوڑے پتھر کی چٹانیں ہیں اور چوٹی پر جو چھوٹی سے چھوٹی ہیں ۸ فیٹ کی ہیں اسکی شکل یہ ہے۔

ایک نہایت وسیع مربع چبوترہ ہی اُس پر ہر طرف سے کسی قدر سطح چھوڑکر دوسرا چبوترہ ہے اسیطرح چوٹی تک اوپر تلے چبوترے ہیں اور ان چبوتروں کے بتدریج چھوٹے ہوتی جانیسے زینہ کی شکل پیدا ہوگئی ہی تعجب یہ ہی کہ پتھروںکو اسطرح وصل کیا ہی کہ جوڑ یا درز کا معلوم ہونا تو ایک طرف چونہ یا مصالح کا بھی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ اسپر استحکام کا یہ حال ہی کہ کئی ہزار برس ہو چکے اور جوڑوں میں بال برابر فصل نہیں پیدا ہوا۔ ان میناروں کو دیکھکر خواہ مخواہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جرثقیل کا فن قدیم زمانہ میں موجود تھا۔ کیونکہ اس قدر بڑے بڑے پتھر اتنی بلندی پر جرثقیل کے بغیر چڑھائے نہیں جا سکتے اور اگر اس ایجاد کو زمانہ حال کے ساتھ مخصوص سمجھیں تو جرثقیل سے بھی بڑھکر کسی عجیب صنعت کا اعتراف کرنا پڑیگا ان میناروں میں سے ایک جو سب سے چھوٹا ہے وہ کسی قدر خراب ہوگیا ہی جسکی کیفیت یہ ہی کہ ۵۹۳ھ میں ملک العزیز پسر سلطان صلاح الدین نے بعض احمقوں کی ترغیب سے اُسکو ڈھانا چاہا چنانچہ دربار کے چند معزز افسر اور بہت سے نقب زن اور سنگتراش اور مزدور اسکام پر مامور ہوئے۔ آٹھ مہینہ تک برابر کام جاری رہا اور نہایت سخت کوششیں عمل میں آئیں۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ برباد کر دیئے گئے لیکن بجز اسکے کہ اوپر کی استرکاری خراب ہوئی یا کہیں سے ایک آدھ پتھر اُکھڑ گیا اور کچھ نتیجہ نہیں ہوا مجبور ہو کر ملک العزیز نے یہ ارادہ چھوڑ دیا[1]۔

اہرام کے قریب ایک بہت بڑا بت ہی جسکو یہاں کے لوگ ابو الہول کہتے ہیں اس کا سارا دھڑ زمین کے اندر ہے۔ گردن اور سر اور دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں چہرہ پر کسی قسم کا سرخ روغن ملا ہی جسکی

[1] اس واقعہ کو عبد اللطیف بغدادی نے مصر کی تاریخ میں افسوس کے ساتھ درج کیا ہے ۱۲۔

اب اسوقت تک قائم ہی۔ ان اعضا کی مناسبت سے اندازہ کیا جاتا ہو کہ پورا قد ساٹھ گز سے کم نہ ہوگا۔

چاہ یوسف

باوجود اس غیر معمولی درازی کے تمام اعضا ناک کان وغیرہ اس ترتیب اور مناسبت سے بنائے ہیں کہ اعضا کے باہمی تناسب میں بال برابر فرق نہیں۔ عبداللطیف بغدادی سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے سب سے عجیب تر کیا چیز دیکھی اُس نے کہا کہ ابو الہول کے اعضا کا تناسب کیونکہ عالم قدرت میں جس چیز کا نمونہ موجود نہیں اُس میں ایسا تناسب قائم رکھنا آدمی کا کام نہیں۔

قلعہ۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کے عہد کا ہے قلعہ کی اصل عمارت میں نہیں دیکھ سکا البتہ محمد علی پاشا کی مسجد دیکھی بڑی شان و شوکت کی ہے چھت اور دیواروں پر طلائی نقش و نگار ہیں تمام مسجد میں نہایت عمدہ ترکی قالین کا فرش ہے مسجد کے قریب وہ عجیب و غریب کنواں ہے جسکو عوام نے چاہ یوسف اور زندان یوسف مشہور کر رکھا ہے اور لوگ اُسکی زیارت کو جاتے ہیں۔ چونکہ سلطان صلاح الدین کا اصل نام یوسف تھا اس لئے مجاوروں کو عوام کے بہکانے کا اچھا ذریعہ ہاتھ آگیا ہے لطف یہ ہی کہ اس میں ایک قبر بنا رکھی ہی اور اُسکو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر بتاتے ہیں مجاور صاحب نے مجکو بھی دھوکا دینا چاہا اور جب میں نے کہا کہ حضرت یوسف یہاں کہاں تو برجستہ فرمایا کہ مجکو سہو ہوا یہ اُس قیدی کی قبر ہے جو حضرت یوسف کیساتھ قید خانہ میں داخل ہوا تھا اور اُنسے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔

یہ کنواں درحقیقت عجیب و غریب ہے اسکے عمق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ (۳۰۰) سیڑھیاں اُتر کر اُسکی جگت ملتی ہے سیڑھیاں بڑی پیچ در پیچ سے بنائی گئی ہیں اور راستہ اس قدر تاریک ہو کہ بغیر شمع کے کچھ نظر نہیں آسکتا۔ چنانچہ جو لوگ اُسکی سیر کو جاتے ہیں۔ مجاور شمع لیکر اُنکے ساتھ ہوتا ہے۔ جگت پر پہنچکر میں نے کنکری پھینکی۔ تو دیر کے بعد اُسکی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ پانی بہت فاصلہ پر ہے۔

عجائب خانہ

انٹیک خانہ یعنی عجائب خانہ یہ عجائب خانہ محمد علی پاشا خدیو مصر نے ۱۸۳۵ء میں قائم کیا۔ شہر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر سرکاری باغ ہی جو کئی میل لمبا چوڑا ہی عجائب خانہ اسی میں واقع ہی اس میں بیشمار کمرے ہیں اور نہایت خوبصورتی سے مرتب ہیں۔ یہاں حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے کی یادگاریں موجود ہیں۔ تشتریاں۔ پیالے۔ مرتبان۔ اور اس قسم کے سیکڑوں برتن ہیں جو کئی کئی ہزار برس کے ہیں سب سے عجیب و غریب وہ لاشیں ہیں جنپر ہزاروں برس گذر گئے اور ابتک اصلی ہیئت کیساتھ قائم

قدیم لاشیں

ہیں انکو عربی میں مومیائی اور انگریزی میں ممی کہتے ہیں۔ قدیم مصریوں کا دستور تھا کہ لکڑی یا پتھر

کو کشتی کی وضع پر تراش کر اس میں مردوں کی لاشیں رکھتے تھے اور خالی جگہ کو چونہ وغیرہ سے بھر کر اوپر کی
سطح پر مردہ کی تصویر بنا دیتے تھے لاشوں میں ایک خاص قسم کا مصالحہ لگایا جاتا تھا جسکی وجہ سے
بدن سڑنے گلنے سے محفوظ رہتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے تابوت یہاں موجود ہیں اور ان ہی کو
مومیائی یا ممی کہتے ہیں انمیں سے دو یا تین تابوت کھل گئے ہیں۔ یعنی اوپر کا چونہ اور مصالحہ ہٹ
گیا ہے اور اسوجہ سے تمام جسم صاف نظر آتا ہے میں نے بہت غور سے ان لاشون کو دیکھا باوجود ہزاروں
برس گذرنیکے جسم پر بوسیدگی کا ذرا بھی اثر نہیں۔ سر کے بال اور ناخن بدستور قائم ہیں انکو دیکھکر
دل پر عجیب تاثیر ہوتی ہے اور درحقیقت اس سے بڑھکر عبرت کا مرقع اور کیا ہوگا۔

زندان یوسف

سجن یوسف یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ یہ وہی قید خانہ ہی جسکا ذکر قرآن مجید
میں ہے اور جو حضرت یوسف کے جمال مبارک کی وجہ سے رشک ارم تھا شعر

در چمن بود زلیخا و بحسرت مے گفت　　یاد زندان کہ در و انجمن آرائے ہست

علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ صحیح روایات اور قرآن سے ثابت ہی کہ حضرت یوسف جس قید خانہ
میں قید ہوئے تھے وہ یہی مقام ہی مامجکو سخت افسوس ہی کہ میں اس عبرت انگیز اور متبرک مقام کی
سیر نکر سکا میں نے اس کا تذکرہ صرف اس وجہ سے کر دیا ہی کہ ہمارے ہموطنوں میں سے خدا کسی کو یہاں
پہونچائے تو میری طرح اسکی زیارت سے محروم نرہے۔

اسلامی قدیمی یادگاریں بھی یہاں کثرت سے ہیں مسجدونکی تو کچھ انتہا نہیں سیکڑوں بلکہ ہزاروں
ہیں ان میں سب سے قدیم جامع عمرو بن العاص ہی جو حضرت فاروق رض کے عہد خلافت کی یادگار ہے
مشہد حسینؑ ایک مسجد ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک اسمین مدفون ہے
معلوم نہیں کہ روایت کہانتک صحیح ہی۔ لیکن یہاں کے عام لوگ اسی بنا پر مسجد کا احترام کرتے ہیں
حکومت کی طرف سے بھی اسکے لئے بڑا اہتمام ہے۔ شاندار وسیع اور خوبصورت مسجد ہے اسپر تکلف
اور ساز و سامان نے اور بھی اسکی رونق بڑھا دی ہے۔ تمام مسجد میں ٹرکی قالین بچھا ہوا ہے اور
غالبًا بہت جلد جلد بدلا جاتا ہے کیونکہ میں نے جب دیکھا تو کہنگی اور فرسودگی کا مطلق اثر نہ تھا
سب سے زیادہ عجیب و غریب مسجد سلطان حسن کی مسجد ہے جو قلعہ کے قریب ہی اس مسجد کی تعمیر
میں متصل تین برس تک بیس لاکھ درہم (یا پچہزار روپے) روزانہ صرف ہوئے ۷۵۷ھ میں اسکی تعمیر

شروع ہوئی اور سنہ ۷۶۴ھ میں انجام کو پہونچی اسکو مدرسہ سلطان حسن بھی کہتے ہیں کیونکہ اسکے چار طرف بڑی بڑی ایوان ہیں جنمیں ائمہ اربعہ کے فقہا فقہ وحدیث کا درس دیتے ہیں موَرخ مقریزی نے لکھا ہی کہ تمام ممالک اسلام میں کوئی مذہبی عمارت اسکے مثل تعمیر نہیں ہوئی "" اگرچہ میں اس دعوی کو تسلیم نہیں کر سکتا لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ دنیا کی کوئی مسجد اس قدر بلند اور مرتفع نہیں ہی افسوس اور سخت افسوس ہی ایسی عجیب وغریب یادگار بالکل ویران ہو رہی ہی رات کو اسمیں چراغ تک نہیں جلتا اور دروازہ ہر وقت بند رہتا ہی میں دروازہ کھلوا کر اندر گیا تو ہر طرف وحشت برستی تھی۔ اسلامی سلطنت میں ایسی عظیم الشان مسجد کی یہ بے قدری نہایت قابل تعجب ہے۔

مزارات اور مشاہد بھی کثرت سے ہیں اور اُنکے مصارف کیلئے بہت سے اوقاف ہیں۔ حضرت زینبؓ (امام حسین علیہ السلام کی بہن) حضرت کلثومؓ۔ امام شافعیؒ۔ امام لیثؒ کے مقبرے بڑی شان وشوکت کے ہیں۔ میں نے امام شافعیؒ کے مزار کی زیارت کی اور مزارات کی زیارت کا بھی ارادہ تھا لیکن وہاں پہونچکر جو حالت دیکھی اُس سے طبیعت کو وحشت ہوئی اور متاسف ہو کر واپس آیا مصر والوں نے ہفتہ کے خاص خاص دن قرار دے رکھے ہیں جنمیں اُنکے اعتقاد کیموافق حضرت زینبؓ وامام شافعیؒ وغیرہ کی روحیں عالم بالا سے اپنے مزارات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں ان خاص دنوں کو حضرہ کہتے ہیں اور جسکے حضرت کا جو دن ہوتا ہی اُسدن اُنکے مزار پر بڑی بھیڑ ہوتی ہی۔ کثرت سے لوگ زیارت کو آتے ہیں اور قبر کو بوسہ دیکر اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں اُس وقت لوگوں کی جو حالت ہوتی ہی اس میں شرک وبت پرستی میں اگر کچھ فرق ہی تو ایسا دقیق ہی کہ مجھ جیسے ظاہر بین کو نظر نہیں آسکتا تھا مجکو ہندوستان ہی کی قبر پرستی کا رونا تھا لیکن مصر پہونچکر تمام اسلامی دنیا کی نسبت یہ شعر یاد آیا ؎

زپائے تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

قدیم زمانے کے مدرسے جنکا اجمالی ذکر میں نے گزشتہ تعلیم میں کیا ہی اب بھی موجود ہیں لیکن ویران ہوتے جاتے ہیں۔ راہ چلتے چلتے اتفاق سے ایک مدرسہ میں میرا گذر ہوا اگرچہ وہ ایک محض معمولی مدرسہ تھا لیکن عمارت خوشنما اور بہت اونچی تھی۔ چاروں طرف طالبعلموں کے رہنے کے کمرے بیچ میں وسیع صحن صحن میں دو ایک کیاریاں اور کھجور کے چند درخت ہیں۔ غرض اُسکی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ چھوٹے چھوٹے مدرسہ کا ویران ہونے پر یہ حال ہے تو بڑے بڑے مدرسے زیادہ پرشان موزوں اور خوبصورت رہے ہونگے

المطابع

مطابع اور اخبارات

چونکہ مصر کی مطبوعہ کتابیں تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں اور عربی کتابوں کے چھاپنے اور پھیلانے
میں مصر نے عام ناموری حاصل کی ہے اسلئے ان مطبعوں اور یہاں کے کتب فروشوں کا مختصر تذکرہ بھی
ضروری ہے۔ مطابع یہاں کثرت سے ہیں اور بعض بعض قابل تعریف ہیں بالخصوص بولاق کا سرکاری مطبع
عظیم الشان ہے اور صحت و صفائی و خوبی کاغذ و عمدگی مطبع کے لحاظ سے اپنا آپ نظیر ہے۔ یہ مطبع سنہ ١٨٢٢ع
میں محمد علی پاشا کے حکم سے قائم ہوا اور اسوقت اسمیں چار سو آدمی کام کرتے تھے اب بھی نہایت رونق
پر ہے لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ملک کے مذاق کے خراب ہوجانیکی وجہ سے عمدہ اور نادر المضمون
کتابیں کم چھپتی ہیں۔ کتب خانہ خدیویہ میں جو نایاب قلمی کتابیں موجود ہیں اُنمیں سے اگر سو دو سو کتابیں
بھی چھاپ دیجادیں تو دنیا معلومات مفیدہ سے مالا مال ہو جائے میں نے بعض روشنضمیر مطبع والوں
سے اسباب میں گفتگو کی۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اس قسم کی کتابیں عام پسند نہیں عام پسند کتابیں
البتہ بار بار چھپتی رہیں اور بک جاتی ہیں مثال کے طور پر اُنھوں نے کہا کہ کتاب الخراج قاضی ابو یوسف
جو آٹھ برس سے پہلے چھپتی تھی اسکی جلدیں آجتک نہیں نکلیں۔ افسوس اور شرم کی بات ہے کہ کتب خانہ
خدیویہ کی نادر کتابیں یورپ جا کر چھپتی ہیں اور وہاں سے شائع ہوتی ہیں۔ سید عبد الواحد طوبی ایک
مشہور تاجر ہیں۔ یورپ والوں نے اُنسے معاملہ کر رکھا ہے وہ اُنکے حسب فرمائش کتابوں کی نقل لکھوا کر
یورپ کو بھیجتے ہیں۔ چنانچہ سید عبد الواحد نے مجکو تین چار کتابوں کے قلمی اجزاء دکھائے جو اُنھوں نے
یورپ بھیجنے کے لئے نقل کرائے تھے۔

البتہ مصر کا یہ احسان ہے کہ کتابیں نہایت ارزاں ہیں جنکی وجہ سے انکا نفع بہت عام ہے۔ میں نے
بہت سی کتابیں خریدیں جو نولکشوری مطبوعات سے بھی کم قیمت تھیں جن لوگوں کو مصر کی کتابیں مطلوب
ہوں اُنکو چاہیے کہ مصر سے براہ راست منگوائیں بمبئی سے نہ منگوائیں جہاں کے تاجر چوگنے نفع پر بھی
قناعت نہیں کرتے۔ مصر کی کتابوں کے لئے سید عبد الواحد طوبی سے خط و کتابت کریں اُنکا پتہ یہ ہے
مصر۔ قاہرہ قریب الجامع الازہر روپے منی آرڈر کے ذریعہ سے بے تکلف بھیجے جا سکتے ہیں۔

اخبارات جو عربی زبان میں نکلتے ہیں تیس سے اوپر ہیں ان میں المؤید۔ المقطم۔ التقدیم الاہرام
زیادہ نام آور ہیں۔ انکے علاوہ ۲۵-۳۰ اخبارات اور رسالے فرنچ اور انگریزی زبان میں

نکلتے ہیں۔

انگریزی گورنمنٹ کی بدولت یہاں کے اخباروں کو آزادی حاصل ہے اسلئے یہ اخبارات ہر قسم کے معاملات پر نہایت آزادی سے لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ چونکہ عربی زبان میں پالیٹکس پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں اور ہمارے ہندوستان کے علمار اس قسم کے مضامین پر چار سطریں بھی نہیں لکھ سکتے اس لئے بعض بزرگوں کا خیال تھا کہ پالیٹکس کے خیالات اس زبان میں پوری طرح ادا بھی نہیں ہو سکتے لیکن مصر کے اخبارات نے اس خیال کو قطعاً باطل کر دیا ہے۔

ماہوار رسالے بھی متعدد ہیں اور بعض بعض بڑی قابلیت سے شائع ہوتے ہیں ان میں سے مقتطف اور الہلال زیادہ کامیاب ہیں۔ الہلال ہماری نجنۃ الادب[1] میں آتا ہے۔ آٹھ روپیہ سالانہ قیمت ہے میں سفارش کرتا ہوں کہ اور ارباب ذوق بھی اسکی خریداری فرمائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

تھیٹر

تھیٹر یہاں دو تین ہیں ایک سرکاری ہے جو خدیو اسمعیل پاشا کے عہد میں تعمیر ہوا تھا یہ بڑے تکلف اور شان و شوکت کا ہے لیکن اس زمانہ میں بند تھا۔ اسلئے میں اسکی سیر نہ کر سکا ایک اور تھیٹر ہے جو کسی عیسائی کمپنی کا ہے میں نے ایک دفعہ اسکی سیر کی تھی پہلے اور ساز و سامان اچھے ہیں۔ تماشا یہ تھا کہ نیوبیا (یا) یونان (مقام یاد نہیں) کی ملکہ اور قیصر روم میں حدود مملکت کے متعلق جھگڑا ہے قیصر نے ملکہ سے بعض نئے ممالک طلب کئے ملکہ نے انکار کیا اسپر دو تین بار رد و بدل ہوئی یہاں تک کہ جنگ چھڑ گئی اور بڑا معرکہ ہوا عورت جو ملکہ بنی تھی اسکا لباس بالکل یورپین تھا کمر میں تنگی تلوار تھی اور نہایت زیب دیتی تھی۔ ایکٹ بھی اوسنے خوب ادا کیا تھا قاصد سے قیصر کا پیغام سنکر اسکا تڑپ کر اٹھنا تلوار کو جنبش دینی اور پر غیظ لہجہ میں یہ الفاظ کہنے کیف ترضی بھذ الذ والھوان ساتھ ہی عرب جاہلیت کے چند فخر آمیز اشعار کا پڑھنا واقعی عجیب اثر پیدا کرتا تھا اشعار اسنے گائے نہیں تھے بلکہ غیظ اور ادعا کے لہجہ میں ادا کئے تھے۔ لڑائی کے وقت دونوں فوجیں باہم تھوڑی تلواریں لیکر دست بدست لڑیں تلوار کی وار صاف نظر آتے تھے اور جو لوگ زخمی ہو ہو کر گرتے تھے انکی لڑکھراہٹ

---

[1] یہ ایک انجمن ہے جو ہمارے مدرستہ العلوم میں ڈیڑھ سال سے قائم ہے ہر مہینے میں اسکے تین اجلاس ہوتے ہیں طلبا کے مضامین پڑھے جاتے ہیں اور جسقدر تقریریں اور اسپیچیں کیجاتی ہیں بلکہ اسکی تمام کاروائی عربی زبان میں ہوتی ہے شاید تمام ہندوستان میں یہ پہلی مجلس ہے ہمارے قدیم مدارس عربیہ کو اس انجمن کی تقلید کرنی چاہیے

اور بے اختیار زمین پر گرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی زخمی ہوکر گرپڑتے ہیں سب سے زیادہ مجکو جو چیز پسند آئی
وہ یہ تھی کہ اخیر میں سب نے خدیو کی سلامتی کا گیت گایا پورا گیت یاد نہیں مگر یہ الفاظ ضرور تھے العیش
لنا والنفع عم من الخدیو المحترم اسی طرح اور متعدد ہم قافیہ ضرور تھے۔ ہر ہر فقرہ آواز کا چڑھاؤ
اتار عربی لہجہ کیساتھ نغمہ طرازی۔ اصول موسیقی کا لحاظ اور سب سے بڑھکر یہ خیال کہ اس جوش سے
خدیو کی سلامتی کا راگ گانے والے سب عیسائی ہیں میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا۔

تھیٹر ہندوستان کا ہو خواہ عرب اور مصر کا میرے نزدیک اسکی شرکت وقار و شایستگی کے خلاف
ہو لیکن اسلامی سلطنت کی ہر چیز عزیز معلوم ہوتی ہے شعر

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل   میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

کلب و انجمنین

انجمنین

انجمنیں یہاں کثرت سے ہیں اور انکے مختلف مقاصد ہیں؛ خیراتی ہیں جنکا مقصد غریبوں کی امداد
واعانت ہے لیکن تعجب ہے کہ انمیں ایک بھی مسلمانوں کی نہیں۔ علمی انجمنیں بھی متعدد ہیں جن میں
جمعیتہ العلماء المصریہ جو ۱۸۵۹ء میں قائم ہوئی اور المجمع العلمی الجغرافی[۱] جسکو خدیو اسمعیل
پاشا نے ۱۸۷۵ء میں قائم کیا زیادہ نامور اور فائدہ رساں ہیں ڈیبٹنگ کلب یعنی مناظرہ کی مجلسیں
نہایت کثرت سے ہیں اور انکی وجہ سے مصریوں نے لکچر و اسپیچ کے فن میں بہت ترقی کی ہے ایک مجلس میں
خود شریک ہوا صدر کی جانب ایک بلند چبوترہ تھا جسپر صدر انجمن اور سکرٹری کی کرسیاں بچھی تھیں عام
حاضرین بنچوں پر تشریف فرما تھے۔ میرے سامنے چار پانچ شخصوں کی گفتگو ہوئی انکی تقریریں ایسی
برجستہ پرزور اور فصیح تھیں کہ مجھپر ایک حیرت سی طاری تھی۔ تعجب یہ ہے کہ مصریوں کی عام بول چال
نحو کے لحاظ سے محض غلط بلکہ بے معنی ہوتی ہے لیکن اس قسم کے موقعوں پر نہایت شستہ عربی بولتے
ہیں اور تکلف و آورد کا نام نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مجلسوں اور اخبارات کی آزادی کی وجہ سے مصریوں
میں جو عام زندہ دلی۔ آزاد خیالی جرأت اور حوصلہ مندی پیدا ہوگئی ہے ٹرکی ممالک بلکہ کل موجودہ
اسلامی حکومتوں میں اس کا پرتو تک نہیں۔

[۱] اس انجمن نے جغرافیہ کے متعلق نہایت نادر تحقیقات اور معلومات فراہم کیں جو مستقل رسالہ کی صورت میں چھپکر شائع
ہوئی ہیں اس انجمن کا ایک خاص مکان اور کتب خانہ اور دیگر لوازمات ہیں ۱۲

مولد نبی

مولد نبوی

مصر والوں کو حقیقت میں اس بات پر ناز کرنا چاہیے کہ مولد کے اصل معنی اگر سمجھے تو انھیں نے سمجھے
یہاں مولد کا طریقہ یہ ہی کہ شہر سے باہر ایک وسیع خطۂ زمین ہی جسکو ایک معزز خاتون نے اسی کیواسطے
وقف کر دیا ہی اس میدان میں تین طرف نہایت ترتیب اور سلیقے سے خیمے اور شامیانے نصب ہوتے ہیں
اور بیچ کی زمین بطور صحن کے چھوڑ دیجاتی ہی - صحن بالکل دائرہ کی ہیئت میں ہوتا ہے اور اسکی ہر چہار طرف
سرخ جھنڈیاں کھڑی کیجاتی ہیں خیمے اور شامیانے چونکہ عموماً پاشاؤں اور امرا کے ہوتے ہیں نہایت تکلف اور
نفاست سے آراستہ کیے جاتے ہیں ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جداگانہ طرز سے آراستہ کرتا ہی - جھاڑ فانوس کی روشنی
ہوتی ہی اور کثرت سے ہوتی ہی ہر خیمہ میں شربت یا چائے یا اور کوئی اس قسم کی چیز ہر وقت مہیا رہتی ہے
جسوقت کوئی شخص اگرچہ وہ عام تماشائی ہو خیمہ میں داخل ہوتا ہی فوراً چائے یا شربت سے اسکی تواضع کیجاتی ہی -
خدیو کا خیمہ جسمیں انکی طرف سے انکا نائب شریک ہوتا ہی سرخ ہوتا ہی اور نہایت پرشان اور پر رونق
ہوتا ہی - ہر خیمہ میں خاص خاص گروہ کے فقرا اور صوفیہ جمع ہوتے ہیں اور اپنے اپنے طریقے کے موافق
ذکر کرتے ہیں - ذکر کا طریقہ ہندوستان کے فقرا سے بالکل جدا ہی سب لوگ حلقہ باندھکر کھڑے ہوتے
ہیں اور ذکر کے خاص الفاظ ایک ساتھ بلند آواز سے کہے جاتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ رکوع کے قریب
جھک کر کمر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہیں اگر کوئی شخص دور سے دیکھے تو اسکو ورزش کا دھوکا
ہو درویشاں رقاص کا طریقہ اور بھی عجیب ہی اور سچ یہ ہی کہ فقر و تصوف کی تضحیک تو یہی ہی ان لوگوں کا
لباس ایک خاص وضع کا ہوتا ہی پوری ہیئت تو خیال میں نہیں لیکن اس قدر یاد ہی کہ نیچا جامہ اور کمر میں
سبز پٹکا ہوتا ہی یہ لوگ صف باندھکر بیٹھتے ہیں اور ان میں جو شخص ذکر کرنا چاہتا ہو وہ وسط محفل میں جاکر
ناچنا شروع کرتا ہی لوگوں کا بیان ہی کہ ناچ کے تمام اصول ادا کیے جاتے ہیں لیکن میں نے جو دیکھا اسی
قدر تھا کہ وہ شخص ایک جگہ کھڑا ہو کر پھرکی کی طرح چکر لگاتا تھا قریباً ایک گھنٹہ تک اسی طرح ناچتا رہا لیکن
ہاتھ یا کسی اور عضو کو حرکت نہیں ہوتی تھی ایک اور گروہ تھا جس کا طریقہ کسی قدر اس سے مختلف
تھا ان لوگوں کے جامے اونچے اور زیادہ گھیر دار تھے تقریباً جس طرح گھاگرہ والی پٹنی ناچنے کیوقت یہ لوگ
دونوں ہاتھ پھیلا کر ناچتے تھے -

مجکو سخت افسوس ہوا کہ اس بیہودہ طریقہ کو یہ لوگ عبادت سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کا اعتقاد

ہے کہ یہ لوگ غوث ۔ قطب ۔ ابدال ۔ اوتاد کے رتبہ تک ترقی کرتے ہیں ۶ وللناس فیما یعشقون مذاہب
درویشان رقاص کا ذکر ضمناً آگیا تھا ۔ اب میں اصل واقعہ یعنی مولد کی کیفیت کی طرف رجوع کرتا ہوں
پہلی تاریخ سے یہ اجماع شروع ہوتا ہے اور روز بروز بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بارہویں کی شبکو اسقدر ہجوم
ہوتا ہے کہ کشمکش سے جگہ نہیں ملتی صبح کو سب لوگ خصوصاً نائب الحکومت ۔ قاضی ۔ مفتی ۔ شیخ الازہر
مشہد حسین میں جمع ہوتے ہیں اور ایک عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے حالات پڑھتا
ہے ولادت کے ذکر کے وقت معمول کے موافق قیام ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد مجلس ختم ہو جاتی ہے
جسکے ساتھ مولد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے ۔

مولد کا یہ طریقہ اس لحاظ سے مجکو بہت پسند آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر جس
جوش اور مسرت کا اظہار ہونا چاہیئے وہ اسی طریقہ سے ہونا چاہیئے ۔ چھوٹی چھوٹی مجلسوں میں یہ اجماع
شان وشوکت ۔ سروسامان کہاں ۔ لیکن دو تین باتیں قابل اعتراض ہیں ۔ اول یہ کہ گیارہویں اور
بارہویں کو آتشبازی ہوتی ہے اور یہ امر ایسی مقدس رسم کے شایاں نہیں ۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کا اجتماع
دیکھکر اسی مجمع کے قریب سڑکوں پر تھیٹر وغیرہ قائم ہو جاتے ہیں حکومت کو چاہیئے کہ انکو قطعاً روک دے

اہل کمال اور مفید تصنیفات

اہل کمال

قسطنطنیہ کی طرح یہاں بھی علما اور مصنفین کے دو گروہ ہیں اور دونوں کا مذاق بالکل الگ الگ ہے
ازہر کے شیوخ اور تلامذہ میں سے بعض بعض اپنے فن یعنی نحو و فقہ میں کامل خیال کئے جاتے ہیں لیکن انکے
کمال کا تمام تر مدار صرف جزئیات کے حفظ پر ہے جس میں تحقیق و اجتہاد کا شائبہ نہیں ۔ خود شیخ ازہر جن کو
امام الفن کہا جاتا ہے ۔ کسی فن میں انکی کوئی محققانہ تصنیف نہیں ۔ نئی تعلیم نے بھی اگرچہ اب تک کوئی بڑا
صاحب کمال نہیں پیدا کیا لیکن اس میں تحقیق و اجتہاد کی جھلک پائی جاتی ہے اور تصنیفات میں یورپ
کا انداز ہے میں ان دونوں گروہوں میں سے بعض مشاہیر کا حال لکھتا ہوں ۔

علی پاشا مبارک

علی پاشا مبارک

مصر کے سررشتہ تعلیم میں جو کچھ اصلاح و ترقی ہوئی ہے انہیں کی بدولت ہوئی ہے سولہ برس کی عمر
تھی کہ یہ ۱۲۵۵ھ میں مدرسہ مہندس خانہ میں داخل ہوئے ۱۲۶۰ھ ہجری میں محمد علی پاشا کے بیٹوں کے
ساتھ فرانس کا سفر کیا اور کئی برس وہاں رہکر متعدد ڈگریاں حاصل کیں ۱۲۸۵ھ میں ان کو

دفتر مدارس اور نظارت اوقاف کی خدمت سپرد ہوئی اسی زمانہ میں انھوں نے بہت سے علمی کام کئے
خانگی مکاتب کی اصلاح کی۔ اضلاع میں صدر مدارس قائم کئے۔ دار العلوم کی بنیا ڈالی۔ کتب خانہ خدیو قائم
کیا سنہ ۱۲۸۵ھ میں ڈاکٹر تعلیم مقرر ہوئے اور تعلیم کو نہایت ترقی دی۔ خود بھی صاحب تصنیف و تالیف
ہیں۔ مقریزی کے خطط و آثار کا نہایت عمدہ تکملہ لکھا ہے۔ شہنشاہ فرانس اور شاہ اسٹریا نے انکو اعزاز
کے تمغے بھیجے ہیں انکی ملاقات کا بہت شائق تھا لیکن بدقسمتی سے اس زمانہ میں خدیو کے ساتھ اسکندریہ
چلے گئے تھے۔ تین چار مہینے ہوئے انھوں نے انتقال کیا انکے جنازے میں تمام اعیان سلطنت شریک
تھے۔ حال میں انکی سوانح عمری لکھی گئی اور شائع ہوئی ہے۔

ابراہیم علی پاشا

علی پاشا ابراہیم

یہ نہایت روشن ضمیر تعلیم یافتہ شخص ہی سنہ ۱۲۸۲ھ میں تعلیم کی غرض سے فرانس گیا اور پانچ برس رہکر
اعلی درجہ کی ڈگری حاصل کی سنہ ۱۲۹۶ھ میں ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوا معلمین کے مدارس اول اسی نے قائم کئے سلطنت
فرانس نے اسکو پروفیسر کے درجہ کا تمغہ بھیجا جو مشہور اہل کمال کے سوا کسی کو نہیں دیا جاتا۔

ایین بک فکری

ہائی کورٹ کے جج ہیں فرانس میں تعلیم پائی ہے سویڈن میں جو اورینٹل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس
میں سلطنت مصر کی طرف سے وکیل مقرر ہوکر گئے تھے چنانچہ حالات سفر میں ایک کتاب لکھی ہی جسکے
دیکھنے سے انکی قوت تحریر کا اندازہ ہوتا ہی اس کتاب کی قیمت آٹھ روپیہ ہی اور واقعی قابل سیر کتاب ہی۔

احمد زکی

احمد زکی

محکمہ ترجمہ کے سکرٹری ہیں فرنچ نہایت عمدہ جانتے ہیں۔ غلامی کے مسئلہ پر ایک رسالہ فرنچ میں لکھا
تھا جو نہایت مقبول ہوا اور فرانس کے مشہور اخبارات اور ارباب تصنیف نے اسپر آرٹیکل اور ریویو وغیرہ
کے عربی میں ترجمہ ہوکر چھپا ہی جسکا نام الرق فی الاسلام ہی انکی اور بھی مفید تصنیفات ہیں لندن میں
جو اخیر اورینٹل کانفرس منعقد ہوئی تھی اس میں یہ وکیل مقرر ہوکر گئے تھے۔

شیخ محمد عبدہ

شیخ محمد عبدہ

پرانے تعلیم یافتہ ہیں۔ فن ادب میں تمام مصر و شام انکو استاد الفن تسلیم کرتا ہے مقامات بدیع کی
شرح نہایت قابلیت سے لکھی ہی۔ روشن ضمیری کیساتھ نئے مذاق سے آشنا ہیں جس کا سبب

سید جمال الدین افغانی کا فیض صحبت ہی سید موصوف کے ایک رسالہ عربی میں ترجمہ کیا ہے اور اسکے
دیباچہ میں مختصر طور پر انکی سوانح عمری لکھی ہی میں اسکے بعض فقرے اس مقام پر لکھتا ہوں جس سے شیخ
موصوف کی مہارت فن اور زور تحریر کا اندازہ ہوگا - ہمارے ملک میں جو لوگ فن ادب کو لئے بیٹھے ہیں
انکو اس طرز کی تقلید کرنی چاہیئے اور واقعات نگاری کا یہ اسلوب اختیار کرنا چاہیئے جہاں سید موصوف
(جمال الدین افغانی) کے حلیہ اور اخلاق و اوصاف کا ذکر آگیا ہی وہاں لکھتے ہیں -

اما خلقه فیمثل الناظر عربیا محضا - ربعته فی طوله وسط فی بنیته - قمحی فی لونه عصبی دموی
فی مزاجه - عظیم الراس فی اعتدال عریض الجبهة فی تناسب واسع العینین ضخم الاحداق
رحب الصدر - ہشی بشی عند اللقاء اما اخلاقه فسلامة القلب سائد فی صفاته
له حلم عظیم یسع ما شاء الله ان یسع الی ان یدنو منه احد یمس شرفه
او دینه فلینقلب الحلم الی غضب فبینما هو حلیم اواب اذا هو اسد وثاب هو
کریم یبذل ما بیده قوی الاعتماد علی الله لا یبالی ما تاتی به صروف الدهر جلیل
لمن لاینه صعب علی من خاشنه وله سلطه علی دقائق المعانی وتحدیدها وابرا
زها فی صورتها اللائقة بها کان کل معنی قد خلق له کل موضوع یلقی الیه ید خلق
للبحث فیه کانه صنع یدیه فیاتی علی اطرافه ویحیط بجمیع اکنافه -

میں ان سے ملا تھا دیر تک لطف کی صحبت رہی ازہر کی ابتری تعلیم پر افسوس کرتے تھے لیکن اسکے
ساتھ نئی تعلیم کے بھی شاکی تھے اور کہتے تھے کہ ہو الاصل سبیلا - افسوس ہے کہ گورنمنٹ مصر نے ان کو
عہدہ قضا پر مامور کیا ہے - وہ سررشتہ تعلیم کے لئے زیادہ موزوں تھے چنانچہ خود بھی اس کا
افسوس کرتے تھے -

شیخ حمزہ فتح اللہ

شیخ حمزہ فتح اللہ

پرانے تعلیم یافتہ اور پرانے خیالات کے آدمی ہیں - فن ادب کے بڑے استاد ہیں دار العلوم میں
ادب کا جو نصاب پڑھایا جاتا ہے انہیں کا انتخاب ہے سررشتہ تعلیم کے انسپکٹر ہیں - سویڈن کی اورینٹل
کانفرنس میں مصری سفارت کیساتھ ممبر مقرر ہو کر گئے تھے - اور کانفرنس میں عورتوں کے حقوق
کے متعلق ایک رسالہ پیش کیا تھا جس کا نام حقوق النساء فی الاسلام ہی یہ رسالہ سرکاری مطبع میں

چھاپا گیا ہی اگرچہ اصلی موضوع پر بہت کم لکھا ہی اور جس قدر لکھا ہی وہ بھی مولویانہ لکھا ہی تاہم عبارت نہایت استادانہ بلند اور پرزور ہی۔

مجھسے ان سے نظارۃ المعارف کے دفتر میں ملاقات ہوئی دیر تک علمی تذکرے رہے۔ رسالہ مذکورہ کی پانچ جلدین تحفہ کے طور پر عنایت کیں۔ کچہری سے اٹھکر اپنے مکان پر لے گئے۔ اور اصرار کرکے کھانا کھلایا۔ کھانا نہایت سادہ۔ یعنی خشک روٹی اور کھجورین تھیں چونکہ وہ عربی زبان کے استاد ہیں اور عرب کے ساتھہ انکو خاص محبت اور لگاؤ ہی۔ انکا سادہ عربی کھانا ایک اثر پیدا کرتا تھا۔

لطیفہ میں اور شیخ موصوف کھانا کھا رہے تھے کہ قریب سے ہیچو ہیچو کی آواز آئی۔ میں حیران تھا کہ یہ انکر الاصوات کہان سے آتی ہے۔ دیکھا تو ایک حجرے میں گدھا بندھا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں گھر میں گدھا باندھنا معیوب نہیں۔ اگرچہ میں بازار میں اکثر لوگو نکو حتی کہ انگریزوں کو گدھے پر سوار پھرتے دیکھ چکا تھا بلکہ خود بھی دو ایک بار یہ شرف حاصل کر چکا تھا تاہم مجکو یہ توقع نہ تھی کہ بھلے آدمیوں کے یہاں گھوڑوں کی طرح گدھوں کا بھی اصطبل خانہ ہوتا ہے۔

سفر کا خاتمہ اور عربون کے فیاضانہ اخلاق

عربون کے فیاضانہ اخلاق

مصر کی روانگی کیساتھہ گویا میرے سفر کا بھی خاتمہ ہوگیا کیونکہ اسکے بعد نہ کوئی نئی آبادی دیکھی نہ کوئی جدید واقعہ پیش آیا۔ میں نے سفر کا تمام زمانہ (خلاف توقع) نہایت لطف۔ آرام۔ دلچسپی اور اطمینان کے ساتھہ بسر کیا۔ لیکن اس موقع پر یہ بتانا میرا فرض ہی کہ یہ لطف و آرام مجکو کیوں نصیب ہوا؟ اور کن لوگون کی وجہ سے ہوا؟ ان سوالوں کا صرف ایک جواب ہی۔ یعنی عربون اور ترکوں کے فیاضانہ اخلاق حقیقت یہ ہی کہ اگر عربوں کی کریم الاخلاقی سے مجکو سابقہ نہ پڑتا تو سفر کی دلچسپیوں کا کیا ذکر ہے زندگی دوبھر ہو جاتی یہ ظاہر ہے کہ کسی شہر میں جا کر رہنا سہنا کھانا پینا۔ ملنا جلنا۔ خرید فروخت سیر و تماشا۔ حالات کی تحقیق و جستجو۔ دریافت طلب امور کی تلاش۔ غرض تمام باتیں زبان جاننے پر موقوف ہیں۔ اور میں ترکی زبان سے بالکل ناواقف عربی زبان جس قدر جانتا تھا وہ بھی بیکار یا قریب قریب بیکار تھی۔ اس قدر دولتمند بھی نہ تھا کہ بے دریغ روپیوں کے صرف سے اس کمی کا تدارک

لہ شام و مصر کے اکثر مسلمان عرب کی نسل سے ہیں اس وجہ سے میں تمام شامیوں اور مصریوں کو بلحاظ اختصار عرب سے تعبیر کرتا ہوں

کر سکتا ۔ ایسی حالت میں چھ مہینے کا زمانہ اس لطف و آرام سے بسر کرنا کہ گویا میں وطن ہی میں تھا ۔ صرف ترکوں اور خاصکر عربوں کی عنایت تھی ۔ ترجمانی یہ کرتے تھے ۔ بازار سے چیزیں یہ لادیا کرتے تھے لوگوں سے تعارف یہ کراتے تھے ۔ قابل سیر مقامات میں رہبر یہ بنتے تھے دل لگی کی صحبتوں میں شریک یہ ہوتے تھے غرض کوئی ایسا کام اور ایسی ضرورت نہ تھی جسکے یہ کفیل نہ تھے ۔ اور لطف یہ کہ بے غرض بے سبب ۔ صرف مہمان پرستی اور غریب نوازی کے لحاظ سے ۔ تمام وہ جزئی واقعات جنمیں مجکو ان لوگوں کے فیاضانہ اخلاق کا تجربہ ہوا انکا بیان کرنا ناممکن ہی نمونہ کے طور پر دو تین واقعے لکھتا ہوں شیخ عبد الفتاح شیخ علی ظبیان ۔ خوجی آفندی ۔ عبد الباسط آفندی ۔ شیخ عبد الحلیم آفندی عبد السلام آفندی کی فیاضیوں کے واقعات جنکو میں پہلے لکھ آیا ہوں اس موقع پر ایک بار پڑھ لینا چاہیئے ۔

جس زمانہ میں قسطنطنیہ میں مقیم تھا عبد السلام آفندی کے برادر عم زاد شاکر آفندی مقدمہ کی ضرورت سے قسطنطنیہ میں آئے عبد السلام آفندی نے انکو اپنے پاس ٹھیرانا چاہا لیکن اُنکے کمرہ میں جگہ نہ تھی مجھ سے کہا کہ تم اپنے پاس ٹھہرا لو ۔ میں نے انکی خاطر سے گوارا کیا میری روانگی کا زمانہ قریب آیا تو انھوں نے کہا میں بھی آمادہ سفر ہوں ۔ ساتھ ہوتا تو خوب تھا لیکن اس وقت میرے پاس روپے نہیں گھر سے کچھ روپے منگائے ہیں اُنکے آنیکا انتظار ہے ۔ چونکہ وہ خاص بیت المقدس کے رہنے والے تھے مجکو خیال ہوا کہ انکی وجہ سے آسائش و آرام کے علاوہ بیت المقدس میں مجکو ہر ایک چیز کی تحقیق و اطلاع میں بہت مدد ملیگی ۔ میں نے اُنسے کہا کہ روپے مجھ سے لے لیجئے وہاں چلکر ادا کر دیجئے گا اُنھوں نے انکار کیا اور باوجود اصرار کے کسی طرح رضامند نہ ہوتے تھے ۔ لیکن میں نے اس قدر مجبور کیا کہ وہ انکار نکر سکے اور میں نے اُسی وقت ۱۰ روپے اُنکو حوالہ کئے ۔ عبد السلام آفندی اُسوقت مکان پر نہ تھے شام کو باہر سے آئے تو بات بات میں یہ تذکرہ آیا ۔ اُنھوں نے یہ واقعہ سنکر سر پیٹ لیا اور نہایت پریشان ہوئے اور بار بار کہتے تھے کہ شو فعلت شو فعلت یعنے تم نے یہ کیا غضب کیا ۔ شاکر ۔ گو میرا بھائی ہے لیکن نہایت آوارہ ہے اور اُسی نے تم سے فریب دیکر روپے لیئے ۱۰ لطف یہ کہ روپے تو میرے معرض خطر میں تھے لیکن عبد السلام آفندی کو مجھ سے بڑھکر اضطراب تھا شاکر آفندی گھر میں آئے تو عبد السلام آفندی نے اُنکو سخت ملامت کی اور اُن سے دستاویز لکھوا کر اُسپر اپنی اور ایک اور شخص کی گواہی لکھی ۔ مجھکو الگ لیجاکر کہا کہ قومی بدنامی کا معاملہ ہے اسلیئے مجکو اپنے بھائی کی پردہ

درپی کرنی پڑتی ہی یہ لڑکا (شاکر) آوارہ مزاج اور بد معاملہ ہو اسکی کوئی ذاتی جائداد بھی نہیں اس کا چچا عبدالرزاق اس کا کفیل ہی یہ دستاویز انہیں کے حوالہ کرنا وہ تم کو روپے دیدینگے۔

غرض دوسرے دن شاکر اور میں ساتھ جہاز پر سوار ہوئے سمرنا میں پہنچے تو شاکر کے انکے وکیل کا تار آیا کہ فوراً واپس آؤ۔ شاکر نے مجھسے کہا کہ میں تمکو چھوڑکر کیونکر جاسکتا ہوں میں نے انکا روکنا مناسب نہ سمجھا اور بخوشی بلکہ باصرار انکو واپس بھیجا بیت المقدس پہنچکر سیدھا عبدالرزاق کے پاس گیا۔ اور مجکو اس موقع پر مجبوری اور افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہی کہ انھوں نے میرے ساتھ سخت بداخلاقی کی اس کی شکایت نہیں کہ روپے کم روپے نہیں دیئے۔ تعجب یہ ہے کہ کج اخلاقی سے پیش آئے دوسرے دن میں نے مفتی صاحب (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہی) کے پاس جاکر اُنسے سارا قصہ بیان کیا اور دستاویز دکھائی۔ مفتی صاحب نے عبدالرزاق کے پاس آدمی بھیجا۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ اسوقت میرے پاس روپیہ نہیں دو چار دن کے بعد البتہ ادا کرسکتا ہوں،، مفتی صاحب کو چونکہ اطمینان تھا وہ یہ کہکر چپ ہو رہے کہ ضرور مل جائینگے۔ لیکن اور لوگ جو وہاں موجود تھے اور عبدالرزاق کے خاندان کے ممبر تھے سخت برہم ہوتے تھے اور غصہ میں آکر کہتے تھے واللہ یبیع جبتہ ویودی یعنی وہ اپنی ڈاڑھی بیچے اور روپے ادا کرے

دوسرے دن میں مفتی صاحب کے پاس گیا تو اُنھوں نے پوری رقم یعنی ہارہ روپے اپنے پاس سے دیئے میں نے کہا "آپ اپنی جیب سے دیتے ہیں تو میں لینا نہیں چاہتا،، فرمایا کہ "نہیں عبدالرزاق نے مجھپر حوالہ کردیا ہے۔ لیکن اگر وہ نہ بھی دیتے اور میرے پاس روپے نہ بھی ہوتے تو میں اپنا یہ جبہ بیچکر دیتا،، باوجود اسکے مفتی صاحب اور دیگر حاضرین کو سخت ندامت تھی وہ لوگ مجھ سے نہایت الحاح سے معذرت کرتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ ہماری آنکھ تم سے برابر نہیں ہوتی میں جب رخصت ہوکر چلا تو مفتی صاحب نے کچھ دور تک مشایعت کی اور کہا کہ المرجو منکم ان تستروا عیوبنا فانہ من شیم الکرام یعنی مجکو امید ہے کہ آپ ہمارے عیب پر پردہ ڈالیں گے۔ کیونکہ شرفا کا کام پردہ پوشی ہے،، مفتی صاحب اور انکے ہمنشینوں کو عبدالرزاق کے برتاؤ پر جو ندامت تھی اور جسطرح وہ بار بار مجھ سے معافی چاہتے تھے اُس کا اثر اب تک میں اپنے دل میں پاتا ہوں۔

دوسرا واقعہ یہ ہی کہ اسکندریہ پہنچکر (جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں) ناواقفیت کی وجہ سے مجکو سخت پریشانی ہوئی چونکہ ریل میں دیر تھی ایک قہوہ خانہ میں جو اسٹیشن سے متصل تھا جا بیٹھا وہاں

ایک شامی عرب تشریف رکھتے تھے۔ مجکو غیر ملک کا آدمی سمجھکر یا معلوم نہیں کیوں! بڑے تپاک
سے پیش آئے وہ قاہرہ کو جارہے تھے میں نے اُنسے کہا کہ میں ہمسفر ہوں اور چونکہ ناواقفیت کی وجہ سے
مجکو ہر موقع پر نقصان اور تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قاہرہ تک میرا آپ کا ساتھ
رہے اُنھوں نے کہا کہ بالراس والعین۔ اُنکی وجہ سے مجکو تمام سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی
قاہرہ پہنچے تو میں نے اُنسے کہا کہ آپ مجکو کسی ہوٹل کا نام بتائیں جو جامع ازہر کے قریب ہو اور فیس
بھی زیادہ نہ ہو۔ میں نے تو صرف پتہ بتانے کو کہا تھا۔ وہ دو روز تک میرے ساتھ ہوٹل میں مقیم
رہے۔ تیسرے دن کہا کہ میں ایک ضرورت سے قاہرہ آیا ہوں اور دو تین دن میں مجکو واپس جانا ہے
اگر آپ اجازت دیں تو رخصت ہوں ،، یہ کہکر ہوٹل کے خانساماں کو دو دن کا کرایہ اور کھانے کی
فیس حوالہ کی۔ میں نے ہر چند اصرار کیا کہ میری فیس آپ کیوں دیتے ہیں نہ مانا اور کہا کہ آپ اس وقت
تک ہمارے مہمان تھے یہ کہکر رخصت ہوئے اور مجکو سخت افسوس ہے کہ دوبارہ اُنسے ملاقات نہوئی۔

حال کی عربی زبان

چونکہ سفرنامہ کے لوازم میں ایک یہ بھی ہے کہ جس ملک کے حالات لکھے جائیں وہاں کی زبان
مروجہ سے بھی بحث کیجائے۔ اسی لئے حال کی عربی زبان کی نسبت جو تمام اضلاع شام اور مصر کی
زبان ہے کچھ لکھنا ضرور ہے اس سے ہمارے ہموطنوں کو بھی فائدہ پہنچیگا جو مصر و شام کے اخبارات کے نہایت
شائق ہیں۔ لیکن مروجہ عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے اُن سے متمتع نہیں ہو سکتے۔

موجودہ عربی قدیم عربی سے اس قدر مختلف ہے کہ ہمارے ملک کا کوئی بڑا عالم اگر مصر و شام کا سفر کرے
تو اسکو وہاں کی زبان کے سمجھنے میں قریباً وہی دقت ہوگی جو ایک عامی کو ہو سکتی ہے زبان موجودہ کی وہ
خصوصیتیں جنکی وجہ سے وہ قدیم زبان سے مختلف ہوگئی ہے مختصر طور پر ذیل میں درج ہیں۔

(۱) بہت سے الفاظ اس قدر مختصر کر لئے گئے ہیں کہ جب تک کوئی شخص نہ بتائے۔ اصلی الفاظ کی
طرف ذہن منتقل نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے چند الفاظ یہ ہیں۔

لفظ تبدیل شدہ	اصل	معنے
شو	ای شیٔ	کلمہ استفہام
موش	ما ھو شیٔ	حروف نفی کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے

لفظ تبدیل شدہ	اصل	معنے
مَاعَلَیش	مَاعَلَیْہِ شَیْءٌ	کچھ حرج نہیں۔ کچھ مضائقہ نہیں
بِلاشِی	بِلَاشَیْءٍ	صفت اور پہلے لفظ کے معنوں میں ہی مستعمل ہوتا ہے یعنی کچھ حرج نہیں
ہیک	ھٰکَذَا	اس طرح
ہادول	ھٰؤُلَاءِ	یہ لوگ
قدیش	قَدْرَ اَیِّ شَیْءٍ	کس قدر

(۲) الفاظ کے اول یا اخیر میں بعض حرف زیادہ کر لئے ہیں جس سے لفظ کی صورت بالکل بدل جاتی ہے مثلاً شام میں تمام افعال مضارع کے اول ب زائد کر دیتے ہیں ان الفاظ کو ما اقول ما اعرف یوں کہتے ہیں۔ مَابَاقُولْ۔ مَابَاعْرِفْ مصر میں الفاظ کے اخیر میں ش بڑھاتے ہیں مثلاً یاخذ کے بجائے یاخُذْش۔

(۳) حروف کا تلفظ نہایت خراب ہو گیا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ عربی تلفظ کی تمام خصوصیتیں مٹ گئیں۔ قاف کے بجائے ہمزہ جیم کے بجائے گاف۔ ذال کے بجائے دال۔ عین کے بجائے ہمزہ بولتے ہیں۔ اور نہ صرف جاہل اور عامیوں کا یہ تلفظ ہے۔ بلکہ علما اور اشراف بھی ان حرفوں کو اسی طرح ادا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مصر میں میں نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں بولے (گائی من نگمۂ اجاء من جمعۃ) یعنی میں جمعہ مسجد سے آرہا ہوں۔

(۴) بہت سے قدیم الفاظ ہیں جنکا طرز استعمال بدل گیا ہے۔ مثلاً جب کسی شخص کی تعریف یا اسکا شکریہ ادا کیا جائے تو وہ جواب میں کہے گا استغفر اللہ یعنی میں کس قابل ہوں یا کوئی تعجب انگیز بات کسی کے سامنے بیان کی جائے تو وہ کہے گا اَمَانْ یا مثلاً یہ کہنا ہو کہ تم کو اس سے کیا غرض ہے تو کہیں گے شُوبَدَّکْ۔ شو۔ ای شئ کا مخفف ہے۔ اور بدّ وہی لفظ ہے جس کو ہم لابد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

(۵) یورپ کے الفاظ نہایت کثرت سے استعمال میں آگئے ہیں۔ اور چونکہ کسی قدر ان میں ترمیم کر لیا گیا ہے۔ عربی داں اور انگریزی خواں دونوں کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اس قسم کے

چند الفاظ مثلاً درج ہیں۔

الفاظ معربہ	الفاظ اصلی	الفاظ معربہ	الفاظ اصلی
تلغراف	ٹیلیگراف	فوتوغراف	فوٹوگراف
بروجرام	پروگرام	بوستہ	پوسٹ ڈاک
توماندان	کمانڈر	بادیز	پیرس (دار السلطنۃ فرانس)
توماسیون	کمیشن	سیغارہ	سگرٹ
اُفوکاتو	ایڈوکیٹ	انکلترا	انگلستان
شلّین	شلنگ	امبراطور	امپرر
غاز	گیس	لوندرہ	لندن
بازابورت	پاسپورٹ	ژورنال یا جُرنال	جرنل
اوروبا	یورپ	جمباز	جمناسٹک
میکانک	مشین (کل)		

اب ہم زبان حال کے الفاظ کی ایک مختصر سی فرہنگ درج کرتے ہیں۔ اسمیں اکثر ایسے الفاظ بھی ہیں جو آج سے پانچ چھ سو برس پہلے ایجاد ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ تصنیفات وغیرہ میں ان کو رواج عام حاصل نہیں ہوا تھا وہ بھی نئے الفاظ خیال کئے جاتے ہیں۔ خاص اس قسم کے الفاظ پر میں (ق) کی علامت لکھونگا جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ قدیم الفاظ ہیں۔

لفظ	معنے	لفظ	معنے
الف		اوضہ یا - اودہ	کمرہ مکان کا
اِمضاء	دستخط	اغا - اغوات	خواجہ سرا
المان	سلطنت جرمن	امتیاز	لائسنس
اجزاخانہ (ترکی لفظ ہے)	دواخانہ	اغراض	اسباب
(ق) اسطول	جنگی جہاز یا جہازوں کا بیڑا	ادبخانہ	پاخانہ
		انتکہ خانہ	قدیم اشیاء کا عجائب خانہ

لفظ	معنے
اشتراک الجریدۃ	اخبار کی خریداری اور اخبار کی قیمت کو بدل الاشتراک کہتے ہیں۔
ب	
بتاتہ	آلو
(ق) برطلہ جمع براطیل	رشوت
بلدیۃ	میونسپلٹی
باخرہ	دخانی جہاز
(ق) برنامج (فارسی ہے)	فہرست
براد	چائدان
بیت الماء	پاخانہ
(ق) بلدھی	سویرا
بکیو	سویرا
باش کاتب (ترکی ہے)	ہیڈ منشی
ت	
تکمۃ	ازار بند
توعیتہ	ٹیڑا تالاب
تمرینات عسکریہ	قواعد (فوج کی)
تشخیص	تھیٹر میں ایکٹ کرنا
تذکرہ	پروانہ ٹکٹ۔ سند
تطعیم الجدری	چیچک کا ٹیکا
تمرینات جسدیۃ	ورزش

لفظ	معنے
ث	
ثورہ	بغاوت
(ق) ثریا	جھاڑ (روشنی کا)
ثوب	لمبا کرتہ
ج	
(ق) جبن	پنیر
(ق) جریدہ جمع جرائد	اخبار
جوخ	بانات
جمعیۃ	انجمن
جمرک (یا گمرک ترکی ہے)	چنگی
	بلغ
ح	
حوائج	میلے کپڑے جو دھونے کو دیئے جاتے ہیں۔
(ق) حراقۃ	تارپیڈو کی کشتی
(ق) حلیب	دودھ
حزب الاحرار	لبرل پارٹی
خ	
خریطہ	نقشہ (جغرافیہ کا)
(ق) خان	سرائے یا ہوٹل
لہ پہلی فوج کے تنخواہ کے رجسٹر کو کہتے ہیں۔	

لفظ	معنی
د	
دیبجانس (عربی نہیں ہے)	شکرم
دایرہ	محکمہ صیغہ
دقیقہ	منٹ
ر	
(ق) ربّان	کپتان جہاز
روایة	ناول۔ قصہ
رومان (انگریزی لفظ ہے)	ناول۔ قصہ۔
ریش	نب انگریزی قلم کی زبان
ربطة الرقبہ	نکٹائی
رصاص	بندوق کی گولی
رسم	تصویر۔ نقشہ
ز	
زنار	پیٹی
س	
(ق) ساعة	گھڑی جس سے وقت معلوم ہوتا ہے
سکة الحدید	ریلوے
سکورتہ	بیمہ کرنا
سجادة	قالین۔ دری
سیاسة	پالٹیکس
سریر	چارپائی

لفظ	معنی
ش	
شرکة	کمپنی
شوکة	کانٹا جس سے انگریز کھانا کھاتے ہیں۔
شمسیّة	چھتر
شمندوفر (فرنچ زبان کا لفظ ہے)	ریل
شنطہ	پورٹ منٹو بڑا صندوق
(ق) شختورة	چھوٹی کشتی
ص	
(ق) صیدلیة	عطاری کی دکان
(ق) صہریج	تالاب
صوت	ووٹ
ض	
ضو	چراغ۔ لمپ
(ق) ضریبة	ٹیکس
ضبطیہ	پولیس
ضابط۔ جمع ضباط	افسر فوج
ط	
طربوش	ترکی ٹوپی
طبسی	سینی
ظ	
ظرف	لفافہ

لفظ	معنے
ع	
(ق) علبہ	ڈبیہ
(ق) علیش	روٹی
علیش افرانجی	پاؤروٹی
عمارہ	بیڑہ جہازات
(ق) عربۃ	گاڑی
عجلہ	ایضاً
عمود	اخبار کا کالم
عضو جمع اعضا۔	ممبر (کیٹی)
غ	
غسیل	کپڑے کی دھلائی
ف	
فراطہ	ریزگاری روپیہ کا خردہ۔
(ق) فلوکہ	ڈونگی۔ چھوٹی کشتی
فطرہ یا فطور	ناشتہ۔ صبح کا کھانا
فابریقہ (انگریزی لفظ ہے)	کل وغیرہ کا کارخانہ
(ق) فرجۃ	سیرو تفریح
فراجۃ	ترکش عورتوں کا برقع
(ق) فندقہ	ہوٹل
(ق) فنجان جمع فناجین پیالی	

لفظ	معنے
ق	
قائمہ	فہرست کتب
قرار	رزولیوشن۔ حکم
قائمقام	ایک عہدہ کا نام ہے جو ہمارے یہاں ڈپٹی کلکٹری کے قریب ہے۔
قرینہ	زوجہ۔ بیگم
ک	
کفیہ	ٹوپی
کندرۃ ترکی ہے غالباً	بوٹ
کرّوسہ	شکرم
(ق) کاک یا کعک	بسکٹ
کبریت	دیاسلائی
ل	
لائحۃ	فہرست
لفۃ	عمامہ جو ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں
لیرہ	پونڈ۔ اشرفی
لوکانده عربی نہیں ہے	ہوٹل

ایک شاعر کہتا ہے ؎

توھا تھا قہوہ کالمسک صافۃ

تمی النفوس وشنف لے السناجلینا

لفظ	معنے	لفظ	معنے
(ق) لجنة	کمیٹی	معرض	نمائش گاہ
لحظہ	سکنڈ (منٹ کا ساٹھواں	متصرف	ایک عہدہ کا نام ہے
	حصہ)	مفتش	انسپکٹر
لیلے	بورڈر (بشرطیکہ یہ لفظ	محفظة	نوٹ بک۔ یادداشت
	طالب العلموں کے لئے		کی کتاب
	استعمال کیا جائے)	متحف	عجائب خانہ
لباس	پاجامہ	مشمع	موم جامہ
لبن	دہی	مسکوب	سلطنت روس
م		مرکن	گلدان
مصاری	فلوس، پیسے	(ق) مخدة	تکیہ
مستشفی	اسپتال	مقلمہ	قلم تراش۔ چاقو
مرفا	گھاٹ۔ بندرگاہ	ملعقہ	چمچہ
مومسات	رنڈیاں۔ کسبیاں	(ق) مظلة	چھتری
مقص	قینچی	محرمہ	رومال
(ق) مزین	حجام	(ق) مندیل	رومال
موتمر	کانفرنس	منشف	تولیہ
مندوب	ڈیلیگیٹ سفیر۔ وکیل	مرکوب	جوتہ
محجر	قرنطینہ	[illegible]	سلیپر۔ گھر میں پہننے کے
ماموریة	نوکری		جوتے
مدفع	توپ	محطہ	ریل کا اسٹیشن
[illegible]	مسودہ، بغرض داشت		
معمل	کارخانہ		

لفظ	معنی	لفظ	معنی
(ق) مجلّۃ۱؎	میگزین - علمی رسالہ	محل الادب	پاخانہ
مدرعہ	آہن پوش جہاز	مکّارۃ	چرخی
محکمہ	عدالت	مادّہ	دفعہ (قانون وغیرہ کی کتاب)
محکمۃ الحقوق	عدالت دیوانی		
محکمۃ الجزاء	عدالت فوجداری	معارف	سررشتہ تعلیم
محکمۃ الاستیناف	عدالت اپیل	مجسّمہ	اسٹیچو - پورے قد کی مورت
محکمۃ التمیز	ہائی کورٹ		
محامی	وکیل	مزایدہ	نیلام
(ق) مینا	گھاٹ	**ن**	
(ق) مرکب	جہاز	نہاری	غیر بورڈ طالب العلم - ان کو خارجیہ بھی کہتے ہیں
ممثّل	ایکٹر		
مسوکرہ (انگریزی سے ماخوذ ہے۔)	رجسٹری شدہ خط یا پارسل وغیرہ	نیشان جمع نشانات	تمغہ
		(ق) ناموسیہ	پلنگ
میزانیہ	بجٹ	نمسا	سلطنت آسٹریا
مصلحۃ	محکمہ جیسے مصلحۃ البوسطہ یعنی ڈاک خانہ	ناریہ	آتشبازی
		نظّارہ	دوربین
معاش	پنشن	(ق) نظارۃ	سررشتہ - صیغہ
مجاور	قدیم مدارس کے طالب العلم	ناظر	سکرٹری
		نارگیلۃ - فارسی	حقّہ
		و	
		وسام	تمغہ
		وابور یا فابور عربی نہیں ہے	جہاز

۱؎ جاہلیۃ میں اس کتاب کو کہتے تھے جس میں حکمت و موعظت کے مضامین ہوں۔ نابغۃ کا شعر ہے ؎

مجلتہم ذات الالٰہ ودینہم
قدیم فما یرجون غیر العواقب

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ورقہ	ٹکٹ	دیکھو۔ عربی نہیں ہے	ٹکس
ورقۃ الزیادت -	ملاقات کا کارڈ	ورق	کاغذ
(ق) وصول	رسید		

مخدرات مشاہیر عالم جلد دوم

جسمین حسب ذیل سوانح درج ہیں۔ ویدون ملکہ سوریہ نہال ایڈبین۔ راخیل۔ ماریہ رولان فلیون۔ عاتکہ بنت معاویہ تذکار بائی خاتون۔ ارشد امیہ۔ فریدہ۔ عفرار۔ عائشہ بنت طلحہ۔ مائی پے شیبا۔ خرقار۔ ریار بنت الفریق السلمی صفیہ بنت طریفہ بنت صفوان۔ ام حکیم بنت قارظ۔ قیمت ۱۲؍

تذکرہ مشاہیر عالم جلد اول

مؤلفہ مولانا عبد الحلیم صاحب شرر جس میں حسب ذیل سوانح درج ہیں۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ۔ زبیر ابن عوام عبد اللہ ابن زبیر۔ ابن بطوطہ۔ بقراط۔ مانی۔ جالینوس۔ سیا۔ بدین اعز الدین حسین۔ حاتم طائی۔ والبصی جبلہ بن ایہم محمد بن تومرت المہدی المغربی۔ ابو عثمان سعید بن مسجح سبانائی سیوی۔ قیمت فی جلد ۱۲؍

ایضاً جلد دوم

جسمین حسب ذیل سوانح درج ہیں۔ ابو الاسود دولی احمد بن طولون۔ ابو الضحاک۔ عمرو بن معدی کرب زبیدی۔ نابغہ زیبائی۔ اسکندر اعظم۔ سمسون۔ ابن قرا قمر تلمغانی۔ الحکم المستنصر۔ محمد عبد اللہ الزبیر منذر بن مغیرہ۔ حجاج۔ دمشقی مہوس۔ مسجد ایا صوفیہ مسجد اقصیٰ صلیبی جہاد۔ دمشق کی جامع بنی امیہ سب کے جدا جدا حالات درج ہیں قیمت ۱۲؍

مثنوی نشتر غم

یعنی سید حسن شاہ اور خانم جان کا وہ دردانگیز اور سچا تاریخی واقعہ جو نشتر ناول سے لیکر گلزار نسیم کی بحر میں نہایت ہی معنی خیز اختصار کے پیرایہ میں طرز جدید نظم کیا گیا ہے قیمت فی جلد ۱۰؍

الہارون

یعنی سوانح عمری خلیفہ ہارون رشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ و دار الخلافہ بغداد قیمت ۸؍

الفاروق

یعنی سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلفہ شمس العلما مولوی شبلی نعمانی مرحوم ۲؍

مقالات شبلی

جسمین مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے وہ علمی اور تاریخی مضامین لکھے جو ابتک طبع نہیں ہوئے ۸؍

الغزالی

یعنی امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری مؤلفہ مولانا شبلی مرحوم قیمت ۸؍

مجموعہ نظم شبلی

مع مختصر سوانح مولانا مرحوم اس مین مولانا کی تمام اردو نظمین ہیں مگر اس مجموعہ مین انکی سیاسی نظمین نہیں ہیں قیمت ۸؍

المامون

مصنفہ مولانا شبلی اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے میں تمہید ترتیب خلافت مامون الرشید کی ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی۔ خانہ جنگیاں فتوحات ملکی وفات کے حالات دوسرے حصے میں اُن مراتب کی تفصیل ہے جنسے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے نیز اُن کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون رشید کا عہد عموماً شاہان اسلام کے عہد سے علمی حیثیت سے ممتاز تسلیم کیا گیا ہے مع رسالہ الجزیہ قیمت عہ

سیرۃ النعمان

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رح کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری حصہ اول و دوم اس کتاب کے پہلے حصہ میں امام صاحب کا نام و نسب ولادت و سن رشد و تعلیم و تربیت شیوخ حدیث و درس افتا و بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات و عام حالات اخلاق و عادات مناظرہ و فتاوی ذہانت و طباعی اس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں دوسرے حصے میں امام صاحب کے اصول اور مسائل سے جو علم کلام۔ اور فن حدیث سے متعلق ہے تفصیلی بحث ہے اور واقعات و اسانید کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ فن حدیث میں آپکا کیا پایہ تھا۔ فن فقہ پر تفصیلی ریویو ہے جسمیں تدوین فقہ کے تاریخی حالات کے ساتھ وہ تمام خصوصیتیں تفصیلاً بیان کی گئی ہیں جنکی وجہ سے فقہ حنفی کو اور ائمہ کی فقہ پر ترجیح حاصل ہے۔ خاتمہ میں امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں مصنفہ مولانا شبلی مرحوم قیمت فی جلد عہ

اورنگ زیب عالمگیر

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی یہ بالکل جدید تالیف ہے تاریخ اور واقعات کی تحقیق و تنقید میں مولانا کا پایہ اظہر من الشمس ہے شہنشاہ عالمگیر پر جو الزامات وارد ہوتے ہیں بھائیونکا قتل باپ کی گرفتاری تعصب مذہبی ہندوؤں کے ساتھ مخاصمت بت شکنی وغیرہ کے متعلق جو الزامات کئے جاتے ہیں اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان اعتراضات کو واقعات سے کوئی تعلق نہیں یہ باتیں پست نظر اور تنگ خیال افسانہ نویسوں کی پیدا کی ہوئی ہیں مولانا نے خود اُس عہد کی مستند تاریخوں سے تمام واقعات کی تحقیق کی ہے اور اہل یورپ کی غلط فہمیوں پر روایت کی نظر ڈالی ہے قیمت

اعلان

جملہ خریداران و تاجران کتب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جس سفرنامہ پر ہمارے قلمی دستخط نہ ہونگے وہ ہماری مطبوعہ کتاب نہ تصور کریں۔

تمام درخواستیں بنام سید ظہور الحسن۔ قومی پریس۔ دہلی۔ چھتہ لال میاں انا چاہئیں